

UNIVERSAL
LIBRARY

OU_224319

UNIVERSAL
LIBRARY



سلسلہ ثانی
فائدہ نلن

1952
رجسٹرڈ ٹریڈ مارک
Checked 1965



پبلشر لائل برادرز
ترجمہ شیر محمد رام فیروز پوری
کے پاس ستر روڈ، لاہور

پہنالڈس کے مشہور ناولوں کے ترجمے

نام کتاب	نام ترجمہ	نام مترجم	صفحات
مسٹر یازف لندن (سلسلہ اول)	فسانہ لندن (۲۰ جلد)	منشی محمد رفیع صاحب فیروز پوری	۲۳۴۸
" (سلسلہ ثانی)	" (۲۳ جلد)	"	۲۴۸۰
سمیٹر س	سوزن عشق	پیدتاشیر نافعہ صاحب سپرو	۵۱۹
پوپ جان	طلحات	منشی خلیل الرحمن صاحب	۲۶۸
فاسٹ	قریب حسن	خواجہ اکبر حسین صاحب	۵۵۰
نئے ٹڈلٹن	شکستہ دل	مسٹر پی ایم کمار	۱۳۶
لیلی یا سارا آن شگریلیا	فسانہ الہ دین ویلی	منشی محمد امیر حسن صاحب	۶۲۷
بروزر سیٹج	عبثت فرنگ	منشی رام نرائن صاحب	۷۲۴
مارگرٹ	مارگرٹ	منشی کر جاسہائے صاحب بی س	۱۳۸
عمر	عمر پاشا (۲ جلد)	منشی غلام قادر صاحب فصیح یا کوٹی	۵۰۳
سیجرس والفت	سپاہی کی دلہن	ڈاکٹر کشمیت صاحب عابر	۱۴۴
روز المبرٹ	روز المبرٹ (۲ جلد)	منشی جے نرائن صاحب مائر کھننی	۳۵۷
نیکرومنینر	اسرار (۲ جلد)	منشی صدیق احمد صاحب	۴۶۴
ویگز دی وہرولف	ویگز ولسیٹ	منشی محمد امیر حسن صاحب	۶۲۴
ماسٹر ٹومو قیصر بک کیس	دھوکا یا طعنہ فانیس	منشی سید حسین صاحب رحم	۳۶۱
کیٹھ	پاداش علی (۲ جلد)	منشی سید علی حسن صاحب	۱۱۰۰
سیری پرائس	سرگشت (۲ جلد)	منشی سید علی صاحب	۱۱۰
الفرڈ	شاد کلام	منشی احمد حسین خان صاحب رحم	۱۱۰
لوز آف دی حرم	اسرار حرم	منشی احمد الدین صاحب بی س رحم	۲۱۰
نیگ ڈچس	شام جوانی (۲ جلد)	منشی نوبت الہی صاحب نذر کھننی	۶۰۰
فشرمین	نیزنگ	سید احمد شاہ صاحب لکھنوی	۹۵

لال برادر س، پار سنرہ وڈ ٹو لکھنؤ لاہور

چودھویں جلد

سلسلہ ثانی

فسانہ نبدن

منشی تیرتھ رام صنفیر زبوی

ط
ایڈیٹر

رسالہ ترجمان لاہور

۱۹۲۰ء

لال برادر

پارسنر روڈ۔ نو لکھا۔ لاہور

جارج سٹیم پریس لاہور میں باہتمام لالہ بشیر واس پر مشتمل

فہرست مطالب

صفحہ	باب	مضمون
۱۵۸۳	باب ۱۲۸	ابتدائی سے خوشحالی
۱۵۶۷	باب ۱۲۹	اشتہاری انجینٹ
۱۵۷۱	باب ۱۳۰	پروڈیٹا فنڈ مارڈنگ
۱۵۹۲	باب ۱۳۱	چارلس اور پروڈیٹا
۱۶۱۷	باب ۱۳۲	سحر عشق
۱۶۲۳	باب ۱۳۳	کیل سکالائین اصلاحات
۱۶۴۰	باب ۱۳۴	عققی انداس کی خرابیاں

سلسلہ ثانی

فسانہ لندن

چودھویں جلد

ابتری سے خوشحالی

باب ۱۲۸

شاہراہ پر پہنچنے تک پر ڈیٹا یا اس کی ماں نے ایک ہی لفظ ایک دوسرے سے مخاطب ہو کر نہیں کہا۔ مگر جس وقت وہ سڑک پر چلے گئیں۔ اور پھر ایک بار لندن کا رخ کر لیا۔ تو بوڑھی عورت نا اطمینانہ انداز سے کہنے لگی۔ یہ یہی مہلکی خوش نصیب تھی۔ کہ اُن جیسی عورت سے ملاقات ہو گئی۔

”بے شک امان پر ڈیٹا نے جواب دیا۔ کیونکہ اس ذریعہ سے ہمیں علم ہوا کہ اُن

لگ گیا۔“

”بے وقوف لڑکی۔ بوڑھی عورت نے جلدی سے کہا۔ میرا اشارہ ہمیشہ عزت کے ان کلمات کی طرف ہوتا تھا۔ جو وہ نیم بے خبری کی حالت میں کہتی رہتی۔ جو بہت سی عجیب و غریب باتیں اُس نے بظاہر اپنے دل سے مخاطب ہو کر کہی تھیں کیا تم نے اُن کو نہیں سنا۔ یا کیا تمہیں یہ خیال نہیں آیا۔۔۔“

”بے شک میں نے اُس کی باتیں سنی تھیں۔“ پر ڈیٹا نے قطع کلام کر کے کہا۔

”خصوصاً اُس نے اُس نوجوان کا ذکر جن لفظوں میں کیا۔ اُن کا اثر مجھ پر ایسا ہوا۔ گویا

رگوں میں بجلی سرست کر گئی۔

بڑھیا کو یکایک کچھ خیال آیا اور وہ کہنے لگی۔ "آہ! کیا تم اس شکیل نوجوان کی کیفیت سن کر خوش ہوئی تھیں؟ پرڈیٹا میں یقین دلاتی ہوں کہ وہ دن دوپہنیں جب یہی نوجوان ہمارے ہسٹم کا خواستگار ہو کر ہمارے قدموں میں دفنا ہو گا" پرڈیٹا یہ سن کر دل میں ہلکت خوش ہوئی، سگرہلے اعتباری کے لہجے میں کہنے لگی۔ "اماں معلوم ہوتا ہے اس بوڑھی چھپی عورت کی طرح اب ہمارے حواس ہی جواپ دے چلے ہیں تم نے کبھی اس جوان کی صورت تک نہیں دیکھی... تم اس سے سلتق شناسا نہیں ہو سکتی اس کے باوجود..."

کیا کہتی ہو؟ میں اس کی شناسا نہیں ہو سکتی، بڑھیا نے حقارت آمیز لہجے میں کہا۔ پرڈیٹا یقین جانو۔ مجھے اس جوان کی نسبت اتنی معلومات حاصل ہو گئی ہیں کہ اگر چاہوں تو سارے خاندان کو دوزخوں پر کرشم کا خواستگار بنا سکتی ہوں میں تمہارے لئے شرمناک ہیٹ فیلڈ لینڈی جاڑیاں اور ان کے اس بھانجے سے ملنے جڑوا کر اس بات کی التجا کر سکتی ہوں کہ ہم خاموش رہیں..."

پھر کیا تم حقیقت میں اس چھپی عورت کی بڑ کو درست جانتی ہو؟ پرڈیٹا نے بے صبری سے پوچھا اور بتا دیا کہ خیال ہے کہ اس نے جس مشربٹ فیلڈ کا ذکر کیا وہ دراصل وہی ٹام رین ہے۔ جسے پہانسی پر لٹکایا گیا تھا؟

"ہاں۔ اس کی ماں نے بول دی ہے کہا" ضروریہ وہی شخص ہے۔ کیونکہ

پچھلے اس کے معاملات کا بخوبی علم ہے۔ پرڈیٹا سنو۔ تم ابھی اس زمانہ میں پیدا ہوئی ہوئی تھیں... ہماری ولادت سے چند ماہ پیشتر کا ذکر ہے کہ سارے صدمہ تمام میں اس دریافت سے سنسنی پیدا ہو گئی تھی کہ ٹام رین رہن مرا نہیں بلکہ زندہ ہے... میں ان دنوں لندن میں ہی تھی..."

"جیلڈانہ یوگٹ ہیں؟" اس نے اس سے پوچھا۔ گویا یہ ایک بالکل نیا

بات ہو۔

"ہاں یوگٹس ہیں۔ اگرچہ میں نہیں جانتی۔ ان تفصیلات سے کیا حاصل ہو سکتا ہے عورت نے تلخی کے لہجے میں کہا۔

اُد میں میں پیدا ہوئی تھی؟ پر ڈیٹا نے بوجھا آاں لندن پہنچ کر میں جن مقامات کو سب سے پہلے دیکھنا چاہتی ہوں۔ اُن میں سے ایک یہ جیلخانہ نیوگیٹ ہے۔۔۔ مگر تم ذکر کئے جاؤ۔ میں توجہ سے سن رہی ہوں۔“

لوڈ جی عورت سلسلہ کلام جاری رکھ کر کہنے لگی۔ میں اُن ایام میں لندن کے جیل خانہ نیوگیٹ میں تھی۔ کہ سارے صدر مقام میں اس نام رین فورڈ کے متعلق بعض ریافتوں کی بدولت سناٹا سا پیدا ہو گیا۔ یہ سب باتیں اس خوفناک قتل کے سلسلہ میں معلوم ہوئی تھیں۔ جس کا ارتکاب اُس شخص جنھن کو نذر فی کیا۔ جس کا ذکر تم جیسی عورت کی زبان سے سن چکی ہو۔ داستان اس قدر لمبی ہے کہ میں سے تفصیل کے ساتھ بیان نہیں کر سکتی۔ مگر چونکہ میرے خیال میں اس کا بہتارے مستقبل سے گہرا تعلق ثابت ہونے والا ہے۔ اس لئے میں مختصر یہ کہیں اس کی تہذیبی سی کیفیت بتاؤں گی۔ بہر حال ایک بات خاص طور پر قابل ذکر یہ ہے کہ ٹامس رین فورڈ ایک رہنم تھا۔ جسے پہانسی پر لٹکایا گیا۔ اور بعد ازاں کسی نامعلوم طریق پر اسے دوبارہ زندہ کر لیا گیا۔ اُس نے جو افول غلاف قانون کھٹے اُن کھٹے اُسے معافی دیدی گئی۔ اور اُن کے بعد مجھے معلوم نہیں اُس کا کیا ہوا۔

اُس لئے کہ تمہیں اپنی سنز کے سلسلہ میں لندن سے زحمت ہو جاوے پڑتا ہو؟ پر ڈیٹا نے سوال کیا۔

”ہاں اور اب دیکھ لو کہ محض جن اتفاق سے ہماری ملاقات ایک عمر رسیدہ عورت کیساتھ ہو گئی ہے۔ جس نے اپنے خیالات کو بے خبری کی حالت میں ظاہر کرتے ہوئے ہمیں بتا دیا ہے۔ کہ یہ شخص ٹام رین اب تک زندہ ہے۔ اور اب اس نے ایک اور نام اختیار کر رکھا ہے۔ نیز یہ کہ وہ ارل آف ایلیگیم کے مکان پر رہتا ہے معلوم ہوتا ہے اس عورت کو یہ بات معلوم نہیں کہ یہی شخص رین فورڈ پہانسی پر لٹکائے جانے کے چند ماہ بعد لندن میں ایکہ حبشی کی صورت میں نمودار ہوا تھا۔ بظاہر سے اُس کے متعلقین کو اُس کے پہانسی پانے کے بعد زندہ ہونے کے واقعہ کا علم نہیں ہوا۔ اسی لئے جب اُس نے اُسے ارل آف ایلیگیم کی گاڑی میں سوار کیا۔ تو شگوب ہو گئی۔ اور ایسے حالات میں کسی شخص کا تعجب ہونا بعید از قیاس ہی نہیں۔“

لیکن اس نادانیت کی وجہ غالباً یہ ہے کہ جیسی لوگ بہت کم شہروں میں جاتے اور سوائے اپنے آدمیوں کے کسی اور سے بہت ہی کم ملتے جلتے ہیں۔ اس کے علاوہ وہ اپنے معاملات کو چھوڑ کر باقی معاملات سے بہت کم دلچسپی لیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس جیسے بڑے یا کورنیفورڈ کے دوبارہ زندہ ہونے کے واقعہ کا جو آنا مشہور تھا علم نہ ہوا۔

تو پھر کیا تمہاری رائے میں یہ شخص رنیفورڈ اب لندن میں ہیٹ فیلڈ کے نام سے عزت کی زندگی بسر کر رہا ہے۔ اور اب تم اس نادانیت کو جو اس کی نسبت تمہیں حاصل ہے اپنے فائدہ کی خاطر کام میں لانا چاہتی ہو؟ پڑھنا سوال کیا بوڑھی عورت کہنے لگی۔ ہاں یہی سیرا، مگر ہے اور یہ تو تم غالباً آسانی سے سمجھ سکو گی۔ کہ میں اس کے بہانے یعنی اسی نوجوان کو جس کا جیسی عورت نے ذکر کیا تھا ریشم کی رسیوں سے تم سے وابستہ کرنا چاہتی ہوں۔

پڑھنا باعرا کہنے لگی۔ میں اس بات کا کچھ ارادہ کر چکی ہوں۔ کہ اس شکیل نوجوان کو اپنے بس میں لا کے چھوڑ دوں گی۔ اور یقین جانو کہ اس مطلب کے لئے کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کروں گی۔ کیونکہ میرے اپنے جذبات ابھی سے بھڑک رہے ہیں۔

”آہ! ویسی ہی بد اخلاق اور عیش پرست جیسی میں تھی... ویسے ہی تیز جذبات رکھنے وال۔ جیسا اس کا باپ تھا۔ بڑبیانے اپنے آپ سے بڑبڑاتے ہوئے کہا پڑھنا اس کے لفظوں کو سمجھ نہ سکی۔ اور کہنے لگی۔ اماں کیا کہہ رہی ہو، یقیناً تم میرا ہی ذکر کرتی ہو۔“

بوڑھی عورت جلدی سے کہنے لگی۔ میں کچھ بڑبیانے بات نہیں کہتی... مگر کیوں پڑھنا اب مستقبل کی نسبت تمہارا کیا خیال ہے؟ اس مشریت فیلڈ کی نسبت چونکہ ہمیں بہت سے حالات معلوم ہو چکے ہیں۔ اور ہم اس قابل نہیں کہ ایک ہی وقت اس کے خلاف بکھڑے اس کی خطاب یافتہ ہوئی اور اس کے بہانے کو ذلیل کر دیں۔ پڑھنا بولی۔ ”میری رائے میں روپیہ کے معاملہ میں تو ہمیں کوئی وقت پیش نہ آئے گی۔ کیونکہ وہ ہم با سانی ڈرامہ کار حاصل کر سکیں گی۔ لیکن میری سمجھ میں نہیں آتا

ان باتوں سے سٹریٹ فیلڈ کے پناہ گزین پر اقتدار حاصل کرنے کے معاملہ میں کیونکر مداخلت کی جاسکتی ہے۔ کیونکہ ایسے حالات پیدا ہوا کہ اس کے دل میں قدرتی طور پر ہمارے خلاف نفرت پیدا ہو جائیگی۔“

”اے عاقبت اندیش اور بے سمجھ لڑکی! اُس کی ماں نے جلدی سے کہا ہم شروع میں ہی ان سے زبردستی روپیہ حاصل کرنا شروع نہیں کر دینگے۔ جزایام میں ساہا سہا سال پیشتر میں لندن میں سکونت پذیر تھی۔ تو مجھے خوب یاد ہے لیڈی کا حال۔ جیانا سٹریٹ فیلڈ ایک بہت مالدار عورت تھی۔ اور یہ غیر ممکن ہے کہ اب وہ بے ہو گئی ہو۔ اس کے علاوہ اس شخص سٹریٹ فیلڈ یا ریفرڈ کی اہل آف ایلیٹ گیم سے ضرور بے تکلفی ہوگی کیونکہ وہ اپنے کنبہ سمیت اب اسی کے مکان پر رہتا ہے۔ ان سب باتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کے پاس معقول روپیہ ہے۔ پس اس نوجوان کو جو اس کا بھائی ہے ہمیں مکر و فریب سے قابو میں لانا چاہئے۔ لیکن یاد رکھو اگر تم نے جذبات نفسانی کے بس میں ہو کر فوراً ہی اپنی ذات کو اُس کے حوالہ کر دیا۔“

پروڈیٹا بے خبری سے قطع کلام کر کے کہنے لگی۔ ”اے امانت رکھو۔ میں خوش چاہتی ہوں۔ مجھے کیونکر عمل کرنا چاہئے۔ مگر سوال یہ ہے آج رات لندن میں پہنچ کر کونسا پتہ چنیں گی۔ اور کل کے لئے اچھا لباس کیونکر حاصل کر سکیں گی؟ مختصر یہ کہ جو کام عظیم ہمارے درپیش ہے اُس سے شروع کیونکر کیا جاسکیگا۔؟“

اُس کی ماں نے کہا۔ ”پروڈیٹا تم دیکھتی جاؤ میں کیا کرتی ہوں۔ اسٹریٹ فیلڈ میں میرے طویل زمانہ قیام میں ایک شخص مجھے بار بار خط لکھا کرتا تھا۔ اور لکھی باتیں اُس نے مجھے امدادی رقوم بھیجیں۔ اگر اُس کی امداد قابل حال نہ ہوتی۔ تو رہائی پانے کے بعد ہم یقیناً فاقوں میں رہ جاتیں۔ کیونکہ وہی مشقت سے اگر چہیں ہوں۔ میں یہی کہتا ہوں کہ ہمیں کتنی ہی مشکل سہارا گزارنا پڑتا تھا۔ یہ شخص لندن میں رہتا ہے۔ اور میں اُس کے پتہ سے واقف ہوں۔ سب سے پہلے لندن میں ہمیں اسی کے مکان پر چلنا چاہئے۔“

”کیا یہ وہی دوست ہے جس نے کوشش کر کے ہمیں رہائی دلائی؟“ پروڈیٹا نے سوال کیا۔

اُس کی ماں جلدی سے کہنے لگی۔ ہاں یہ وہی دوست بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ وہی رشتہ دار ہے۔ اور تیارے سوا اب میرا اس دنیا میں صرف وہی ایک رشتہ دار ہے۔
 دونوں اس قسم کی گفتگو جو ان کے چلن پر کافی روشنی ڈالنے والی تھی۔ کر رہی تھیں۔ کہ
 پر پیچھے کی طرف سے ایک گاڑی کے آنے کی آواز سنا دی۔ اور یہ دونوں ایک طرف کو ہٹ
 گئیں۔ کہ وہ آگے نکل جائے گاڑی کو ایک قوی ہیکل مگر نیک بناؤ قصاب تیزی سے چلا رہا تھا
 جس وقت گاڑی اُن کے پاس سے گزری اور چاند کی روشنی میں قصاب نے پڑوینا کا خوشنما
 چہرہ دیکھا۔ تو اُس کی کشش سے متاثر ہو کر اُس نے فوراً ہی گاڑی کو روک لیا اور کہنے لگا
 "نیک عورت تو اتنی رات گزری بلکہ یوں کہنا چاہئے اتنے سویرے تم تنہا سڑک پر کیوں
 پھر رہی ہو؟ کیونکہ اس وقت رات کے دہ بجے کا عمل ہے۔"

پڑوینا کی ماں کہنے لگی۔ "ہم بالکل تکی ماندی ہیں اور بہت جلد لندن پہنچنا چاہتی ہیں"
 قصاب بولا۔ "میں بھی لندن کو ہی جا رہا ہوں۔ جہاں مجھے آکسفورڈ سٹریٹ میں پہنچنا
 ہے۔ اس لئے اگر تم دونوں میری گاڑی میں سوار ہو جاؤ۔ تو اُس بازار کے قریب تمہیں کہیں
 اُناروں گھاٹ۔"

عمر رسیدہ عورت یہ سن کر بہت خوش ہوئی اور نیکل قصاب نے اُسے اور اُس
 کی بیٹی کو سہارا دیکر گاڑی میں بٹھالیا۔ گاڑی پھر تیزی سے آگے کو چلتے لگی۔
 تھوڑی دیر سفر کرنے کے بعد دورنا صلا پر لندن بھی چلتے ہوئے پلیوں کی روشنی
 چمکتے ہوئے ستاروں کی طرح نظر آئے لگی۔ جوں جوں گاڑی اُس شاہی شہر کے قریب
 پہنچ رہی تھی۔ جس میں ہزاروں بلند رنج اور برجدار عمارات واقع ہیں۔ یعنی زانہ عال کے اُس
 بابل کے قریب جو پڑوینا کی صد ہا امینوں اور آرزوں کا مرکز تھا۔ تو اُس کا دل حقیقی
 انگوں سے چمکے لگا۔ اس وقت اس عالیشان صومناہم پر ایک لگی ہوئی کماند چوہائی
 ہوئی تھی جس کے اندر سے چلتے ہوئے پلیوں کی روشنی ٹٹالتے ہوئے ستاروں کی مانند
 کبھی تیز اور کبھی مدہم دکھائی دیتی تھی۔ جوں جوں گاڑی شہر کے قریب پہنچتی گئی۔ بے شمار
 عمارات اُس دہندہ کے اندر سے نمایاں صورت اختیار کرنے لگیں۔ گاڑی چلتی ہوئی ان
 مکانات کی قطاروں میں سے گزرتی گئی۔ جو سڑک پر دو دو بنے ہوئے تھے۔ پہلے یہ
 مکانات تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر بنے ہوئے نظر آئے۔ مگر جس وقت گاڑی مضافات

سے گزرتے ہوئے لندن کی حدود میں داخل ہو گئی۔ تو عمارات نے بھی سلسلے صورت اختیار کر لی۔ اور اب یہ صاف ظاہر تھا۔ کہ گاڑی لندن کے بازاروں پر چل رہی ہے۔
 پر ڈیٹا کو لندن میں پہنچ کر عظیم الشان عمارات دیکھنے کی امید تھی۔ اس لئے جب ان کی بجائے اسے پرانے بدو اٹھ اور چھوٹے چھوٹے میلے مکانات دکھائی دئے جن کی صورت ادھر رات کے وقت اور بھی زیادہ ناخوشگوار معلوم ہوتی تھی تو وہ کسی قدر بد دل ہو گئی۔ مگر گاڑی اوندھے کو چلتی گئی۔ تو مکانات کی سبقت بدلنے لگا۔ حتیٰ کہ آخر کار گاڑی اس چورت میں آ گئی۔ جہاں ایلیفینٹ اینڈ کیسل سرائے واقع ہے۔

اس وقت اس سرائے کا شراب خانہ کھلا ہوا تھا۔ نقاب گاڑی سے اتر کر اندر گیا۔ اور چونکہ آدمی نیک دل تھا۔ اس لئے جلد ہی ان دونوں عورتوں کے لئے گرم پانی۔۔۔ ملی ہوئی برآمدہ کا گلاس لے کر نمودار ہوا۔ واضح رہے کہ اس نے یہ سارا اس وجہ سے نہیں کیا۔ کہ عورتوں میں سے ایک بہت حسین تھی بلکہ اس میں سراسر جذبہ رحم بھی کو دخل تھا۔ دونوں عورتوں کو گرم شراب پینے پر رضامند کرنے کے لئے زیادہ اصرار کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔ چنانچہ جس وقت وہ اسے پی رہی تھیں وہ خود شراب خانے میں اپنے لئے ایک اور گلاس حاصل کرنے کو داخل ہوا۔

واپس آ کر وہ پھر گاڑی میں سوا بیٹھا۔ اور اب گاڑی پل سے گذر کر ڈیڑھ روڈ کی طرف ہوئی۔ اس جگہ جو نظارہ پر ڈیٹا کو دکھائی دیا۔ وہ نہایت شاندار اور عجیب و غریب پیدا کرنے والا تھا۔ اس عظیم الشان پل کو دیکھ کر جو دنیا کی خوشی عمارات کا بہترین نمونہ ہے۔ وہ دیر تک دل میں اس کی تصویر کشی کرتی رہی۔ اور اس کے بعد جب اس نے دائیں بائیں نظر ڈالی۔ تو نکمھری ہوئی رات کی چاندنی اور ایسا دلکش نظارہ دکھائی دیا۔ جو مدت العمر یاد رہنے والا تھا۔ عظیم الشان دریائے ٹیمز کی فراخ سطح پر دو لوگ آ رہے تھے۔ اور پل کے اوپر نصب شدہ پلوں کی روشنی منکس تھی۔ جس سے دنیا کی رفتار اور فزاحتی کا آسانی اندازہ کیا جاسکتا تھا۔ سامنے سینٹ پال کی گرجا کا عالی شان گنبد آسمان سے باتیں کرتا نظر آتا تھا۔ اور شمالی ساحل پر وہ شام شاندار عمارات کو دیکھتے ہوئے پر ڈیٹا کی نگاہ آخر کار قصر پارلیمنٹ تک

پہنچے۔ چوہانڈ کی سفید روشنی میں اُس وقت۔ ایک خاص شان و نظری سے ہوئے تھے۔

اس نظامہ کو دیکھ کر پرڈیٹا کو بہت خوش ہوئی۔ اور بڑے ہوش کے ساتھ کہنے لگی۔ "ماں بے شک یہ ایک نہایت شاندار شہر ہے۔"

وہ بولی کہ تم نے ابھی اس کا دیکھا ہی کیا ہے۔ اور پھر معلوم کر کے کہ گاڑی بازار سٹریٹ میں پہنچ چکی ہے۔ وہ قصاب سے کہنے لگی۔ بس صاحب ہم اسی جگہ اتر جائیں گے۔"

اں بیٹی نے گاڑی سے اتر کر قصاب کا اُس کی عنایت کے لئے شکریہ ادا کیا۔ اور اس کے بعد براہمن کی جانب پیدل چلنے لگیں۔

بازار سٹریٹ گزرتے ہوئے وہ سبز گارڈنز سے جو کرسنہ جیمز پارک سے گذریں ماب وہ جس راستہ سے چل رہی تھیں۔ اس میں دو دیر نہایت شاندار عمارت بنی ہوئی تھیں۔ قح کا قصب کی روشنی میں انہیں اس رنگ استادہ دیکھ کر پرڈیٹا بہت خوش ہوئی ماداب وہ رہ رہ کر ان کی تعریف کرتی جا رہی تھی۔ تھوڑی دیر میں یہ دونو کارلٹن ہوس کے پاس سے گذریں۔ اُس کی طرف اشارہ کر کے پرڈیٹا کی ماں نے کہا۔ جن ایام میں میں ان کا زمانہ میں تھی۔ تو یہاں پر شاہ جہان چارم کی حکومت تھی اور یہ ان کا سب سے مقبول سکونت مکان تھا۔ مگر اب یہ مکعبہ کا عہد ہے۔ جو قصر بنگلہ میں رہتی ہیں۔ میری عدم موجودگی میں زمانہ میں کس قدر انقلابات رونما ہو چکے ہیں۔"

تھوڑی دیر میں یہ دونو علاقہ پناہ کوئی پہنچیں۔ اور چونکہ اب بالکل تھک گئی تھیں۔ اس لئے اسی طرح بدقت اُس سے طے کرنے لگیں۔ جیسے اس سے بیشتر ریم ڈارٹ فوڈ اور شوٹرز ہل کے وسیان اُن کے مسافت طے کرنے کا ذکر کر چکے ہیں۔

پرڈیٹا کے خوش نما چہرہ پر اب خستہ پریشانی کے آثار نمودار تھے۔ ایسا معلوم ہوا تھا کہ صبر و شکیب جواب دیتے بارے میں۔ عالم اضطراب میں وہ ماں سے کہنے لگی۔ "ماں آخر ہم کب تک اُس مقام پر پہنچیں گی؟"

اُس نے جواب دیا: ”قرباً! میں نہ تو۔۔۔ کے عرصہ میں۔۔۔ بس اب تم زرا دیر کے لئے اور اپنے حوصلہ کو قائم رکھو۔“

آدرا بالفرض تمہارا بھتیجا لندن میں نہ ہوا۔ تو پھر کیا ہو گا؟ پرڈیٹانے پوچھا۔
لوڈ ہی عورت بے چین ہو کر کہنے لگی۔ ”یہ بات تم نے ایسی کہی ہے جس کا اب تک مجھے خیال ہی نہیں آیا تھا۔“ مگر پھر جلد ہی سچی حوصلہ کر کے بولی ”بہر حال ہوس ماروس نہ ہونا چاہئے۔“

پرڈیٹانے کہا۔ بیشک مصیبت کا اثر لا کر اُس سے سول لینے کے برابر ہوتا ہے۔
قرباً! پاؤ گناہہ دونو خاموشی کے ساتھ چلتی رہیں۔ حتیٰ کہ ہر مہینے کے ایک خاص صدیق پہنچ کر بڑھیا کہنے لگی۔ ”وہ یقیناً یہیں کہیں رہتا ہے۔۔۔ آہ! مہرے۔۔۔ بیشک پرڈیٹا ہی اُس کا مکان ہے۔“ اور یہ کہتے ہوئے اُس نے ایک خوش نما کوٹنی کی طرف اشارہ کیا۔ جو ایک پُر لطف بانگ کے درمیان واقع تھی۔
پھر سلسلہ کلام کو جاری رکھ کر وہ کہنے لگی۔ ”سیر می رلسے میں تمہارا میرے ساتھ جانا مناسب نہ ہو گا۔ بلکہ بعض وجوہ سے جن کا ذکر میں عنقریب تم سے کر دوں گی میں چاہتی ہوں۔ کہ میرا بھتیجا تمہاری صورت سے ہی آشنا نہ ہو۔“

پرڈیٹا سا دگی سے بولی۔ ”جیسے تمہاری مرضی ہو۔“ عام طور پر جس وقت وہ کوئی خاص بات اپنی مرضی کے مطابق موانہ چاہتی ہو۔ تو اسی قسم کا نرم لہجہ اختیار کر لیتی تھی۔ پھر کہنے لگی۔ ”اس شرک کی نمکڑ ہاک ہر اس پنہر نظر آتا ہے میں چل کر اُس پر نیچتی اور تباہی لپی کا انتظار کرتی ہوں۔“

بڑھیا نے جواب دیا۔ ”بہت اچھا۔“ اور اس کے بعد جب پرڈیٹا سمت نکوڑ میں پہنچے لگی۔ ”تو یہ توڑی دیر کھڑی ہو کر اُس کی خوشنما صورت کو تعریف کی نظر سے دیکھتی رہی۔ پھر خود اُس مکان کے دروازہ کی طرف بڑھی۔ جس میں اُس کا بھتیجا رہتا تھا۔“

اُس نے دروازہ پر دستک دی۔ اور زور سے گھنٹی بجائی۔ چن منٹ کے عرصہ میں ایک خادمہ نے بالا خانہ کی کھڑکی کھول کر پوچھا۔ ”ہے؟“
بڑھیا نے سوال کیا۔ ”تمہارے آقا گھر پر ہیں؟“

خادمہ کہنے لگی ہیں تو سہی۔ لیکن ...

”عزرا کا شکر ہے۔“ بوڑھی عورت جس کا اس اطلاع سے اطمینان ہو گیا تھا
بولی۔ اور پھر خادمہ سے مخاطب ہو کر کہنے لگی۔ تم انہیں اطلاع کرو۔ کہ ایک عرسیدہ
عورت نہایت ضروری کام کے لئے فوراً آپ سے ملنا چاہتی ہے۔

خادمہ کہنے لگی۔ میں انہیں اس وقت بیزار نہیں کر سکتی۔ تم نے دن
کے آٹھ بجے آ جانا۔ اس وقت وہ بیزار ہو جاتے ہیں۔

عین اس وقت مکان کی ایک اور کھڑکی کھلی۔ اور ایک شخص جس نے بظاہر
جلدی میں ڈربے۔ بک گون اپن لی تھی۔ کھڑکی میں نمودار ہو کر کہنے لگا۔ تمغیرد۔
میں ابھی تم سے ملتا ہوں۔

چنانچہ ایک منٹ کے عرصہ میں مکان کا دروازہ کھلا۔ اور شخص مذکور نے
بڑھیا کو اندر داخل کیا۔

دونو کبیٹرفر۔ سے اس قسم کی علامات ظاہر ہوئیں جن سے پایا جاتا تھا
کہ انہوں نے ایک دوسرے کو پہچان لیا ہے۔ مگر کسی نے زبان سے ایک لفظ
بھی نہ کہا۔ آخر کاریہ دونو نشست گاہ میں پہنچے۔ اس کا دروازہ اندر داخل ہوا
شخص مذکور نے احتیاط کے ساتھ بند کر لیا۔ اور بوڑھی عورت تھک کر ایک صوف
پر بیٹھ گئی۔

پھر وہ ملکی گلوگیر آوازیں کہنے لگی۔ کلیئر اس آخر کار میں یہاں واپس آگئی
ہوں۔ اس کے بچہ سے پایا جاتا تھا کہ اس نے جیسے جیسے کی موجودگی میں وہ سخت
اضطراب محسوس کرتی ہے اور اپنی کایا بانی کے متعلق جس لائق کا اظہار اس
نے اپنے بچے کے سامنے کیا تھا۔ اب اس سے برقرار کہنے سے تاصر ہے۔

سٹرولیر نے یہ شکر کلامت آئیر لیری میں کہا۔ بے شک میں دیکھتا ہوں
کہ تم واپس آگئی ہو۔ حالانکہ میں نے بڑی سختی سے اس کی ممانعت کر دی تھی
اور اس کے علاوہ تم نے خود وعدہ کیا تھا۔ کہ اگر بچے معافی دلا دی جائیگی۔

تو میں اپنی باقی زندگی اس بات پر ہی بسر کر دوں گی۔

بوڑھی عورت جس کے متعلق ہمارے ناظرین اب ہر ذرا سمجھنے ہوئے تھے

کہ ستر شازادہ ستر سنگی کے سوا کوئی اور نہ تھی۔ کہنے لگی: کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میری شہزادی کے لئے اس خوفناک مقام میں ہی دفن ہو جاتی؟

کلیرنس نے جواب دیا: میں صرف یہ چاہتا تھا کہ تم اپنے وعدہ پر قائم رہیں۔ اور اپنی طرف سے میں حسبِ معاہدہ ہر ششماہی تمہیں چالیس پونڈ پیش دیا کرتا میں پوچھتا ہوں۔ تمہیں انگلستان کو واپس آنے کی ضرورت کیا تھی؟

عورت نے کہا: میں نے اس نوابادی میں اتنی تکلیفیں اٹھائی ہیں کہ اس زندگی پر موت کو ترجیح دیتی ہوں۔

ستر ویرزادہ بھی زیادہ تھکی کے لہجہ میں کہنے لگا: بے شک تم نے بہت محنتیں اٹھائی ہیں، مگر نتیجہ اس میں خطا ہمارے سوا کسی اور کی نہ تھی۔ تمہیں یو سولہ سال جب تہلری ستر ایابی سے پیشتر اور بعد میں تم سے جیل خانہ میں ملا۔ تو تم نے حقیقی دماغ مدیشیانی کا اظہار کیا تھا۔ اور تم کہتی تھیں کہ مجھ سے جو خطا میں سرزد ہوئی ہیں۔ سب کا بڑے طور سے ان کی تلافی کی کوشش کر دینی۔ مگر ان وعدوں کا انجام کیا ہوا؟ اس نوابادی میں پہنچ کر جہاں پہلے ہی بے شرمی کی کچھ انتہا نہیں۔ تم نے ایسی بے حیائی اور فحش کی زندگی شروع کر دی۔

کلیرنس منو: اس کی غلطی نے صوفیہ سے اٹھ کر اس کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ مذمت اور ملامت کرنا سہل ہے مگر دیکھنا یہ ہوتا ہے۔ کسی خطا دار شخص کے گناہ کی اصل وجہ کیا تھی؟ بے شک جیل خانہ نیوگیٹ میں میری پیشانی سچی اور میرا مسک حقیقی تھا۔ خدا شاہد ہے کہ میں نے وہاں اپنے ارادوں کو نہایت پختہ کر لیا تھا۔ میری دلی آرزو تھی کہ میں اس ملک سے عہدِ ترخصت ہو جاؤں۔ جہاں میں نے بہت سی برائیاں کی تھیں۔ اور میری یہ خواہش تھی کہ تعزیری نوابادی میں وہ کر اپنے چلن کی اصلاح کی پوری کوشش کروں۔ مگر جس وقت مجھے قیدریوں کے جہاز میں سوار کیا گیا تو میں نے دیکھا کہ وہاں انتہا درجہ کی بداخلاقی پھیلی ہوئی تھی۔ اس جہاز کو اگر گناہوں کے اعتبار سے وزن کا نمونہ کہا جائے۔ تو بے جا نہ ہوگا۔ جس میں تمام ستر ایاب عورتیں ورنجی جنات سے کم نہ تھیں۔ جہاز کی حالت دیکھ کر میں نے اس کے ڈاکٹر کے سامنے دونا نو موکر درخواست کی کہ مجھے ان بُری عورتوں کی بہت سے بچا بیٹے۔ مگر وہ میری درخواست

سُن کر نہیں دیا۔ اور کہنے لگا جاؤ پناہ کا مکر۔ اس پر ان مورتوں نے جبے اس شکایت کی وجہ سے اور سچی زیادہ گالیاں دیں۔ اور مجھ سے برسوں کی میری گوی میں ایک لڑکی نہی۔ اس کی بنا پر وہ مجھے سخت طعنہ دیا کرتی تھیں اور مجھ پر طریقے طمع کے مذاقی اڑاتی تھیں۔ جیسا کہ ہمیں یاد ہوگا۔ میں نے اُس لڑکی کا نام پڑوینا رکھا تھا۔ جس کے معنی گم آشتی کے ہیں۔ اور یہ نام میں نے خصوصیت سے اس نے بھونکنا تھا۔ کہ وہ اپنی ماں کی خطاؤں کی وجہ سے اپنی بڑی بھتیجی کو ہمیشہ یاد رکھے اور میں بھی اُس کے نام کو دیکھ کر محنت، مشقت کرتے ہوئے راہ صراط پر چلنے کی کوشش کروں۔ مگر افسوس جن بد بختوں سے مجھے واسطہ پڑا۔ وہ اُس معصوم بچی کو جسے محض اس لئے کہ وہ جیل خانہ نیوٹریٹ میں پیدا ہوئی تھی۔ مجھے سخت طعنہ دیتی اور میرا مذاقی اڑاتی تھیں۔ اور میں یہ بات ظاہر کر دینا چاہتی ہوں کہ عورت کے لئے کوئی بات اتنی رنج و... اتنی موجب تکلیف اور اسی قدر دل آزار نہیں ہوتی۔ جیسا اُس کو ناجائز اولاد کا طعنہ دینا۔ الہی میں بیان نہیں کر سکتی۔ قیدیوں کے اُس جہاز پر میں نے کہنے تلخ آنسو بہائے... وہ آئندہ جو میرے خلو کو چلتے والے تھے۔ اُس جہاز پر نہایت خوفناک نظارے دیکھنے میں آتے تھے۔ بات بات پر گالی گلوچ... بد وقت فحش کلامی اور پھکڑ بازی کے سوا اور کچھ نہ ہوتا تھا۔ میں نے ان برائیوں کے مقابلہ کی پورے طور سے جدوجہد کی... ایسی کہ آج تک کبھی کسی انسان نے نہ کی ہوگی۔ مگر جس طرح ایک شخص جو غوطے کبار لم ہوئے بحرِ ناپید کنار کی امواج کے تلاطم کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اسی طرح میں اُن اثرات کا مقابلہ نہ کر سکی جے بس اور بلوس ہو کر آخر کار میں نے اپنی ذات کو حالت کے بہاؤ پر چھوڑ دیا۔ اور میں نے دیکھا کہ نجات کی صورت اس کے سوا اور کوئی نہیں۔ اس طرح پر میں جو سچے دل سے ایشیاں اور تائب ہو چکی تھی۔ پھر گناہ اور بد اخلاقی کا زندگی میں حصہ لینے پر مجبور ہو گئی۔ ایسے حالات میں اگر وہ اقرار کر میں۔ نے نیک اور پاک رہنے کے متعلق کئے تھے مستقل ثابت نہ ہوئے۔ تو اُس کے لئے قصور وار میں نہیں ہوں۔ بلکہ وہ صرفی استقامت ہے۔ جو میری حالت میں بڑا گیا۔

گیا تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ تم نے اپنی طرف سے قیدیوں کے جہاز پر نیک اور پاک رہنے کی کوشش کی۔ مگر حالات سے مجبور ہو کر گناہ پر آمادہ ہو گئیں؟ کلیرنس نے

زنی اور رحم کے لہجہ میں پوچھا۔

اُس کی خالہ نے بڑے زوردار لہجہ میں کہا: بے شک کلیرنس میں حلیفہ بیان کرتی ہوں۔ کہ یہی امر واقعہ ہے۔

وہ کہنے لگا: غریب عورت! اُس صورت میں تم ملامت کی بجائے رحم کی زیادہ سنسوار ہو۔ لیکن متباری بیٹی پر ڈیٹا کہاں ہے؟

اس نے جواب دیا: میں اُسے قریب ہی ایک مقام پر چھوڑ آئی ہوں۔ کیونکہ اُس نے اپنے ساتھ ہمارے مکان پر لانا مناسب نہیں تھا۔ یا ماں کی بات یہ ہے۔ کہ میں خود اشد ضرورت کی وجہ سے یہاں آئی ہوں۔ ورنہ شاید میں ہی اپنی صورت ترکہاتی۔

کلیرنس بولا: مجھے اُنہوں کے ساتھ کہنا پڑتا ہے۔ کہ سرنی سے ایک دوست نے ہمارے جو حالات لکھ کر بھیجے۔ اُن سے متباری بیٹی کے چلن پر اچھی روشنی نہیں پڑتی۔ مناسب یہی تھا۔ کہ تم اُسے ضرور گناہ کی راہ پر چلنے سے بچاتیں؟

تو کیکو کلیرنس اب پھر تم مجھے کو لازم دیتے ہو؟ اُس کی خالہ نے پریشانی کی حالت میں کہا: بیٹھے اُس تعزیری نوآبادی میں ایک آبادکار کے ہاں خادمہ کی حیثیت میں رکھا گیا۔ اور اُس شخص نے مجھ سے ناجائز تعلقات پیدا کرنے چاہتے۔ شروع میں میری طرف سے انکار ہی رہا۔ لیکن جب اُس کی طرف سے جبر کا اظہار ہونے لگا۔ تو میرے لئے کوئی چارہ کار نہ تھا۔ اُس وقت میں نے دیکھا۔ کہ قسمت کا مقابلہ کرنا سراسر بے سود ہے۔ بیٹے دن بھر محنت شاق کرنی پڑتی تھی۔ اور پڑوینا سڈنی کے غریب بچوں کے ساتھ گلیوں میں آوارہ پھرا کرتی تھی۔ میں اُسے یوں آوارہ پھرنے سے روکنے کی بہت کوشش کرتی۔

لیکن یہ راس نہیں چلتا تھا۔ پھر اُس کے بعد جب مجھے ملازمت سے نجات ملی۔ تو میں نے آزاد طور پر سخت مشقت کی کمائی کرنی چاہی۔ اس حالت میں مجھے دن بھر گھر سے باہر رہنا پڑتا تھا۔ اور اس عرصہ میں پھر میری طرف سے پرڈیٹا ہنگرانی نہ ہو سکتی تھی۔

اس پر پھر جب کا نام اصطلاحی طور پر ”گمشدہ“ تھا۔ حقیقی اور اخلاقی معنوں میں محض عدم ہنگرانی ہی وجہ سے گمشدہ ہو گئی۔ جہاں تک مجھے علم حاصل تھا۔ یا جس قدر صبر مجھے ملتی تھی میں نے اُس کی تعلیم کی پورے طور سے کوشش کی۔ حتیٰ کہ اُس مطالبہ کے لئے میں نے اپنا آرام بھی حرام کر دیا۔ مگر سوال یہ ہے۔ میں اُسے نیک بنانا کیونکر سیکھاتی

ہتی کہ میں اسے انجیل کیونکر پڑھ کر سکتا تھا بد میرا قصہ نوآبادی میں ہر شخص کو معلوم تھا۔ اور قبل اس کے کہ پر ڈیا صحیح واقعات کو سمجھنے کے قابل ہوئی وہ یہ معلوم کر چکی ہتی کہ اس کی ولادت لندن کے مشہور فوجداری بیمنانہ نیوگیٹ میں ہوئی۔ نیز یہ کہ وہ ایک ناجائز اولاد ہے۔ اور اس کی ماں مجرم اور لنگھار ہے۔ الٹی ایسے حالات میں یہ کیونکر ممکن تھا کہ باوجود کوشش کے بھی میں اسے نیکی کی راہ پر چلا سکتی یا اسے اخلاق کی تعلیم دیتی۔ جب اس کی عمر دس زیادہ ہوئی تو میں اس نوآبادی کی باقی سزایاب عورتوں کی طرح از سر نو گناہ کے گڑھے میں اتر چکی تھی۔ پس ایسے حالات میں یہ امر تعجب خیز نہیں۔ کہ وہ بھی جلدی ہی اس بارہ میں میری تقلید کرنے لگی۔ وہ شکل و صورت کی حسین تھی اس لئے ہر شخص کی نظر اس پر پڑنے لگی اور ہمارے فوجی اغرض نے جنہیں اس نوآبادی کی حفاظت کے لئے بھیجا جاتا ہے۔ اسے منزلِ عصمت سے گرایا۔۔۔ برباد کیا۔ اور اسے گناہ کی زندگی میں آگے قدم اٹھانے پر اکساتے رہے۔ کلیئر نس تم میرے بھتیجے ہو۔ اور ہمارے سامنے اس قسم کی باتیں کرتے ہوئے مجھے محنت و ندامت محسوس ہوتی ہے۔ مگر چونکہ تم مجھے قہراً آوازش سمجھتے ہو۔ اور یہ خیال کرتے ہو کہ میں نے اپنی بیٹی کو عدا گناہ کی راہ پر ڈالا۔ اس لئے میں ان کشریحات پر مجبور ہوں اور میں یہ ظاہر کرتی ہوں۔ کہ جو کچھ ہوا وہ نواحی حالات اور مضامین اثرات کا نتیجہ تھا۔ اس وقت ہمارے سامنے ہمارے ندامت کے رونے کو جی چاہتا ہے۔ لیکن ایک گہنہ بعد میری حالت پھر ایسی ہو جائیگی۔ گویا کوئی یہی غیر معمولی واقعہ پیش نہ آیا ہو۔ انوس ریبادی اثرات نے مجھے ایسا بنا دیا ہے۔ کہ تمام بہتر عادات ہمیشہ کے لئے رخصت ہو چکے ہیں۔“

پھر اب تم بارہا آئندہ کے لئے کیا ارادہ ہے؟“ کلیئر نس نے سوال کیا۔ میرے لئے غیر ممکن ہے کہ تمہاری موجودہ حالت میں کسی قسم کا مشورہ دے سکوں۔ اور چونکہ تم نے انگلستان آنے کے معاملہ میں میری منشا کے خلاف عمل کیا ہے۔ اس لئے میں تمہارے لئے کچھ نہیں کر سکتا۔ زیادہ سے زیادہ میرے اختیار میں یہ ہے کہ تمہیں ایک حد تک مالی امداد دوں۔۔۔“

کلیئر نس تم مجھے پیچاس پونڈ دے دو۔ اس کی خالہ نے قطع کلام کر کے کہا۔ اس

کے بعد تم پھر میری صورت نہیں دیکھو گے۔“

فیاض و جوان کہنے لگا: ”میں تمہیں یہی س نہیں سودینے کو تیار ہوں! ادب یہ کہہ کر وہ کمرہ سے باہر چلا گیا۔ پھر وہ پیہ کی ایک تھیلی لا کر وہ بلا لا۔ میری بے فیض خالہ یہ امداد ہے۔ جو میں تمہیں دے رہا ہوں۔ خدا تمہیں نیکی کی توفیق دے۔ میری ہدایت پھر ایک بار یہی ہے۔ کہ تم پر جو کچھ مبنی۔ اُس سے قطع نظر اپنی بیٹی کو گناہ اور بدچلنی سے محفوظ رکھنے کی کوشش کرنا۔ کیونکہ اُس کے فانی بدن میں بھی ایک غیر فانی روح موجود ہے۔ جس نے اس دنیا کے افعال کی ایک اور دنیا میں جواب دہی کرنی ہے۔“

بڑھیا نے اس کا کچھ جواب نہ دیا۔ بلکہ حریصانہ انداز سے نقدی کی تھیلی اٹھا کر اُسے اپنے پچھے ہوئے کپڑوں میں چھپا لیا۔ پھر خود ہی اپنی اس بے صبری سے شرمسار ہو کر اپنے بھتیجے کی توجہ اس معاملہ سے ہٹانے کے لئے کہنے لگی: ”کلیرنس! اُمید کرتی ہوں۔ تم اپنی نیک بناد بیوی ایڈیلائس کے ساتھ ہر طرح خوش و خرم زندگی بسر کر رہے ہو۔“

کلیرنس نے کہا۔ خدا کا شکر ہے۔ کہ اس دنیا میں میری غرضی اتنی ہی کم ہے جیسی کسی شخص کی ہو سکتی ہے۔ گزشتہ اُمیس سال سے میں اپنے محسن ارل آف ایلیگم کی ملازمت میں ہوں۔ اور ان کی عنایت سے نہ صرف خاطر خواہ گذراوقات ہو رہی ہے۔ بلکہ صاحب اثر لوگوں سے دوستانہ تعلقات پیدا ہو چکے ہیں۔ اور میں نے اپنے بیٹوں کو ایسی تربیت دی ہے۔ جس سے اُمید ہے کہ وہ دنیا میں نیکی کو اپنا شعار بنائے ہوئے ہر طرح کا بیابان میں گئے۔“

اور اُس شخص... میرے شوہر کا کیا حال ہے؟ بڑھیا نے رکتے رکتے دہلی آواز سے پوچھا۔ ”کیا اُس کی طرف سے کبھی کوئی خط موصول ہوا؟“

”صرف ایک بار تقریباً ۹ سال گذرے۔ مجھے اُس کی طرف سے ایک خط آیا۔ بتا تھا میں جنیوا میں غریب روزانہ کے انتقال کی خبر درج تھی۔ چنانچہ میں نے تمہیں رٹنی میں کچھ نقدی بھیجتے ہوئے جو خط لکھا تھا۔ اُس میں یہ اطلاع بھی درج تھی۔“

اور اُس وقت کے بعد تمہیں اُس کے متعلق کوئی خبر موصول نہیں ہوئی۔؟“

کبھی نہیں۔ دلیر نے جواب دیا: مجھے یہ بھی معلوم نہیں کہ وہ زمرہ سے یا مر گیا جس کی وجہ سے اینڈ پلائس کو با اوقات بے چینی محسوس ہوتی ہے۔ مگر تم جانو اس دنیا میں حقیقی اور مکمل راحت کسی غانی انسان کے حصہ میں نہیں آتی۔ سب سے زیادہ ذہنی مجھے غریب رزدارند کا ہے۔ انگلستان سے رخصت ہونے کے بعد اس کی صحت خراب ہو گئی تھی۔ اور اسی طرح دس سال اس نے مسلسل بیماری میں بسر کئے اس عرصہ میں صرف ایک بار میں اور ایڈ پلائس اس سے سو میڈیسن لینڈ میں لے گئے تھے اس وقت میری بیوی کو اپنی بہن کی حالت زار دیکھ کر اور یہ جان کر کہ کسی زمانہ میں وہ کیسی خوبصورت اور پیاری لڑکی تھی۔ سخت صدمہ ہوا۔ لیکن میں نہیں جانتا اس ناخوشگوار ذکر کو زیادہ طول دوں۔۔۔

”نہیں نہیں۔“ پر ڈیٹا کی اس نے رخصت ہونے کے لئے اٹھتے ہوئے کہا۔ میں تم سے یہ داستان سن کر بہتیں آزرده کرانہیں چاہتی۔ اور یہ کہتے ہوئے اس نے سخت ریاکاری سے کام لے کر سہ روزانہ صحت اختیار کر لی۔ اور بولی آؤں! کلیئر سن اور وار۔

فیاض دل دلیر نے خالہ کو رخصت ہوتے دیکھ کر اس سے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا۔۔۔ اس خالہ سے جو کسی زمانہ میں ایک خوبصورت خوش پوش اور فارغ البال خاتون تھی۔ مگر اب دیکھنے میں بد نما چھتھروں میں ملبوس اور بالکل خاناں برباد تھی۔ بڑی عورت تے جس وقت اپنے پیچھے کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا۔ تو ڈراؤنہ دیر کے لئے اس کے سینہ میں جذبات کا ہجوم پیدا ہوا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو بھرائے۔ مگر اس نے ضبط سے کام لے کر انہیں روک لیا۔ پھر وہ تیزی سے قدم اٹھاتی ہوئی وہاں سے رخصت ہوئی۔ اور جب اس مکان سے باہر نکل گئی۔ اور دروازہ بند ہو گیا۔ تو اس نے جلدی ہی ان بہتر خیالات کو جو عارضی طور پر اس پر غالب آ گئے تھے۔ دبا لیا۔ اور ساری توجہ اس حقیقی پھٹکی کے چھٹے ہوئے کپڑوں میں چھپانے کی طرف مبذول کی۔

پر ڈیٹا اسے آتے دیکھ کر ملامت آمیز لہجہ میں سمجھنے لگی: ”اماں میں تو سمجھتی تھی۔ تم واپس ہی نہیں آؤ گی۔“ پھر بڑھیا کے چہرہ سے یہ اندازہ کر کے کہ وہ کوئی

اچھی خبر لے کر آئی ہے۔ وہ خود ہی خوش و خرم نظر آنے لگی
 بڑھیا اُس سے مخاطب ہو کر بولی: "پرڈیٹا اب ہمارے پاس آنا روپیہ آ
 گیا ہے..."

کہ جائے پناہ اور روٹی کی فکر باقی نہیں رہی۔
 "ہاں اور اچھے کپڑے پہننے اور عمدہ مکان کرایہ پر لینے کی بھی صورت پیدا
 ہو گئی ہے۔"

پرڈیٹا اسی اطلاع سے بہت خوش ہوئی اور کہنے لگی: "اس سے معلوم ہوتا
 ہے کہ تمہارے بھتیجے نے... یا جو کچھ بھی اُس کا تم سے رشتہ ہو... تمہارے
 ساتھ بہت اچھا سلوک کیا۔"

بڑھیا نے بھئی کو اپنے کپڑوں میں جھنکاتے ہوئے کہا: "پرڈیٹا اس بھئی
 میں ایک سو پونڈ ہیں" پھر بھئی کو دوبارہ کپڑوں میں چھپا کر وہ کہنے لگی: "مگر آداب ہم
 یہاں سے رخصت ہو جائیں۔ کیونکہ میں نے کلیرنس ولیرز سے وعدہ کر لیا ہے کہ
 آئندہ اُسے اپنی صورت نہ دکھاؤں گی۔"

اس نے بعد دو نوں بیٹی لندن کے وسطی حصہ کی طرف چلنے لگیں۔ اور
 کاؤنٹ گاڈن کے قریب جا کر ایک تہوہ خانہ میں داخل ہوئیں۔ جہاں انہوں
 نے خوب پیٹ بھر کر کھانا کھایا۔ کیونکہ مکان اور خوشی کی وجہ سے اُن کی ہر گ
 خوب چمک گئی تھی۔

کھانے سے فاسع ہو کر انہوں نے چند منٹ اُس مکان کی مادگ عورت
 سے باتیں کیں اُس نے انہیں ایک خواب گاہ مہیا کر دی۔ اور چونکہ یہ رات بھر
 کی تہکی ماند سی تھیں۔ اس لئے آرام کرنے کو اُس کے اندر لیٹ گئیں۔

دوپہر کے قریب اُن کی آنکھ کھلی۔ تو اس وقت انہوں نے مالک مکان
 عورت سے دوبارہ ملاقات کی۔ اور اُس کی معرفت ایک اور عورت کو بلایا۔
 جو زمانہ پرچات فروخت کیا کرتی تھی۔ اُس سے انہوں نے مناسب حال کپڑے
 خریدے۔

اب پرڈیٹا اور اُس کی ماں نے اس قسم کی صورت بنانی شروع کی۔

جو اس سے بالکل مختلف تھی۔ جس میں ہم دنا و پریشتر نہیں دیکھ چکے ہیں۔ خوب نپا و موکراتوں نے لباس بدلا۔ جس سے بڑھیا کی صورت کم بدنظر آنے لگی۔ اور پرڈیٹا کا حسن تو چہار چند ہو گیا۔

جب وہ اس طرح پر تبدیلیاں لباس کر رہی تھیں۔ اس اپنی بیٹی کے حسن اور اس کے موزون خط و خال کو دیکھ کر خوش ہوتی تھی۔ کیونکہ وہ سوچتی تھی۔ ان دلفریبوں کو مناسب طریق پر فروخت کرنے سے خوب نفع کایا جاسکے گا۔ دوسری طرف پرڈیٹا آئینہ کے سامنے اپنی صورت کو دیکھ دیکھ کر اتراتی۔ اور اس قسم کے انداز اختیار کر رہی تھی۔ جو جلوہ حسن کو دوبالا کرتے ہیں۔

پرڈیٹا کے سیاہی مائل ہونے والوں میں بڑی احتیاط کے ساتھ لنگاہی کی گئی۔ اور انہیں فرنگ پشانی پر رنگ نکال کر بڑی موزونیت سے آراستہ کیا گیا۔ اس نے اپنے لئے جو لباس پسند کیا۔ وہ الیا تھا۔ جس سے اس کے سینہ کا ابھار پورے طور سے نظر آسکتا تھا۔ پھٹی ہوئی جرابیں اور بھاری جوتے اتار کر عمدہ بوتل اور لہجی جرابیں پہن لی گئیں۔ جس کی وجہ سے اس کی گداز ٹانگیں نازک ٹخنے اور لمبے گرتنگ پاؤں نے نہایت دلفریب صورت اختیار کر لی۔ سر پر رنگوں کا بنی ہوئی ٹوپی اور مثال اور صلیا گیا۔ اور اگرچہ پیکڑے بہت اعلیٰ قسم کے نہ تھے۔ مگر انکی بدلت بھی پرڈیٹا کے حسن نے اس قدر نمایاں صورت اختیار کر لی۔ کہ اس کو اپنی بیٹی کی قبول صورت پر تعجب اور حیرت ہوتی تھی۔

اس کی صورت اگرچہ جیسا ہم نے پیش سر بیان کیا۔ مگر وہ ادلفریب و نگیز تھی۔ تاہم لباس کی تبدیلی نے اسے ہی زیادہ عزت و اظہار کرنا شروع کر دیا تھا۔ ان کاموں سے فارغ ہو کر ان بیٹی لندن کے بازاروں کی سیر کو نکلیں۔ جہاں سے انہوں نے کچھ سامان آرائش اور چند ہلکی قسم کے زیورات خرید لئے پھر در بڑے ٹرنک خرید کر ان میں یہ سب چیزیں بھر دی گئیں اور انما وہ اچھے ہمراہ اسی ہتھو خانہ میں لے آئیں۔ جس کا ایک کمرہ انہوں نے کرایہ پر لے لیا تھا۔

بعد ازاں بوڑھی عورت اپنی بیٹی کو ٹیمپٹ شروٹ کے نیشہ نل بازار کی سیر کرنے لے گئی۔ جہاں پرڈیٹا اسی ایسی چیزیں دیکھیں کہ وہ تعجب اور حیرت زدہ ہو گئی۔

شاہدار مکانیں۔ خوشنما سکنات عظیم اشان سواریاں اور خوش پوش نوجوان
گھوڑوں پر سوار ان سب کی طرف پر ڈینا کی نظر رہ کر آہستہ ہی
خود اس کی صورت ہی لوگوں کی نگاہ کو اپنی طرف کھینچ رہی تھی۔ چنانچہ کئی عرصہ
عیاش اور کئی نوجوان ہائے اس کی صورت دیکھ کر رستہ چلتے رک جاتے تھے
شباب کے قدرتی حسن میں اس کے موزون ترپاس نے ایک عجیب شان دلکشی
پیدا کر دی تھی۔ اور اب اس کی صورت دیکھ کر بے اختیار دل میں نیز جذبات پیدا
ہونے لگتے تھے۔

پر ڈینا کی ماں کو لندن کی صورت بالکل ہی بدلی ہوئی نظر آئی۔ کئی بار ایسے
دیکھے۔ جو اس سے پیشتر اس زمانہ میں کہ وہ لندن میں رہا کرتی تھی موجود نہ تھے کئی
جگہ چوٹی گلیوں کی بجائے فرائح سڑکیں تیار ہو چکی تھیں۔ اور بعض مقامات پر عرصہ
سکنات نظروں سے غائب تھے۔ کہیں کہیں عجیب و غریب نئی عمارتیں تعمیر ہو چکی
تھیں۔ و بحضرت سٹریٹ میں اس نے ان دوکانوں کی تلاش شروع کی۔ جن سے سالہا
سال پیشتر اس زمانہ میں اس کا لین دین تھا۔ کہ وہ عابدانہ صورت اختیار کر کے لندن
میں رہا کرتی تھی۔ مگر اس نے دیکھا کہ ان دوکانوں کے مالک اور ان کا سامان فروخت
بالکل بدل چکا ہے۔ جن دوکانوں میں پسر نے کا سامان فروخت ہوتا تھا وہاں اب
کتابیں پڑھی ہوئی نظر آتی تھیں۔ اور جہاں کپڑا بکاتا تھا۔ وہاں چینی کے برتن موجود
تھے اس کے چچی میں آئی۔ بنگلن سٹریٹ میں باکر اس مقام کو بھی ایک نظر دیکھ
آؤں۔ جہاں وہ کسی زمانہ میں رہا کرتی تھی۔ لیکن سردست اس میں اتنی جرأت ہوئی
آگے قدم سرکس سے لے کر وائر لوپس تک رجسٹریٹ میں گھومنے کے
بعد وہ نوپاں مال دسٹ کی طرف مڑیں۔ اور تھوڑی ہی دیر چلی گئیں۔ کہ ماں نے
بیٹی کا اندازہ سے پکڑ کر کہا: ویکٹورل آف ایلیگنٹ مکان ہے۔

یہ سمجھا تو اس کی زبان سے نکلے ہی تھے کہ اس شاندار مکان کا دروازہ کھلا
اور چارلس ہیریٹ فیالڈ باہر نکل کر دو نو عورتوں کے پاس سے گذر گیا۔ اسے مطلق خیال
پیدا نہ ہوا کہ وہ میری طرف غور سے دیکھ رہی ہیں۔ کیونکہ وہ اس وقت خود اپنے خیالات
میں محو تھا۔ باہر نکل کر وہ آہستگی سے غیر یقینی کی حالت میں ایک طرف کو چلنے لگا معلوم

ہوتا تھا۔ وہ تازہ ہوائیے کو مکان سے باہر نکلا ہے۔ کوئی خاص دعا اُس کے پیش نظر نہیں۔

لیکن اس بے جبری اُس کی اپنی صورت کو دو فوٹو میں غور کی نظر سے دیکھ رہی تھیں۔ بوڑھی عورت کو اس غرض سے اُسے دیکھ رہی تھی کہ اُس کی نگاہوں سے اُس کے ذہنی حضائل اور فطرت کا اندازہ کرے۔ اور یہ معلوم کرے کہ اُس پر کس حد تک اقتدار قائم کیا جاسکتا ہے۔ اور پرڈیٹا اُس جوان کے خوبصورت چہرہ اور اُس کی اعضا کی سوزنیت کو اونٹنے جذبات کے زیر اثر دیکھ رہی تھی۔

وہ اُن کے پاس سے گزر گیا۔ اور چند منٹ تک ان بیٹی اپنے خیالات میں لپکتی ہوئی تھیں۔ کہ کسی کی زبان سے ایک لفظ بھی نہیں نکلا۔ آخر کار اس صبر خوشی کو پرڈیٹا نے ہی یہ کہہ کر توڑا۔ کہ "یقیناً یہ وہی جوان ہے۔ جس کا ذکر جیسی عورت نے اس قدر تعریفی لفظوں میں کیا تھا؟" یہ کہتے ہوئے اُس کی آنکھوں میں ایک قسم کا سرور پیدا ہو گیا۔ رحمانوں پر سرخی کی جہلک نظر آنے لگی۔ اور اُس کی خوشنما چہرے سے آہ نکلی۔

بوڑھی عورت کہنے لگی۔ میں یقیناً اسے اپنی مرضی کے تابع بنانے میں کامیاب بنی۔ حاصل کرونگی۔ سرورست ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ کسی خاص فکر میں ہے۔

پرڈیٹا بولی۔ "ہم جلد ہی ہی معلوم کر لیں گے۔ اُس سے کیا فکر لاحق ہے۔ مگر یہ بتاؤ۔ تم اُس سے ابتدائی تعلقات کیونکر قائم کرو گے؟"

بوڑھی عورت نے کہا۔ "یہ بالکل سہل ہے۔ سب سے پہلے ہمیں رہنے کے لئے کوئی اچھا مکان تلاش کرنا چاہئے۔ مجھے معلوم ہے۔ میںیں پاس ہی ایک بہت اچھا محلہ آباد ہے۔ جہاں میں اپنی مرضی کے مطابق مکان مل جائیگا۔ پرڈیٹا تم میرے ساتھ آؤ۔ ہمیں اس طرح قیمتی وقت ضائع نہ کرنا چاہئے۔"

وہاں دو نو عورتیں سنک شریٹ پال مال ایسٹ کی طرف چلیں۔ وہاں ایک خوشنما مکان کی کھڑکی میں یہ اسٹہار نظر آیا کہ مکان کا ایک حصہ کرایہ کے لئے خالی ہے۔ اس پر انہوں نے مکان میں داخل ہو کر اُس کے کمروں کا موازنہ کیا سکاڑے کیا۔ اور ایک ماہ کا پیشگی ادا کر کے پھر اُس ہتوہ خانہ کی طرف واپس ہوئیں۔ جو کاونٹ

گاڑی کے قریب واقع تھا۔ اور جہاں اُن کا اسباب پڑا تھا وہاں اس جگہ پہنچ کر انہوں نے کرایہ کی گاڑی منگائی اور سارا اسباب اُس میں رکھوا دیا۔ جتوہ خانہ کی ملاک محبت کو معمول انعام دیا۔ اور گاڑی بیان کو بھی معمول سے بہت زیادہ کرایہ اس نیت سے ادا کیا۔ کہ اگر کوئی پوچھے تم انہیں کہاں سے لائے ہو۔ تو وہ کسی عزت دار محلہ کا نام لے۔

ان اجتہادی انتظامات کو طے کر کے ماں بیٹی دونوں گاڑی میں سوار ہو کر نئے مکان کی طرف روانہ ہوئیں۔ اور وہاں انہوں نے اپنے لئے ستر اور س فشنر ہارڈنگ کے پُر عجب نام اختیار کر لئے۔

اگر وہ قصاب جو چند گھنٹے پیشتر دو پریشان حال نگہ اگر عورتوں پر رحم کہا کر انہیں اپنی گاڑی میں سوار کر کے لندن لایا تھا۔ اور جنہیں اُس نے اپنے حرق سے ایلیفنٹ اینڈ کیل سرکے میں شراب پلائی تھی۔ اب ستر اور س فشنر ہارڈنگ کو اُس فیشنبل مکان میں عمدہ لباس پہنے شام کے چھ بجے دسترخوان پر بیٹھے دیکھتا تو ہرگز یہ نہ کہہ سکتا کہ سنک شریٹ پال بال کی رہنے والی یہ دو عزت دار خاتین وہی گداگر عورتیں ہیں۔ جنہیں ان نے رحم کھا کر اپنی گاڑی میں سوار کیا تھا۔ اور اگر اتفاقاً یہ طور پردہ پر ڈیٹا کے خوشنما چہرے کو پہچان ہی لیتا۔ تو یہی خیال کرتا۔ کہ جو کچھ میں نے دیکھا۔ وہ کسی غیر معمولی سحر کا نتیجہ تھا۔

یہاں پر ہم اُن عجیب و غریب واقعات کی ہتھکڑی کو ختم کرتے ہیں۔ جو اس داستان میں آگے چل کر پیش آنے والے ہیں۔ اور جن سے ناظرین کو معلوم ہوگا کہ پردیٹا نے اپنے حق اور عشوہ گری اور اُس کی ماں نے اپنے مکر و فریب سے کیسے کیسے کام کر کے دکھائے۔ جنہیں ان سے کم ہمت یا غیر متقل مزاج عورتیں یقیناً غیر ممکن خیال کرتیں۔

میں نے! میں نے! عورت اگر بُرائی برائے ہو۔ تو وہ اپنے لئے لا جواب حق سے کیسے تباہ کن اثرات پیدا کر سکتی ہے!

باب ۱۲۹ اشتہاری ایجنٹ

جس روز مذکورہ بالا واقعات ظہور میں آئے اُس کے دوسرے دن مسٹر بلیٹن سٹائلز ٹیٹیک اُس وقت جبکہ صدر سقام کی گہڑیاں دوپہر کے گیارہ بجائیں رہی تھیں۔ کارن ہل کے قریب وجواریں ایک اشتہاری ایجنٹ کے دفتر میں پہنچا۔

ایجنٹ کو پہلے سے معلوم تھا کہ مسٹر سٹائلز ایک ایسی کمپنی کا منتظم ہے جسے مسٹر ایگن جیسے صاحب اثر و ثروت شخص کی صدارت کا فخر حاصل ہے۔ اس لئے وہ بڑے تپاک سے پیش آیا۔ مسٹر سٹائلز کو جبکہ کس سلام کیا۔ اور اپنے پرائیویٹ دفتر میں لے جا کر کہنے لگا: "فرمائیے مسٹر سٹائلز میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟"

مسٹر سٹائلز نے اپنے پرائیویٹ کی بہت سی نقایں جیب سے نکالیں اور کہنے لگا: "میں ان کا اجارات میں اشتہار دینا چاہتا ہوں۔"

بہت اچھا میرے دوست بہت اچھا! ایجنٹ مذکور نے کہا۔ آپ کو اس معاملہ میں میری ہدایات پر عمل کرنا چاہئے۔ اگر آپ کسی مہولی ایجنٹ کے پاس جاتے۔ تو وہ کتنا ضرور میرا ایک اخبار میں اشتہار دے گا۔ لیکن مسٹر سٹائلز نے ایمانی کو پسند نہیں کرتا۔ اور اپنے طویل تجربہ کی بنا پر یہ معلوم کر چکا ہوں کہ بعض اجارات میں اشتہار دینا سراسر بے سود ہوتا ہے۔ ان میں اشتہار دینا فو بیس کو برباد کر لے گا۔ برابر ہے۔"

اُس مشورہ کے لئے میں آپ کا تامل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ مسٹر سٹائلز نے کہا۔ "یقیناً ہمیں اخبار سٹائلز میں تو ضرور اشتہار دینا ہو گا۔"

جی ہاں ضرور۔ ایجنٹ نے کہا۔ وہ سب سے بڑا اخبار ہے اور کسی شخص کے سیاسی خیالات کو پہنچا دے گا۔ وہ اس کا مطالعہ ضرور کرتا ہے۔ اسی طرح مارٹنگ کرائیکل بھی اشتہار کا اچھا ذریعہ ہے۔ میرا اللہ پوسٹ اور ایڈورٹائزنگ کہ بھی اس فہرست میں شامل سمجھا جائے۔ اور سن گلوب اور ٹینڈرڈ کو اس فہرست

میں شامل نہ کرو تو سسر اور اہل حماقت ہو گا۔
 بے شک بے شک۔ مگر ڈیلی نیوز اور آپس کی نسبت آپ کا کیا خیال
 ہے؟ سسر سنا کرنے اس وجہ سے متعجب ہو کر کہا۔ کہ ان اخبارات کا ذکر نظر انداز
 کر دیا گیا تھا۔

”ڈیلی نیوز ایجنٹ نے سخت متعجب ہو کر کہا۔ آپس! اُس نے اور بھی زیادہ
 اخبار حیرت کرتے ہوئے کہا۔ میرے دوست مہمان فرمائیے۔ لیکن کیا آپ کے
 حواس قائم ہیں؟ کیا خدا بخو استہ آپ پر ویوانگی تو طاری نہیں۔ ہو گئی ہے؟“
 انہیں سسر سنا کرنے سے عادت بڑے سکون کے ساتھ جواب دیا۔
 ”آپ کو یہ خیال کیوں پیدا ہوا؟“

”کیوں پیدا ہوا؟“ ایجنٹ نے سخت تعجب ظاہر کرتے ہوئے کہا۔ حضرت
 یہ خیال پیدا ہوا قدرتی تھا۔ کیونکہ آپ اس قسم کے قابل حماقت پرچوں میں مبتلا
 دینے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ کہ جن کو... بندہ نوازیہ پرچے تو اخبارات کا نام بدنام
 کرنے والے ہیں۔ میری رائے میں ان کے وجود سے بڑھ کر کوئی چیز اخبارات کی بُرائی
 کا موجب نہیں ہو سکتی۔ بھلا کبھی آپ نے اخبار ڈیلی نیوز پڑھا بھی ہے؟“
 سسر سنا کرنے لگا۔ میں نے اس اخبار کو کبھی دیکھا تو نہیں البتہ اُس کا
 نام سنا ہے۔“

آدمیری رائے میں سوائے اس حالت کے کہ آپ دینگ یا واٹ چیل
 کی اُجر گلیوں میں جائیں۔ اُسے کہیں دیکھ بھی نہیں سکیں گے۔“ ایجنٹ نے اندازِ نفخ
 سے کہا۔ کوئی عزت دار اخبار فروش انہیں اپنے ہاں رکھنا پسند نہیں کرتا۔ اس لئے
 نہیں۔ کہ اخبار فروش باقی دو کا بازاروں کی نسبت زیادہ چھیر پرست ہوتے ہیں۔
 بلکہ اس وجہ سے کہ وہ ہی خوب جانتے ہیں۔ کوانا چہ کب۔ کتنا ہے اور کوانا
 نہیں۔ یہ آپس اُسے میں سسر دھوکے کی نئی سمجھتا ہوں۔ کیونکہ اس میں کم و
 بیش وہی سٹامین ہوتے ہیں۔ جو صبح کے وقت ڈیلی نیوز میں چھپ چکے ہیں۔ اتنا
 بھی نہیں ہوتا۔ کہ عبادتی غلطیاں درست کرنی جائیں۔ میری آزادانہ رائے یہ ہے
 کہ ان دونوں سے زیادہ قابل نفرت مین بینی قیمت کا کوئی بھی اخبار نہ ہو گا۔ ایسا

معلوم ہوتا ہے کہ جتنے قابل مضمون نگار لندن میں موجود ہیں۔ وہ سب اپنی اخبارات
نے اپنے حلقہ اثر میں لے لئے ہیں اور اب نیوز اور ایکسپرس کے لئے صرف ادنیٰ
ترین بازاری نامہ نگار باقی رہ گئے ہیں۔

سٹرسٹائلز کہنے لگا۔ میرا خیال یہ تھا کہ ڈیلی نیوز کو ستر چار سو فکٹریز
کی سرپرستی میں جاری کیا گیا تھا۔ اور اس میں اس ستر چار سو فکٹریز کے
نوٹ کے فرضی نام سے چھپا کرتے تھے۔

ٹھیکر ہے۔ اشتہاری ایجنٹس نے تسلیم کیا۔ لیکن چارلس ڈکنز کا نام
ہی کسی اخبار کو سب سے زیادہ بدنام کرنے کے لئے کافی ہے تاکہ وہ ایک
زبردست ناول نویس تھا۔ یعنی ایسا کہ اسے اپنے زمانہ کا فیلڈنگ کہا جائے
تو بے جا نہ ہوگا۔ لیکن اخبار نویس کے فن سے وہ بالکل بیگم تھا۔ اخبار نویس
کے مالکوں نے اس کے نام کی آرٹ میں اخبار کو ترقی دینے کی بہت کوشش
کی۔ مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ جس وقت اخبار جاری ہونے کو تھا۔ تو سرخوش خیال کرتا
تھا اس کی بدولت اخباری دنیا میں انقلاب عظیم پیدا ہو جائیگا۔ لوگ کہتے تھے ہنر
کی اشاعت آدھی رہ جائے گی۔ اور کرائیکل تو بالکل ہی تباہ ہو جائیگا۔ مگر فکٹریز
جو کچھ ہوا۔ وہ بیمار کمپوڈ نے پر چھپا برآمد ہونے کی مشہور مثل کے عین مطابق
ہوا۔ چنانچہ اخبار کو دیکھ کر بعض لوگوں کو تو یہ خیال پیدا ہو گیا کہ اخباری فن کے
نظریات مضمون نگاروں نے محض اخبار نویس کا مذاق اڑانے کے لئے اسے

جاری کیا ہے۔ اس کے مضامین پھیکے۔ حواشی قابل گرفتہ اور اشتہارات سرسبز
لغو ہوتے تھے۔ لیکن معلوم ہوتا ہے۔ اخبار نویس کے میدان میں ادنیٰ سے
ادنیٰ اثر بھی ایک نزل ہے۔ کیونکہ جس وقت اخبار کی قیمت پانچ پینس سے
ڈوبائی پینس ہو گئی۔ تو اس کی لغویت میں کمی گنا اضافہ ہو گیا۔ اس اخبار کا ایک
اخلاقی صیغہ ہی ہے۔ جسے ایک۔ نوجوان ڈاک نامی کے ہاتھ میں دیا گیا ہے۔
اس شخص سے زیادہ احمق اور گدھا کبھی کسی کے دیکھنے میں نہیں آیا ہوگا۔ اس کا
تماعہ ہے کہ انہیں ان لوگوں کی ایک۔ بڑی تعداد نے کراں پر مجموعی ریلوے لکھنے
بیٹھا ہے۔ لیکن جسے وہ ریلوے پوچھتا ہے۔ اس میں اور بد مزہ باقی ہیں وہ فرق نہیں

اور پھر اپنی تحریر میں وہ اس قسم کا سکون اور استفادہ حاصل کرتا ہے کہ ~~کچھ~~ ہوتی ہے۔ سچ پوچھئے تو اخبار ڈیلی نیوز اخلاق کی اشاعت کے بہانے اپنا ضمیر اس بد تمیز بنانے کے حوالہ کر چکا ہے۔ ایسا کان اخبار یہ سمجھتے ہیں کہ ایک غلط نوٹیں معنون نگار کی قابل اعتراض تحریروں سے اس کی شہرت بحیثیت ایک سنجیدہ اور نکتہ رس اخبار کے قائم ہو جائے گی۔ مگر آپ سمجھ سکتے ہیں یہ کیونکر ممکن خیال کیا جاسکتا ہے۔ وہ قابل نفرت شخص جس کا میں نے ذکر کیا۔ اخبار آتھنیم کے ایک کا بیٹا ہے۔ وہ ہی اخبار جس پر بلورٹن نے اپنے ایک مشہور ناول میں کئی سال پیش زبردست اعتراضات وارد کئے تھے۔ اس اخبار آتھنیم کے مظلومین بجائے خود اتنے لغو اس قدر فضول اور اتنے قابل اعتراض ہوتے ہیں۔

مشہور ہوتا ہے آپ کو ان اخبارات سے سخت عناد ہے۔ مہرٹا لٹرن نے کہا چونکہ اس کو ایک گھنٹہ کے لئے فرصت تھی۔ اس لئے اس نے ایجنٹ کی کیفیت سننے پر وقت کی کمی کی وجہ سے کسی قسم کا اعتراض نہ کیا۔

”بہنیں نصیب۔ مجھے ہرگز کسی اخبار سے عناد نہیں۔ اشتہاری ایجنٹ نے جواب دیا۔ میں جو بھیہ بیان کر رہا ہوں۔ وہ اصولی اختلاف کی بنا پر ہے۔ مجھے ان اخبارات پر اعتراض اس لئے ہے کہ میں برطانیہ کے اخبارات کا مدارج ہوں اور کسی ملک کے عہدہ اخبارات کا وجود خود اس ملک کے لئے باعث فخر سمجھتا ہوں یہی وجہ ہے کہ جب میں اخبارات سے اونے اور نہایت کمیتہ کام لئے جاتے دیکھتا ہوں۔ جب مجھے ڈیلی نیوز اور ادراک سپر میں جیسے حقیر اخبارات عزت داری کا دعویٰ کرتے نظر آتے ہیں۔ تو بجا طور پر رنج اور غصہ پیدا ہوتا ہے۔ اخبار نیوز کے متعلق آپ خود دیکھ لیجئے کہ اس نے تلوڑے ہی عرصہ میں کتنے رنگ بدلے ہیں۔ پہلے اس کی ہیئت پانچ پنس فی رچہ ہوتی تھی۔ پھر ڈیلی پنس اور پھر تین چھ پنس ہوئی۔ مگر ان بے شمار تبدیلیوں کے باوجود اخبار کی متعلق ہستی قائم نہیں ہو سکی۔ ناپ نے دیکھا ہو گا کہ اس میں زیادہ سے زیادہ تین کالم کے اشتہارات ہوتے ہیں۔ اور یہ امر واقعہ ہے کہ ٹائمز میں ایک دن میں اتنے اشتہارات چھپ جاتے ہیں۔ جتنے نیوز نے آج تک اپنی ساری عمر میں چھاپے ہیں۔ پارلیمنٹ کے جن بارنگل

اس اخبار سے تعلق ہے۔ وہ بھی تو اس تعلق کی وجہ سے بے حد شرمسار ہیں۔ اور دارالعوام کی گیلری کا محافظانہ پیش تر حمانہ نظر سے دیکھا کرتا ہے۔ کیونکہ وہ جانتا ہے۔ وہ خود اس اخبار کی قائم مقامی گواہ بننے کے لئے کتنا ذلت آفرین سمجھتے ہیں۔ آپ نے کبھی اس اخبار کی رائے کا ذکر اس کے معاصرین میں نہ دیکھا ہو گا۔ کیونکہ باقی اخبارات کے مدیر اسے اخبار سمجھتے ہی نہیں۔ اس نے شہرت یا بدنامی حاصل کرنے کے لئے بے شمار چالیں اختیار کی ہیں۔ بار بار وہ اعلیٰ درجہ کے اخبارات کے منہ آ رہے اور کئی بار اس نے ان کی خوشامد بھی کی ہے۔ مگر نتیجہ کچھ نہیں نکلا۔ معاصرین اس کے وجود کو تسلیم ہی نہیں کرتے۔ اور وہ اس کے مغلطات یا خوشامدانہ تحریروں کو زیر نظر لینا کسر شان سمجھتے ہیں۔ آپ کو شاید یہ سن کر تعجب ہو گا۔ کہ اس اخبار کا ایڈیٹر اپنے عہدہ سے شرمسار ہے۔ مگر وہ اس لئے کام کئے جاتا ہے۔ کہ سمجھتا ہے اگر میں نے اپنا تعلق قطع کر لیا۔ تو مجھے دوبارہ انہی ادنیٰ معتمدوں نگاروں کے زمرہ میں شامل ہونا پڑے گا۔ جن کی صف سے نکل کر وہ اس اخبار کی کرسی ادارت پر پہنچا ہوا مشر سنا لڑنے پوچھا۔ آخر ایسے اخبار کی ہستی کیونکر قائم چلی جاتی ہے؟

اشتہار می ایجنٹ کہنے لگا: آپ کا یہ سوال خود مجھ کو متعجب کر رہا ہے کیونکہ اس کی تہ میں لندن کا کوئی عظیم راز پوشیدہ ہے۔ جسے یقیناً میں حل نہیں کر سکتا۔ یہ ایک ایسا سوال ہے۔ جس کا جواب زمانہ ہی بہتر دے سکتا ہے۔ سر دست آپ میری رائے پر چلیں۔ تو اس اخبار میں اشتہار دینے کا ہرگز ارادہ نہ کریں جس کی اشاعت اور حلقہ اثر محدود... جس کی تحریروں حلات پیش آمدہ کے مطابق تحقیق آئینہ یار یا کار علی پر مبنی ہوتی ہیں۔ اور جس کے مضامین خاص اتنے چمکے اور نیچے ہوتے ہیں۔ کہ کوئی انہیں پڑھنے پر آمادہ نہیں ہو سکتا۔

۱۔ ایک قابل توجہ ترین قیمت کے اخبار نے جسے ڈیلی نیوز کہتے ہیں ۲ نمبر کے پرچہ میں ایک مضمون درج کیا۔ جو بظاہر آزادانہ تعانیف پر تنقید کا درجہ رکھتا تھا۔ مگر جس میں مشرینا لڑنے کے ناول گزشتہ گزشتہ پر ایک نہایت جلد ۵۰ اور ناشائستہ جملہ کیا گیا تھا۔ یہی مضمون اسی شام کے اخبار اکسپریس میں شائع ہوا۔ واضح رہے کہ اس اخبار کے سارے مضامین دسی ہوتے ہیں۔ جو ڈیلی نیوز کے نسخے کے پرچہ میں درج ہو چکے ہیں۔ اگرچہ ہم اس اخبار کی ہستی سے مضمون مذکور کی اشاعت

شر بلین سٹائٹز نے کہا: میں اس مفید مشورہ کے لئے آپ کا ممنون احسان ہوں۔ مگر غالباً آپ کو اخبارات و نیکی ڈیپچ "سٹڈے ٹائمز" بیکسز لائف ان لندن پر تو کسی قسم کا اعتراض نہیں ہوگا؟

نہیں۔ یقیناً یہ سب بہت اچھے اخبارات ہیں۔ اور میرے پاس ایسے اخبارات کی ایک فہرست موجود ہے جو میری رائے میں آپ کے اشتہار کے لئے مفید ہونگے۔

کے وقت تک بالکل لاعلم ہی تھے۔ مصنون بظاہر کسی پر خوف چھو کر سے کا لکھا ہوا تھا۔ اور اس کا بوجہ اتنا وحشیانہ اور آناکیتنا آئینہ تھا۔ اور ہمارا مصنون اس عمدہ غلط بیانیوں سے پرہیز کرتا کہ اس کا جواب دینا لازم آیا ہم جانتے ہیں۔ نہ تو اخبار ڈیلی نیوز اور نہ اس کے شام کے ٹیبلٹ کی ایسی اشاعت سے کہ یہ سمجھا جائے کہ ان غلط بیانیوں کی اشاعت جو ایک ذلیل مصنون لگا کر نہیں کر چکا خاص وقت رکھتی ہے۔ مگر ہمارے حالات پیش نظر رکھ کر بہتر یہی سمجھا گیا کہ مکمل کی معرفت ان ہر وہ اخبارات کے ایڈیٹروں کے نام اس مطلب کے نوٹس بھیجائے جائیں کہ وہ اپنے ہنگ آمیز الفاظ کو واپس لیں اور مکمل معافی مانگیں۔ ورنہ ان کے خلاف عدالتی چارہ جوئی کی جائے گی۔ ہمارے قانونی مشوروں نے ان اخبارات کے ایڈیٹروں کے نام ایک نہایت متبادلہ اور شریفانہ دہانسی نوٹس بھیجا جس سے ہر دو ایڈیٹروں کو بخوبی ہی ہوش آ گیا۔ ان اخبارات کے امکان برٹریسی اور لالو نر جو کہ اس سے پہلے ہی سرسبز یاول اور وینرنگ کے ساتھ مقدمہ بازی میں مصروف تھے۔ اس لئے تمہاری چارہ جوئی کی دہانسی سے کاپی اٹھے۔ چنانچہ ہر دو اخبارات نے مشکل کے روز ۱۰ دسمبر کے پرچہ میں ان نقطوں میں معافی طلب کی :-

ہمیں ایک چھٹی موصول ہوئی ہے جس میں اس بات پر اعتراض کیا گیا ہے کہ مسز نیلڈس کی تصنیف "گرنارگرین" ان ادبی قسم کی تصانیف میں شامل کی گئی جس میں مجراں نظاروں کا بیان صحیح و سوز طریق پر کیا گیا ہے۔ اور جن کی وجہ سے بعض شرناک افعال کا اظہار ہوتا ہے ہم اعتراض کرتے ہیں کہ نا دل "گرنارگرین" پر یہ اعتراض وارد نہیں ہوتا اور اس میں اور تقاضاں خواہ کچھ ہوں۔ بہر کوئی بات اس قسم کی موجود نہیں۔ جسے ایک مصنف کی شان تحریہ کے خلاف سمجھا جائے۔ ہمارے ناظرین و دیگر کہہ سکتے ہیں کہ نیوز اور ایکسپرس کا اخلاق کس پایہ کا ہے۔ پہلے تو انہوں نے "گرنارگرین" پر زوردار اعتراضات وارد کئے لیکن پھر قانونی مداخلہ کے خوف سے ٹوڑا ہوا اپنے اعتراضات کو واپس لینے اور یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہو گئے کہ اس میں کوئی بات قابل اعتراض نہیں ہے۔ ہم سوال کرتے ہیں کہ جس حد تک وہ ہمارے مصنون لگا کر اس بات کو جائز سمجھا۔ کہ قانونی موصوف کی تحریہ میں کوئی بات ایسی نہیں۔ جسے جیسا توڑ سمجھا جائے تو پھر اس نے اس قسم کا اعتراض کیوں وارد کیا؟ اس نے صریحاً اور عمدہ دروغ بیانی کی۔ اور اب اس نے اپنے نقطوں سے اپنے آپ کو قابل نفرت و حقارت دروغ گو ثابت کیا ہے ہم ایسے دروغ گو کو سخت مذمت کے قابل سمجھتے ہیں۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ ان اخبارات کی تنقید اس صورت میں کیا وجاہت رکھ سکتی ہے

زیر تھوڑے سیلیم کے منتظم نے جواب دیا۔ "میں ہر طرح آپ کے مشورہ پر عمل کرنے کو آمادہ ہوں۔ چنانچہ اس نے اپنی برجس کی جیب میں ہاتھ ڈال کر چاندی اور پیتل کے کچھ سکے کھنکھائے پھر کہنے لگا۔ "میں سو دو سو پونڈ آپ کو پیشگی دے جاؤں یا آپ بعد کہ سارا حساب بھیج دیں گے؟"

کہ اسے ایک ادنیٰ اور جس کے مضمون نگار کو اپنے ادنیٰ تر جذبات کے اظہار کا ذریعہ بنانے کا موقع دیا جائے؟ اس نقاد کی سخریہ کا کیا اثر ہو سکتا ہے۔ جو مفقہ بھر بعد اپنے آپ کو غلط بیانی اور دروغ گوئی کا مجرم تسلیم کرے؟ اور یہ دوا اخبارات ان اصحاب کی ملکیت ہیں جنہوں نے اپنے سب ایڈیٹر مسٹر راول اور مسٹر ویننگ کو اس وجہ سے توفیق کر دیا کہ انہوں نے اخبار میں ایک مفقہ دلوال کی کیفیت درج کی تھی جس کے متعلق زیر در الذہن نے مالکان بریڈبرنی اور ایوننگ کو لکھا تھا کہ آپ اس خبر کو درج اخبار نہ ہونے دیں۔

سم اُمید کرتے ہیں کہ وہ قابلِ نصرت یادہ گوشخص جو اخبارات میوز اور ما کسرس میں تنقید کا فرض ادا کر رہا ہے۔ اپنے ناظرین کی حدود و قیود کے سلسلے میں بیان کرنا ضروری سمجھو گا۔ کہ بین پیش قیمت کے ان دو اخبارات کی ابتدا کیونکر ہوئی اور وہ موجودہ حالات تک کس طرح پہنچے۔ اس صورت میں اسے بیان کرنا ہو گا۔ کہ اخبار میوز کی قیمت پہلے پانچ پینس رہی تھی اور دوسری یہ کیا جاتا تھا کہ جس وقت یہ اخبار شائع ہوا۔ تو دنیا کا کوئی اخبار اس کا مقابلہ نہ کر سکیگا۔ چنانچہ اسی خیال سے اس کے افتتاح کی رسم چارلس ٹوکنز کے ہاتھوں ادا کر دی گئی تھی اس کے متعلق دو سو دو سو پینس سے اشتہارات شائع کئے گئے۔ لیکن انجام کار کو وہ کندن دکاہر کوڑ کی مثال صادق ہوئی۔ کیونکہ جذبات فوسٹناک اور قابلِ حقارت پر چڑھ کر میوز ثابت ہوا۔

ایسا بہت کم دیکھنے میں آیا ہو گا۔ سنا ہے کہ ایک دوست نے مشورہ کیا کہ برلن کو سڑے فخر سے اپنا کوٹ دکھایا۔ تو وہ اس کے کان پر نہ ٹکلی رکھ کر کہنے لگا۔ "کیا اسی کا نام کوٹ ہوتا ہے؟" اسی طرح جب اخبار میوز کا پہلی پرچہ نکلا۔ تو وہ لوگ جنہیں اس کے متعلق بڑی بڑی امیدیں تھیں۔ اس کا پرچہ ہاتھ میں لیکر ایک دوسرے سے پوچھتے تھے۔ "کیا اسی کا نام اخبار ہوتا ہے؟" ہر صدمہ و راز تک اخبار کو گراں قیمت پر چلائے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے اس کے مالکان نے جب یہ دیکھا کہ ملک کے سربراہ اور وہ اخبارات کا مقابلہ کرنا ہر غیر ممکن ہے تو آخر کار انہوں نے ایک دفعہ فیصلہ کر لیا۔ کہ اخبار کو اپنی قیمت پر فروخت کیا جائے۔ جس کا وہ مستحق ہے۔ چنانچہ انہوں نے اس کی قیمت پانچ پینس سے گھٹا کر جب ڈیڑھ پینس کر دی۔ جس کا مسئلہ ہے۔ کہ جو لوگ اب انہوں لٹریچر کو نالیند کرتے اور حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ انہیں نے اس وقت ارزانی کی حمایت کی۔ چنانچہ مسٹر ڈاک کو ویلنگٹن ہسٹریٹ میں اخبار ایٹھ پینس کے دفتر سے خاص طور پر طلب کیا گیا۔ مگر اس کی کوششوں سے جو کامیابی حاصل ہوئی۔ اس کے بعد کبھی سے حقیقت میں اس مسئلہ کو اخبارات چلانے کے متعلق اپنی کبھی واقفیت نہیں۔ جتنی اس کے سابقہ اخبار ایٹھ پینس کو ارزانی کے متعلق سے عرض مالکان اخبار کو جلد ہی ہی مضموم ہو گیا۔ کہ کوئی پیش میں نہیں تھا اس اخبار کا چلانا غیر ممکن ہے۔

ایجنٹ اشتہارات کہنے لگا۔ سٹرٹاٹلز آپ پیشگی کا خیال نہ کریں یہ معاملہ بالکل معمولی ہے۔ ایک بار کے اشتہارات کی لاگت تین سو پونڈ سے زیادہ نہ ہوگی اور میں یہ مختصر صاحب آپ کی کمپنی کے سیکرٹری کو اس وقت بھیج دوں گا جب ڈائریکٹروں کے بورڈ کا پہلا جلسہ منعقد ہوگا۔

بہت اچھا بہت اچھا سٹرٹاٹلز نے کہا۔ اور اس تصفیہ کے بعد ہر دو اصحاب ایک دوسرے سے جدا ہوئے سٹرٹاٹلز وہاں سے رخصت ہو کر گاراوے کے قہوہ خانہ میں پہنچا جہاں اس نے کھڑے کھڑے بیچ کھایا۔ اور اس کے بعد اپنے دفتر واقع کراچی ہلال چیمبرز میں چلا گیا۔

باب ۱۳۰ ہریٹاٹلز ہارڈنگ

سنز اور سنس فٹنر ہارڈنگ کو صدر مقام عالم میں وارد ہوئے۔ ایک ہفتہ گزر چکا ہے۔ لیکن اس عرصہ میں انہیں چارلس ہیٹ فیلڈ سے شناسائی پیدا کرنے میں کامیابی حاصل نہیں ہو سکی۔ وہ ان سے اب بھی آنا ہی ناواقف ہے۔

چنانچہ پھر اس کی قیمت تین مہینے کر دی گئی اور کسی نہ کسی طرح دنیا کو بیانے کے لئے اس کا ایک نسخہ انہیں کے نام سے شام کے وقت شائع کرنا شروع کیا۔ جس کا مضمون سارے سارا ایسا ہی ہوتا ہے۔ جو صبح کے وقت اخبار کی نیوز میں شائع ہوتا ہے۔ البتہ تازہ ترین خبروں کا عنوان قائم کر کے چند سطور اور پھر ادھر سے بھرنی شروع کر دیتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ڈی بی نیوز ایسی کامیابی کے لئے بھی آپریشن چکا ہے۔ مگر کسی طرح منزل مقصود تک پہنچ نہ سکا۔ اور ایسی انقلاب آئندہ مہینے کے بعد وہ معاملہ اخلاق شکنے کا دعویٰ کرتا ہے۔ شاید اس کام میں اسے زیادہ کامیابی حاصل ہو جائے مگر حاکمیت یہ ہوئی۔ کہ یہ ایک ایسے قابلِ حقارت قلم کش کے سپرد کیا گیا۔ جو تفصیل اور پھل پھل بازی میں بھی تیز نہیں کر سکتا۔

سب سے بدست ہم اس سے زیادہ کہنا نہیں چاہتے ہم نے نیوز اور آپس دو دو اخبارات سے تسلیم کر لیا۔ کہ وہ دروغ گو اور ریاکار ہیں۔ لیکن ایک بات میں ہم یقین نہیں کرتے کہ اسے اس قدر کمزور کر لیا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ آج تک ان اخبارات نے جو کچھ لکھا ہے اسے ہم اتنا قابلِ ستائش سمجھتے تھے کہ کبھی ان کا نوٹس پسند نہیں کیا۔ کیونکہ ہم اس کا کبھی شانِ خیال نہ کرتے تھے۔ مگر اب آخر کار ہم ان اخبارات کا اپنے رسالہ میں ذکر کر کے ان کی باقیمت شہرت کا ذریعہ بناتے ہیں۔ (ماخوذ از رسالہ رینالڈس سینی نمبر ۵۶)

حییہ اس روز بنا۔ جب ماں بیٹی نے اسے پہلے دن لارڈ ایلمنگھم کے مکان سے نکلنے دیکھا تھا۔ اگرچہ اب مسٹر فز ہارڈنگ نے یہ بات ضرور سن کر کہتی ہوئی سکڑ جس نوجوان کو اس نے اس روز دیکھا۔ وہ چارلس ہیٹ فیلڈ ہی تھا۔

فی الحقیقت وہ بڑھیا لندن میں اپنی آمد کے دن سے اس کام میں جو اس کے پیش نظر تھا۔ غافل نہیں رہی تھی۔ اس کا قاعدہ تھا کہ ہر روز شام کے وقت دو گھنٹے ارل کے مکان کے قریب ادھر اُدھر پھرتی رہا کرتی۔ تاکہ اگر وہ جوان گھر سے باہر نکلے تو یہ کسی طرح اس سے سلسلہ کلام شروع کر سکے مگر اتفاق ایسا ہوا۔ کہ ان ایام میں اس کا غروب آفتاب کے بعد گھر سے نکلنا ہی نہ ہوا۔

ان حالات میں وہ اس نکلنے ہوئی۔ کہ کامیابی حاصل کرنے کے لئے کوئی اور طریقہ اختیار کرے۔ اور شام کی بجائے دن کے وقت ہی اس سے ملے۔ لیکن اسے کوئی نئی ترکیب اختیار کرنے کی ضرورت محسوس نہ ہوئی۔ کیونکہ آٹھویں شام کو جب وہ پال مال کے بازار میں چکر لگا رہی تھی۔ اس نے رات کے ۹ بجے کے قریب اس جوان کو گھر سے نکلنے دیکھا۔

وہ بلا تاویل اس کی طرف بڑھی۔ اور پاس جا کر کہنے لگی۔ "مسٹر ہیٹ فیلڈ کیا آپ چند منٹ کے لئے میری ایک گزارش سن سکتے ہیں؟"

نوجوان نے اس کی طرف مڑ کر دیکھا تو معلوم ہوا۔ کہ وہ ایک بد وضع سا وہ پوش عمر رسیدہ عورت ہے۔ لیکن چونکہ اس نے اسے جن لفظوں میں مخاطب کیا۔ ان سے معلوم ہوتا تھا۔ کہ وہ کوئی رزویل یا گداگر عورت نہیں۔ اس لئے اس نے اسے مودبانہ لہجہ میں جواب دیا۔ "ہاں میڈم جو کچھ آپ کو کہنا ہو فرمائیے میں شوق سے سننے کو آمادہ ہوں۔ مہربانی سے اس مکان کے اندر تشریف لے آئیے۔ یہ ارل آف ایلمنگھم کا مکان ہے۔"

نننا ہم یہ بات بھی درج کر دینا چاہتے ہیں۔ کہ بڑھیا ان موقعوں پر عمدہ ہکا بکا لباس پہنا کرتی تھی۔ کیونکہ وہ جانتی تھی۔ کہ اگر میں نے عمدہ لباس پہنا۔ اور مجھے کسی سے رابطہ دیا۔ پولیس کے سپاہی نے اسے اسرار و آوارہ پھرتے دیکھا۔ تو اسے ضرور تہمت ہوگا۔

بڑھیا چارلس سے مخاطب ہو کر کہنے لگی۔ "مجھے معلوم ہے۔ یہاں کون رہتا ہے لیکن میں چونکہ آپ سے تنہائی میں گفتگو کرنا چاہتی تھی۔ اس لئے میں نے آپ کو بازار میں

روکا۔ جس کے لئے میں معافی کی خواست گارہوں۔
چارلس نے جواب دیا: "سیدم اگر آپ کسی خاص اہمیت کے سوال پر ہی گفتگو
کرنا چاہتی ہیں۔ تو آپ کی معذرت غیر ضروری ہے۔"

"بے شک معاملہ بڑی اہمیت کا ہے۔" سنزفٹن ہارڈنگ نے پراسرار طریق
پر اپنے نقطوں پر زور دے کر کہا: "لیکن میں آپ سے یہاں سر بازار اس کا ذکر
نہیں کر سکتی..."

چارلس کسی قدر بے صبری سے کہنے لگا: "پھر کیا میں آپ سے عرض نہیں کر
چکا کہ اس مکان میں تشریف لے چلے۔ جو میرے عزیز ترین رشتہ داروں کا اپنا
اور میں بھی یہ عرض کر چکی ہوں کہ میں آپ سے اس معاملہ پر تنہائی میں ہی
گفتگو کرنا چاہتی ہوں۔" بڑھیا نے بڑے استقلال سے جواب دیا: "اطمینان رکھتے ہیں
آپ کو کسی مشکل میں پھنسا نہیں چاہتی اور نہ ہی خیال کیجئے کہ میرا عا آپ سے کسی قسم
کی مالی امداد طلب کرنے کا ہے۔"

"تو اس صورت میں یہ فرمائیے آپ چاہتی کیا ہیں؟" چارلس نے جلدی سے پوچھا
صرف ۱۰ منٹ کی پرائیویٹ گفتگو۔ چہ نہایت اہم معاملات پر... جن کا
تعلق خود آپ کی ذات سے ہے۔ سنزفٹن ہارڈنگ نے بڑے استقلال کے ساتھ
کہا: "اور اس کے بعد قبل اس کے کہ وہ جوان کوئی اور لفظ نہ سے نکال سکتا۔ اس
نے کہا: "مسٹر سیٹ فیلڈ کسی اور وجہ سے نہیں تو خود اپنے فائدہ کی خاطر غریب خانہ
تک جو پاس ہی واقع ہے۔ چلنے کی زحمت فرمائیے... کیا آپ کو اس میں تا
ہے؟ خیر آپ کی مرضی۔ اس صورت میں ثابت ہوا کہ آپ خود اس خفیہ رنج کا درنا
نہیں چاہتے۔ جو آپ کے ذہن پر حاوی ہے۔"

"آہ! یہ کیا الفاظ تھے۔ جو میں نے سنے؟" فوجوان نے اس طرح چونک کر کہا
گو یا کسی چیز نے اس کی روح تک کو مرتعش کر دیا ہو۔

"میرے الفاظ یہ تھے کہ اگر آپ نے میرے ساتھ چلنے میں تامل کیا۔ تو ایک
بیش قیمت موقعہ ان اسرار کے حل کا... کے ہاتھ سے نکل جائے گا۔ جو بکا آپ
کی ذات سے نہایت قریبی تعلق ہے۔ اور غالب ہے کہ یہ وقت پھر بھی آپ کو نہ

یہ کہتے ہوئے سسر فٹنر ہارڈنگ نے چارلس ہیٹ فیلڈ کی طرف ایک عجیب
 پراسرار اور دہشت ناک نظر سے دیکھا۔ جس کا اس نوجوان پر جو پہلے ہی اس کے
 لفظوں سے بہت متعجب ہو گیا تھا۔ خاص اثر ہوا۔ بڑھیا اپنے دل میں محسوس
 کرتی تھی۔ کہ تیرنٹانہ پر بیٹھا ہے۔ اور مجھے اپنی چال میں ضرور کامیابی حاصل ہوگی۔
 ایک منٹ تک خاموشی رہی۔ اور اس کے بعد یکایک چارلس کھینے لگا۔
 آخر آپ کون ہیں اور آپ کو میری نسبت کیا معلوم ہے؟ اس کے انداز سے
 پایا جاتا تھا کہ وہ حیرت تعجب اور شش در شش کی حالت میں ہے۔
 بڑھیا نے کہا۔ میرا نام فٹنر ہارڈنگ ہے اور مجھے آپ کی نسبت سارے
 اور مکمل حالات معلوم ہیں... اس قدر جن کا آپ کو شبہ بھی نہیں ہو سکتا۔ لیکن
 اس سے زیادہ میں ایک لفظ یہی یہاں پر زبان سے نہیں کہوں گی۔ اب اس کا
 فیصلہ آپ پر ہے کہ آپ میرے ساتھ جانا چاہتے ہیں یا نہیں...
 فیئر میڈم۔ میں آپ کے ساتھ چلنے پر آمادہ ہوں۔ چارلس ہیٹ فیلڈ نے
 فیصلہ کن لہجہ میں کہا۔ بتائیے آپ کا مکان کہاں پر واقع ہے؟
 وہ بولی۔ ہم صرف پانچ منٹ کے عرصہ میں وہاں پہنچ جائیں گے۔
 اس کے بعد دونوں چپ چاپ سنگ شریٹ پال مال کی طرف ہوئے
 چارلس دل میں اس بات پر حیران ہو رہا تھا۔ کہ یہ عورت کون ہے۔ وہ مجھے کیا
 بتا سکتی ہے۔ اور اسے وہ اہم واقفیت جس کا وہ مجھ سے ذکر کرنا چاہتی ہے
 کیونکر حاصل ہوئی۔ قدرتی طور پر اس کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ جو باتیں
 اجنبی عورت ظاہر کرنا چاہتی ہے۔ ان کا تعلق ان پراسرار معلومات سے ہے۔
 جو اسے بعض خطوط اور دستاویزات کے ذریعہ حاصل ہوئی تھیں۔ لیکن اس
 کو تعجب اس بات کا تھا کہ ایک ایسی عورت کو جس کا نام تک آج سے پہلے مجھے
 معلوم نہ تھا۔ میرے خاندان کے اسرار سے کیونکر خبردار ہوئی۔ کبھی تو ابھی تک
 جی نہیں آتی۔ کہ جو کچھ ہو رہا ہے۔ وہ مجھے کسی مشکل میں مبتلا کرنے کی سازش کا حصہ
 ہے۔ اور چونکہ وہ سن چکا تھا۔ کہ لندن کے مختلف حصوں میں کئی خوفناک تصانیف
 اس قسم کے ہیں۔ جہاں مجھ سے بھالے نوجوانوں کو اغوا کر کے انہیں خطرات میں

بتلا کیا جاتا ہے۔ اس لئے ڈرتا تھا کہیں موجودہ حالت میں ہی کوئی ایسا ہی دام فریب نہ بچھایا جا رہا ہو۔ مگر جب وہ سوچتا کہ یہ عورت ضرور کہیں پاس ہی رہتی ہے۔ کیونکہ وہ کہہ چکی تھی کہ میرا مکان صرف چند منٹ کے فاصلہ پر ہے۔ پھر جب وہ اس کی عزت دار صورت کی طرف دیکھتا اور سوچتا کہ اس کے اطوار و لہجہ میں شرافت کی جھلک پائی جاتی ہے۔ اور سب سے زیادہ جب وہ اس کے اپنے خاندان کی پر اسرار تاریخ سے خبردار ہونے کے سوال پر غور کرتا۔ تو اپنے آپ کو ان اندیشوں کے لئے ملامت کرنے لگتا۔ اور اس بات کا محسوس ارادہ کر لیتا تھا کہ ضرور اس معاملہ کی تہ تک پہنچنا چاہئے۔

اُس نے اس بارہ میں آخری فیصلہ کیا ہی تھا کہ سنسٹر ہارڈنگ سٹک سٹریٹ کی طرف مڑے گی۔ اور قریباً ایک لکھ آگے چلکر اس کی ایک خوشنما مکان کے دروازہ پر ٹھکنا نہ انداز سے دستک دی۔ مگر ایک خوش پوش خادمہ نے دروازہ کھولا۔ اور چارلس ہیٹ فیلڈ بڑھیا کے پیچھے پیچھے ایک فرانزینہ پر چڑھنے لگا۔ جس کے سر پر ایک بت ہاتھ میں لپ لئے استادہ تھا۔ پہلی منزل پر پہنچکر سنسٹر ہارڈنگ نے ایک دروازہ کھولا۔ اور کہنے لگی سٹریٹ فیلڈ آپ اس کمرہ میں بیٹھے ہیں چند منٹ میں حاضر ہوتی ہوں۔

چارلس اندر داخل ہوا۔ اور فوراً ہی کمرہ کا دروازہ بند ہو گیا۔ اُس نے اپنے آپ کو ایک خوشنما راستہ کمرہ میں پایا۔ جس کے اندر انشدان پر رومی شمس جل رہی تھیں۔ اور ان کی روشنی ایک قد آدم آئینہ میں منعکس تھی۔ جا بجا تازہ اور خوش نمایاں پولوں کے گلدستے سجے ہوئے تھے۔ جن کی خوشبو سے سارا کمرہ بھک رہا تھا۔ اور ایک جانب میز پر ایک چھوٹے سے بوریں حوض میں سنہری اور روپئی جھلیاں تیرتی نظر آتی تھیں۔ بند کھڑکیوں کے آگے پردے چھبے ہوئے تھے۔ مگر اس کے باوجود اُس گرم موسم میں ہی کمرہ کی ہوا سرد اور فرحت بخش تھی۔

یہ سب باتیں چارلس ہیٹ فیلڈ نے کمرہ میں داخل ہو کر فوراً ہی دیکھ لیں۔ اور اُس کے بعد اُس کی توجہ اُس وجود پر مرکوز ہو گئی۔ جسے اُس کمرہ کی ساری جھیلیاں

کا مرجع کہا جائے۔ تو بے جا نہ ہوگا۔ وہاں اُس کمرہ میں صوفہ پر نیم خواب اور نیم نشست کی حالت میں ایک ایسی ماہر و دراز تھی۔ جس کے حسن و سحر و فرور کا اُسے خواب میں بھی خیال نہیں آسکتا تھا۔ بارہ کوئی انسانہ یا نظم پڑھتے ہوئے چارلس نے اس کی ہیروان کا تصور اعضا کی موزونیت اور خط و خال کی دلغری ہی کے اعتبار سے نہایت مکمل صورت میں کھینچی تھی۔ لیکن تخیل کی کوئی وسیع ترین پرواز بھی اس قسم کی دلغریب اور چکاچوند پیدا کر پڑی صورت کا نقشہ قائم نہیں کر سکتی۔ جیسی اس وقت اس کمرہ میں اس کی متحیر نگاہوں کے سامنے پیش تھی۔ زمانہ حسن کا وہ ایک ایسا مکمل نمونہ تھا۔ جو دیکھنے والے کے خون میں حذت پیدا کر کے شراب ناب کی طرح غار پیدا کرتا اور اسے دنیا کا میناسے فاضل بنا دیتا ہے۔ چارلس ہیٹ فیلڈ نے اُس فرشتہ نما جنمی صورت کو دیکھا تو اُس کے سینہ میں ناقابل بیان جذبات تیز خواہشات کا ہجوم پیدا ہو گیا۔ امر واقعہ یہ ہے کہ اس وقت پر ڈیٹا کا حسن وہ چند نمایاں تھا۔ اُس نے پیاز کی لمبل کی پونچھ پہن رکھی تھی۔ چھاتی کے قریب اس قدر کٹی ہوئی کہ گردن اور شانوں کی سفیدی صدف کی گہری انگوٹھی محل کے مقابلہ میں چمکا چوند پیدا کرتی تھی۔ ابھری ہوئی چہلنی نیم برہنہ اور بال سیدکھوں بل کہا کر گردن اور شانوں پر حلقہ زن تھے۔ آج تاب میں وہ ریشم کی چمک کو ماند کرتے تھے۔ اور ان کی سیاہی سرخ و سپید بدن پر عجیب اثر دلغری پیدا کر رہی تھی۔ موٹی آنکھوں میں حنا آئینہ سرور منور ہوتا تھا اور اس کے نیم دعا عباتی ہونٹوں کے اندر موتیوں کی دو سپید اور ہموار لڑیاں اتنی بے غیب اور اس قدر شاندار موجود تھیں جن کی مثال بشکل دی جا سکتی ہے۔ چہرہ کی لمبی سی ماست اطالوی حس کا نمونہ پیش کرنے والی تھی۔ اور سنار و پرودہ سر جی نمودار تھی۔ جو حس شباب اور طبعی مگر مجبوری کی دلیل سمجھی جاتی ہے۔ بازو نیگے تھے۔ اور وہ بازو اتنے سپید ایسے گلاز اور اسٹنے موزون کہ معلوم ہوتا تھا۔ کہ رت نے انہیں طلبکاران عشق کو اپنی گرفت میں لینے کیسے ہی بنایا ہے۔ ایک پاؤں صدف پر رکھا ہوا تھا۔ اور دوسرا کچھ شننا پائی پر۔ اس طرح چارلس ہیٹ فیلڈ نے ایک نظر میں اُس کے خوشام

اور دلفریب خط و خال اور نشان دار جسم کے موزون اعضا کو دیکھا تو اسے ایسا معلوم ہوا۔ کہ اس فوق الفطرت ہستی کے گرد عیش پرستی کا ایک عالم نمودار ہے۔ اور حسن کی خوشبو اس کے بدن سے خارج ہو کر ہر دیکھنے والے پر خار آمیز اثر پیدا کرتی ہے

معلوم ہوتا ہے اس شوخ نے چارلس کے سیڑھیوں پر چڑھنے کی آواز سن لی تھی۔ اور اس لئے اس نے عمداً ایسی صورت اختیار کی۔ کہ کوئی جانے وہ دفعتاً مضطرب ہو گئی ہے۔ لیکن تھا اس کا لباس اور ادائیں بادی النظر میں درجہ تہذیب سے گری ہوئی معلوم ہوتیں مگر اس لحاظ سے کہ اس کی خلوت میں نعل اندازی ہوئی انہیں قابل معافی سمجھا جاسکتا تھا۔ پس جس وقت وہ اس جوان کی طرف بظاہر نظر استعجاب سے دیکھ رہی تھی۔ وہ خود کامل تحرک کے ساتھ اس کی صورت دیکھنے میں محو تھا۔ جب کہ وہ اس دلبرہ انداز سے عمداً اگرچہ بظاہر بلا قصور دراز تھی۔ چارلس اسی دروازہ کے قریب کھڑا جہاں سے اس نے اس کی صورت کو اول مرتبہ دیکھا تھا۔ عالم حیرت میں محو تھا۔ یہ نظارہ جس میں اس حدینہ کا حصہ مصنوعی مگر خود اس جوان کا حقیقی تھا۔ قریباً ایک سنٹ قائم رہا۔ اور اس عرصہ میں پرڈیٹا کو اس شکیل جوان کی صورت اس سے زیادہ غور سے دیکھنے کا موقع مل گیا۔ جب اس نے لندن میں اسے پہنچے وہ خود کے پہلے دن پال مال میں دیکھا تھا۔ دوسری طرف چارلس ہیٹ فیلڈ حسن و جمال کے اس نامور مجسمہ کو جو اس کے تخیل کی پرواز بعید سے بچا بلند و بالا تھا۔ اور جسے اگر وہ بصورت تصویر دیکھتا تو شاید ناممکن العمل سمجھتا۔ اسے بہت ہو کر دیکھتا رہا۔

اس جگہ ہم پھر یہ بیان کر دیتا چلتے ہیں۔ کہ اس وقت کی خوش پوش اور نظر فریب ساحرہ اس شک تہ حال گداگر عورت سے بچھا دل مرتبہ ہمارے ناظرین نے لندن کی طرف آئینا ملی شکر پر دیکھا تھا۔ بالکل ہی مختلف ہتی آہ! پرڈیٹا تو خوب جانتی ہے کہ اس دلفریب صورت میں تو کتنے خطرات سے گئے ہوتے۔۔۔ تو ایک سانپ تھی مگر خوشنما جلد لئے ہوئے۔۔۔ ایک شیطان تھی

جس نے نہایت پاکباز فرشتہ کی صورت اختیار کر لی ہو... تو عیش و تمیز تھی
لیکن اس صورت میں جو زہدان شب بیدار کو جنت کی راہ سے درغل کر
جہنم کی طرف لیجاتی ہے!

اس طرح اُس حسین کی طرف بغور دیکھتے رہنے کے بعد وہ جوان جسے اُس
کے سہم آلود اثرات میں عمداً پھنسا یا گیا تھا۔ اس قدر سنبھلا کہ یہ محسوس کر کے
شاہد بن غلطی سے کسی اور کمرہ میں داخل ہو گیا ہوں۔ جہاں میری مداخلت ہرگز
بے جا ہے۔ اس سے معافی کا خواستہ گار ہوا۔

وہ کان بپا کہنے لگی: "صاحب کسی معذرت کی ضرورت نہیں۔ جس
خاتون کا آپ ذکر کرتے ہیں۔ کہ وہ آپ کو بیاں لے کر آئی۔ میری والدہ ہے
جو غالباً تبدیلی لباس کے لئے اپنے کمرہ میں گئی ہے۔ اس لئے آپ اس
کی واپسی تک اسی کمرہ میں تشریف رکھیں۔"

مگر اس دعوت کے باوجود چلو بس مہیٹ فیلڈ "کم" اپنی جگہ پر کھڑا
رہا۔ وہ چند قدم آگے کی طرف بڑھا۔ دوبارہ رک گیا۔ آواز جو اُس کے
کانوں تک پہنچی۔ ایسی دلنریب۔ اتنی جان بخش اور ایسی ہم آہنگ تھی کہ
اُس نے اُن کی روح میں ناقابل بیان جذبات راحت پیدا کر دیے۔ اور وہ اس قدر
محو حیرت ہوا۔ کہ ایک لفظ ہی زبان سے نہ کہہ سکتا۔

اب پر ڈھیا صوفہ سے اُٹھی۔ اور قریب ہی رکھی ہوئی ایک کرسی کی
طرف اشارہ کر کے اُس نے اُس جوان سے پھر ایک بار بچھنے کی درخواست
کی۔ اس کے ساتھ ہی اس افا سے کرسی کی طرف اشارہ کیا۔ اور لبوں
پر ایسی دلنریب مسکراہٹ پیدا کی۔ کہ وہ اس کے سحر جن اور ترنم خیز آواز
کے لغمہ جان بخش کے زیر اثر محو و متوش اور مجذوب ہو کر رہ گیا۔ حقیقت یہ ہے
کہ اپنے نونی الفطرت حسن کی باخبری نے پر ٹھٹھا کو وہ تمام انداز اور ادائیں
سکھا دی تھیں جو کسی خوبصورت عورت میں کشش و مسحوریدار کر سکتی ہیں اس کے
علاوہ اس نے ایسے آداب شائستگی اختیار کرنے سیکھے تھے کہ معلوم ہوتا
تھا وہ کسی نہایت ادب خاندان سے تعلق رکھنے والی ہے۔ اور اُس کا مدت

دراڑ تک بلند طبقات کے ساتھ سیل رہا ہے

جس کُرسی کی طرف پر ڈیٹا نے اشارہ کیا تھا۔ چارلس ہیٹھ فیلڈ اُس پر بیٹھ تو گیا۔ مگر اُس کی آنکھیں اُس حسینہ کی طرف ہی لگی رہیں۔ جو بظاہر اُس کے اندر ایک عجیب اثر دلکشی پیدا کر چکی تھی۔ وہ اُس کے بیٹھ جانے کے چند سیکنڈ بعد تک بدستور کبھی رہی۔ موم بیٹوں کو اس طرح بدلتے ہوئے گویا اُس کے خیال میں وہ اُنہ کے قریب تر لگتی ہوئی تھیں۔ اُس نے ایسی صورت پر فراست اختیار کی۔ کہ اب اُس جوان کو اُس کے خوشنما بدن کے سارے اعضا پورے طور پر دیکھنے کا موقع مل گیا۔ یعنی راج ہنس کی ایسی محراب دار گردن ابھری ہوئی دلغریب چھائی مخدومی صہرت کی نازک کمر گھما اور گول بازو فراخ اور نمایاں کوٹھے۔ نہایت خوشنما پاؤں اٹھنے...

اس طریقہ پر وہ فتنہ خیز عورت جس کے سارے انداز قدرتی معلوم ہوتے تھے حالانکہ جو کچھ وہ کر رہی تھی۔ اس میں ایک دعائے خاص پیش نظر تھا۔ اُس جوان پر ایسا اثر قائم کرنے میں کامیاب ہو گئی۔ جس کی اُسے خواہش تھی۔ چنانچہ اب چارلس ہیٹھ فیلڈ اپنے سینہ میں اس قسم کے جذبات محسوس کرنے لگا۔ جس سے وہ آج تک لاعلم تھا اس کے جی میں آئی تھی کہ اپنی جگہ سے تیزی کے ساتھ اُٹھ کر اس دلغریب صورت کو بازو میں لے لوں اور بے اختیار اسے بوسہ دیتے ہوئے یہ کہوں: اے بالی جہاں معاف کریں دیوانہ ہوں۔۔۔ میرے جذبات نے مجھے محمور کر دیا ہے۔

اُس کے جذبات کو خوب براگمخت کر کے پر ڈیٹا پھر صوفہ پر بیٹھ گئی اور کہنے لگی۔ میری والدہ ابھی چند منٹ میں آئی جاتی ہیں۔ اتنے میں آپ سے درخواست کرتی ہوں کہ صبر سے کام لیں کیونکہ مجھے اندیشہ ہے۔ میری موجودگی کو آپ چنداں موجب تفریح نہیں پائیں گے۔

یہ غیر ممکن ہے! چارلس نے بڑے زور کے ساتھ کہا۔ اور اُنہما کے بعد یہ محسوس کر کے کہ ایک ایسی عورت کے سامنے جو میرے لئے بالکل اجنبی ہے اس قسم کا فیصلہ کن اور سرگرمانہ لہجہ اختیار کرنا آداب تہذیب سے بعید ہو گا۔ وہاں متنگی سے کہنے لگا۔ میرا خیال ہے۔ کہ میں آپ کی تنہائی میں غل ہوا... میرا مطلب یہ ہے... کہ میری آمد سے... آپ کو ضرور کچھ برہمی ہوئی...

پر ڈیٹا کہنے۔ بلاشبہ مجھے اس بات کا علم نہ تھا کہ والدہ کو کسی ملاقاتی کی آمد کا انتظار ہے۔ اس لئے معافی کا خواستگار اٹھا بیٹھے ہونا چاہئے کہ آپ نے مجھے اس کا بی اور کسل کی صورت میں دیکھا۔ مگر اس کی وجہ یہ ہے کہ جب سے میں لندن میں آئی ہوں۔ یہاں کی آب و ہوا طبیعت میں سستی پیدا کرنے والی ثابت ہو رہی ہے۔ کیونکہ اس سے پیشتر آج تک میرا دیات میں ہی رہنا ہوا ہے۔۔۔

تو کیا میں فنسٹرا ڈونگ آپ کو لندن میں رہتے ہوئے زیادہ عرصہ نہیں گذرا؟ چارلس نے اُسے محض دوسری طور پر اس کے لفظ سے مخاطب کرتے ہوئے کہا درنا اب تک اُسے معلوم نہ تھا۔ کہ وہ شادی شدہ ہے یا کنواری۔

”ہمیں اس شہر میں آئے صرف ایک ہی مہفتہ ہوا ہے۔“ اُس پر یہی رونے اس انداز سے جواب دیا۔ جس سے نوجوان کو یقین ہو گیا۔ کہ اس نے ابھی تک شادی کر کے اپنے آبائی نام کو تبدیل نہیں کیا۔ اور یہ امر قابل ذکر ہے کہ اس دریافت نے اُسے ان کی روح میں ایک ناقابل بیان جذباتی راحت پیدا کر دیا۔ اگرچہ اس کے ساتھ ہی اس کے دل میں یہ بھی خیال آیا۔ کہ میں اپنے طرز عمل سے لینڈی فرانسس الینگم سے نفائی کر رہا ہوں۔ پھر سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے پر ڈیٹا نے کہا۔ ”جیسا کہ میں نے عرض کیا۔ ہمیں لندن میں آئے ہوئے زیادہ عرصہ نہیں گذرا۔ اور ہماری آمد کی باعث بعض ضروری نجی معاملات ہیں۔ جو والدہ کو درپیش ہے۔ چونکہ ان معاملات کے انصرام کے سلسلہ میں ہمیں کچھ عرصہ لندن میں رہنا پڑے گا۔ اس لئے ہم نے اپنے لئے یہ مکان کرایہ پر لیا کہ خود مجھے لندن میں رہنے کا چنداں اٹھو نہیں۔ کیونکہ اگرچہ اس کی آب و ہوا طبیعت کو دبانے والی ہے اور اس کا دھواں اور شور و غل موجب انتشار ثابت ہوتا ہے۔ تاہم اس میں کئی دلچسپیاں بھی ہیں۔۔۔“

چارلس پر ڈیٹا کے خوشنما چہرہ کو غور سے دیکھتے ہوئے جس نے اپنا رخ عمداً دوسری طرف کو اس لئے پھیر لیا تھا۔ کہ وہ اسے اتنا جیادار می پر محمول کرے۔ کہنے لگا۔ ”میں فنسٹرا ڈونگ معلوم ہوتا ہے۔ اس تہہ پر عرصہ میں ہی آپ نے دیات پر لندن کی زندگی کو ترجیح دینا شروع کر دیا ہے۔“

اس شوخ نے اپنی لگاؤ میں چہر چارلس کی طرف پھیر لیا اور اس انداز سے سکرانی

اُس کے چمکدار دانت صاف طور پر نظر آنے لگے۔ پھر وہ بولی: میں نے آپ کے عظیم اٹان شہر کو اس قدر دیکھ لیا ہے۔ کہ میں اس کی پر جوش مداح بن چکی ہوں۔ لیکن ابھی میں اسے اور بھی زیادہ دیکھنے کی آرزو مند ہوں۔ اہل عجیبے افسوس سے کہ میری خواہش آسانی سے پوری نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ لندن میں ہمارے سوائے اپنے وکیل کے اور کوئی شہنشاہ نہیں۔ ہم یہاں پر بالکل اجنبی ہیں۔ اور یہ صریحاً نامناسب ہو گا۔ کہ ہم اپنے وکیل سے درخواست کریں کہ وہ ہم اپنے ساتھ تھیں اور مقامات تفریح میں لے جانے۔ جہاں خواتین کے لئے کسی مرد کی معیت میں جانا ہی موزون ہو سکتا ہے۔

میں شہر مارڈنگ کیا یہ ممکن ہے۔ کہ آپ بھی نگران کی ضرورت محسوس کرتے ہیں؟ چارلس ہیٹ فیلڈ نے پھر اپنی گر مجبھی کی وجہ سے اس قسم کا بیجا اختیار کرتے ہوئے کہا۔ جو اس صورت میں کہ ایک اجنبی شخص آزاد قاف جان عورت سے مخاطب ہو۔ نامناسب سمجھا جا سکتا ہے۔ کم از کم یہ بات ہم نے ان الفاظ کو زبان سے ادا کر کے فورا ہی اپنے دل میں محسوس کی۔

”ہاں یہ بالکل ممکن ہے۔“ پرڈیٹا نے ملائم اور درزاک لہجہ میں جواب دیا۔

میں تو بہت لوگ ہمارے دوست تھے۔ مگر اس جگہ۔۔۔

ادریہ کہ کمرہ فتنہ ساز فقرہ کو نامکمل ہی چھوڑتے ہوئے جبکہ اس انداز سے اپنا روالہ اٹھانے لگی۔ گویا اسے اپنی آنکھوں سے لگانا چاہتی ہے۔ خود چارلس بھی ادب اخلاق کے مطابق اسے اٹھانے کو آگے جھکا۔ اس حرکت میں وہ نوکے بال ایک دوسرے سے آمیز ہو گئے۔۔۔ ان کے رخسار ہر ایک دوسرے سے قریب تر پہنچے۔ چارلس نے اپنے توش اور پریشانی میں اس فنل کو محض اتفاقی سمجھا۔ اگرچہ حقیقت میں وہ سکار اور بے باک پرڈیٹا کی طرف سے قصد چودھویں آیا تھا۔

ادریہ قریب!۔۔۔ ایک حین و جمیل قتالہ عالم ادما یک تشکیل دو جیادہ لوح جوان کا وہ قرب اپنے اندر برقی تاثیر رکھتا تھا۔ چارلس ہیٹ فیلڈ کو ایسا معلوم ہوا۔ گویا اس کی رگوں میں سیال اُلش بہ رہی ہے۔۔۔ وہ جھک جو اس حسینہ کے

ظالم بالوں سے غلام ہو رہی تھی ... وہ طاقت جو ان بالوں کی آمیزش سے اس کو محسوس ہوئی ... وہ دلفریب حرارت جو ان پھول کے ایسے رخساروں کے قریب نے پیدا کی ... اور سب سے بڑھ کر ابھری ہوئی چہاٹی کا وہ ہمیشہ بانظارہ جو اس ملک حسن کے جھکنے سے پیدا ہوا۔ یہ باتیں اس نوجوان کے ذہن میں ایسے تیز جذبات اور اس کے سینہ میں اس قسم کا تلامطم پیدا کرنے والی تھیں۔ جوانان کو بے اختیار او بے بس بنا کر اس میں دیوانگی کا عالم پیدا کر دیتی ہیں۔

لیکن اس حالت میں بھی اس نے بدقت اپنے حواس کو برقرار رکھا۔ اور شکستہ لفظوں میں محضت کے طور پر کہنے لگا: "میں فشنر یا رڈنگ ... اگر آپ اسے میری نامناسب جرات پر محمول نہ کریں تو ... تو میں خوشی سے آپ کو ... اور آپ کی والدہ کو اپنی ناچیز خدمات پیش کر سکتا ہوں" جیسا کہ ناظرین سمجھ سکتے ہیں "والدہ کا لفظ اس نے محض ازراہ ادب کہہ دیا۔ دہن دل میں تو اس حسینہ کی ہی نگین تھی۔ یہ الفاظ زبان سے نکلانے کے بعد جو اس نے عاقبت مہینی کو فراموش کر کے کہہ دئے تھے۔ اور جن کا موجب حقیقت میں وہ واقعات تھے۔ جن کا ذکر اور کیا گیا ہے۔ وہ فوراً ہی اپنے دل میں پشیمانی محسوس کرنے لگا۔ اور اگر اس کے لئے کسی طرح ان الفاظ کو واپس لینا ممکن ہوتا۔ تو ضرور وہ انہیں واپس لے لیتا۔ کیونکہ یہ الفاظ کہتے ہی اس کے ذہن میں عصمت آب اور حسین لیڈی فرانسس اپنا نگہم کا تصور پیدا ہو گیا۔ اور خیال آیا۔ کہ میرے لئے جو اس فرشتہ عصمت کیا تھا محبت کے قول و قرار کر چکا ہوں۔ ایک ایسی جوان عورت سے جس سے میں بالکل ناواقف ہوں۔ اس قسم کے وعدے کرنا اور ایسی توجہات سے پیش آنا سراسر معیوب اور نامناسب ہے۔ اسے یاد آ گیا کہ میرے اوقات فرصت کئی اہم معاملات کے لئے موقوف ہیں اس لئے اس قسم کا وعدہ کرنا سراسر نا عاقبت اندیشی اور حماقت پر مبنی تھا۔

پڑوینا نے یہی معلوم کر لیا۔ کہ اس کے دل میں کیا خیالات گذر رہے ہیں۔ کم از کم اس نے یہ بات محسوس کر لی۔ کہ اب وہ اپنے الفاظ کو جنہیں وہ بے تحاشا زبان سے کہہ چکا تھا۔ واپس لینے کا آرزو مند ہے۔ اگرچہ خود اس حسینہ کو اس

وعدہ سے دلی خوشی حاصل ہوئی تھی۔ کیونکہ وہ اس کی مرضی کے عین مطابق تھا۔ ان حالات میں اس نے اس بات کا مصمم ارادہ کر لیا کہ مجھے جو یہ مادر موقعہ حاصل ہوا ہے۔ میں اس سے پورے طور پر فائدہ اٹھا کر اس مادہ لوح جوان کے شکوک کو رفع اور اس کے تامل کو مغلوب کر کے اسے غلامی کی اس زنجیر میں مضبوطی کے ساتھ کس لوں۔ جو ابھی سے اس کے غیر معمولی حسن اور کمزور قلب کی بدولت اس جوان کے گرد حلقہ زن ہو چکی تھی۔

پس اپنا نام اور گرم ہاتھ اس نوجوان کے ہاتھ پر رکھ کر اور اپنا چہرہ اس کے چہرہ کے آئنا قریب لے جا کر اس کا منظر سانس اس جوان کے رخساروں سے مس ہوتا تھا۔ وہ بظاہر دلی اشتیاق کے لہجہ میں کہنے لگی۔ سٹر ہیٹ فیملی آپ کی یہ عنایت اس قدر فیاضانہ اور اتنی غیر متوقع ہے۔ کہ میں حیران ہوں۔ اس کے جواب میں سوائے حقیقی اظہار محبت کے اور کیا عرض کروں۔ چونکہ آپ نے پہلے دل سے مجھ ناچیز پر ایک ایسی مروت کی ہے جس کی مجھے دلی آرزو تھی۔ اس لئے اگر میں آپ کی اس عنایت آمیز درخواست کو منظور کرنے میں تامل یا پس پیش کر لوں تو سبھا جایگا۔ میں ایک انصاف ناک شخص سے کام لے رہی ہوں۔ پس اسے صاحب میں اس عنایت کو شکریہ کے ساتھ قبول کرتی ہوں۔ اور یہ عرض کو نا اپنا فرض سمجھتی ہوں کہ اپنے آپ کو ناچیز سر فتنہ ہارڈنگ کا دست قرار دینے سے... کیونکہ آئندہ میں بہر حال آپ کو ایک دوست ہی سمجھوں گی۔ آپ کو ڈایا فعل نہیں کر رہے ہیں۔ جو کسی طرح آپ کی ذات والا صفات کے لئے خدا نخواستہ موجب تذلیل ہو۔... بالکل نہیں۔ کیونکہ میری والدہ کا ایک قدیم اور شہرہ کونہ سے تعلق ہے۔ جس کے اراکین میں کئی صاحب عز و جاہ ایمان گذرے ہیں اور اگر وہ دیوانی مقدمہ جس کی پیروی کے لئے ہمیں لندن آنا پڑا ہے۔ ہمارے حق میں فیصلہ ہوا۔ تو ہمیں ایک عظیم رقم جو سالہا سال سے فراہم ہوتی رہی ہے مل جائے گی۔“

ان صریح غلط بیانیوں کو اپنی زبان سے کامل اذنا صداقت کیساتھ ادا کرتے ہوئے پڑھنے والے نے اپنا ہاتھ پرستور اس جوان کے ہاتھ پر اور اپنا دلکش

چہرہ اُس کے چہرہ کے قریب رکھا۔ اس کے ساتھ ہی اُس کی آنکھوں کی طرف ایک ایسی نگاہ سے دیکھا۔ جس میں جذبات لطیف ملائت اور تصور عشق کا عجیب اشتراک تھا۔

اب پھر ایک بار اُس جوان کے حواس بچیدہ جواب دینے لگے اور اس اثرِ سحر کے ماتحت جو اس حسینہ نے ذرا سی اور میری اُس پر قائم کر لیا تھا۔ بے بس ہو کر وہ بغیر سوچے سمجھے بولا: "میں فتنہ مار ڈنگ۔ میں خوشی اور فخر کے ساتھ آپ کی دوستی قبول کرتا ہوں۔۔۔ لیکن آپ نے ابھی مجھے میرے نام سے مخاطب کیا تھا۔ حالانکہ میرے خیال میں آپ کو آج شام میرے یہاں آنے کی مطلق امید نہ تھی اس صورت میں مجھے تعجب ہے۔ کہ آپ کو میرا حقیر نام کیونکر معلوم ہو گیا؟" پڑوٹیا جو ایک کامل ریاکار عورت کی طرح جیسی کردہ تھی ہر ایک سوال کا جواب دینے کو آمادہ تھی۔ کہنے لگی: "مجھے اچھی طرح پر معلوم تھا کہ میری والدہ ایک ضروری کام کے لئے آپ سے ملنا چاہتی تھی۔ پس جس وقت میں نے آپ کو اس کمرہ میں داخل ہوتے دیکھا۔ تو میں نے سمجھا۔ آپ چارلس سے بہت زیادہ ہی ہونگے۔"

"مگر کیا آپ اُس کام کی نوعیت سے بے خبر ہیں۔ جس کے لئے مسٹر فتنہ مار ڈنگ مجھ سے ملنا چاہتی تھیں؟" نو جوان نے پوچھا۔ ادراپ وہ حیران تھا۔ کہ بوڑھی عورت اب تک واپس کیوں نہیں آئی۔

پڑوٹیا نے جواب دیا: "مجھے اس معاملہ کی ایک حد تک خبر تو ہے۔ لیکن میں التجا کرتی ہوں۔ مجھ سے کاروباری معاملات کا ذکر نہ کیجئے گا۔ کیونکہ لفظ کاروبار کے نام سے ہی مجھے نفرت ہے۔ گو یہ بھی اندیشہ ہے اس قسم کے خیالات رکھنے کی وجہ سے آپ مجھے ایک بیوقوف اور خود سر لڑکی خیال نہ کریں۔" "اُدھ! میں تو آپ کو فرشتہ حق سمجھتا ہوں۔" چارلس نے اُس اُردو راہت کو مغلوب کرنے سے قاصر رہ کر جو اسے اپنی بہاؤ میں لئے جا رہا تھا کہا۔

پڑوٹیا اپنے رفیق کی طرف شوخی کی نگاہ سے دیکھ کر جبکہ اُس کی آنکھیں تیزی سے چمک رہی تھیں۔ اُدھ اس کے سینہ میں تامل نمودار تھا۔ کہنے لگی: "لندن

میں آنے سے پیشتر مجھے بتایا گیا تھا کہ صدر مقام کے مرد بے سجدہ جوان عورتوں کی رہا لفظ آمیز تعریف کرنے میں خوش کیا کرتے ہیں۔ اس لئے میں حیران ہوں۔ آپ کے تقریبی کلمات کو کن معنوں میں سمجھوں؟

چارلس نے اسی طرح اپنی دلی امنگوں کے جوش میں بے بس ہو کر کہا: "تو کیا یہ پہلا موقع ہے کہ کسی نے آپ کو اس لاجواب حسن کی یقین دلایا؟" "نہیں صحیح طور پر پہلا تو نہیں۔" پڑوٹیا نے ایسے قابل تعریف انداز سے کہا کہ اس کے رفیق نے اس بیان کو حرف بہ حرف صحیح سمجھا۔ دیہات میں ایک نوجوان شریف مرد... یادیوں کہنا چاہئے۔ ایک امیر نے جس کا میں نام لینا نہیں چاہتی مجھ سے شادی کی درخواست کی تھی۔ وہ بھی میری بہت تعریف کرتا تھا۔ پھر کیا آپ نے اس کی درخواست منظور کر لی؟ کیا اس سے آپ کی تنگنی قرار پا چکی ہے؟" چارلس نے دھڑکتے ہوئے دل سے پوچھا۔

پڑوٹیا نے جواب دیا: "نہیں دونوں سے نیک بات بھی نہیں ہوئی۔ میرے دل میں اس کے لئے ذرا بھی محبت نہ تھی۔ اس لئے میں نے اس اعزاز کی قبولیت سے انکار کر دیا۔ والدہ اس بات پر بہت ناراض ہوئی۔ اور کہنے لگی۔ اس زمانہ کی لڑکیاں کتنی خود سارا ڈیلی ہیں۔ ایسے اچھے برے چوڑے معلوم نہیں تم اور کیا لوگی۔ لیکن میں اپنی ضد پر قائم رہی۔ ہاں سٹریٹ فیلڈ" اس نے سٹوخی سے دوبارہ کہا میں نے اپنی ضد کو نہیں چھوڑا۔ کیونکہ اس نے یلک ایک اپنے انداز میں بخید گئی پیدا کرتے ہوئے کہا: کیونکہ جہاں میرا دل نہیں مانتا۔ وہاں میں اپنا دل تھو کس طرح پیش کر سکتی ہوں؟"

"سٹریٹ فیلڈ آپ کا فیصلہ حد درجہ قابل تعریف تھا۔ چارلس نے کہا: "سچی محبت کے بغیر شادی کرنے سے انسان کو کبھی خوشی حاصل نہیں ہو سکتی۔ لیکن میں سوچتا ہوں۔ آپ ایسی حسین خاتون ہو۔ اور اس کے اندر ایسے اعلیٰ خیالات اور اتنے بلند اصول پائے جائیں۔ پھر بھلا اس شخص کے برابر کون صاحب نصیب ہو سکتا ہے۔ جس سے وہ شادی کرنا منظور کرے؟"

"سٹریٹ فیلڈ اب آپ پھر میری بے جا تعریف کر رہے ہیں۔" پڑوٹیا نے

نگاہیں بھی کر کے اور رخساروں پر حیا کی سرخی لگے ہوئے... کیونکہ اُس خدیما
عورت میں یہ صفت بھی موجود تھی۔ کہ جب چاہے اپنے آپ کو ایک حیا دار عورت ثابت
کر سکتی تھی۔ کہا۔ پھر وہ سلسلہ کلام جاری رکھ کر کہنے لگی۔ حقیقت یہ ہے کہ اس
تک۔ میری ایک بھی ایسے مرد سے ملاقات نہیں ہوئی۔ جو میرے خیالات کو پورے
طور پر سمجھ سکتا۔ یا جس کے خیالات کو میں اپنے خیالات کے مطابق یاد دہانی میں دیات
کی رہنے والی سادہ مزاج عورت۔ صداقت اور صاف بیانی کو پسند کرتی ہوں
... اُس بیاضانہ صاف بیانی کو جو فریقین میں دوستانہ تعلقات قائم کرنے اور
تکلفات مٹانے کا موجب ثابت ہوتی ہے۔ میرا عقیدہ یہ ہے کہ رواجی آداب انسان
کے دل پر نہایت بڑا اثر ڈالتے ہیں کیونکہ جہاں پر حقیقی انسانوں کا اظہار ہوا چاہئے
وہاں ان سردہری کے تکلفانہ آداب کی بدولت کئی طرح کی پابندیاں عائد کرنی
پڑتی ہیں۔ صاف فرمائیے میں اپنے منشا کو وضاحت سے بیان نہیں کر سکتی۔ لیکن
میرے کہنے کا مقصد کم و بیش یہ ہے۔ کہ میں پہلی نظر میں ہی دوستی قائم ہونے کی
قائم ہوں...

”اور پہلی نظر میں ہی محبت قائم ہونے کی بھی؟“ چارلس ہیٹ فیلڈ نے بڑی
گرج بوشی سے کہا۔

”ہاں پہلی نظر میں محبت قائم ہونے کی بھی“۔ پڑوٹیا نے پھر ایک بار اپنے سر کو
جھٹکارا اور رخساروں پر حیا کی سرخی پیدا کر کے گہری آہ کھینچتے ہوئے آواز دیکر کہا۔
”پھر کیا آپ نے میری اس درخواست کو کہ میں آپ کو اپنے ساتھ مقامات تفریح
میں لے جایا کروں گا۔ اس لئے منظور کیا تھا۔ کہ آپ کے دل میں میرے متعلق پہلی نظر
میں ہی دوستانہ خیالات پیدا ہو گئے؟“ چارلس نے سوال کیا۔

پڑوٹیا اُس کی طرف خوشی اور حیرت کے ساتھ تکرار انداز سے دیکر کہہ لائی تھا
”کس لئے آپ باتوں کی یہ تک پہنچتے ہیں؟۔ جو کچھ بھی ہوا۔ اُسے اُس کی حالت پر
رہنے دیجئے“

”تو فریب حسینہ کیا آپ میرے اس سوال سے آزدہ ہو گئی ہیں۔؟“ چارلس
نے پوچھا۔

نہیں سرسبزیت فیملہ میں اتنی متلون مزاج نہیں ہوں۔ کہ دوسری بات پڑھنا
ناراضی کرنے لگوں۔ لیکن آپ جانیں مجھے ایسی صاف گو عورت میں بھی تہوڑا سا جذبہ
مکھڑو موجود ہو سکتا ہے۔ اور میں اس وقت تک اپنی دوستی کا اقرار کرنے پر آمادہ نہیں
ہو سکتی۔ حتیٰ کہ فرائض ثانی کی طرف سے بھی اس کا اعتراف ہوگا۔

اور اگر میں سچے دل سے عزت کی قسم کہا کر اس بات کا اقرار کر لوں کہ میں نے
جو درخواست کی تھی۔ وہ پہلی نظر میں ہی دوستی قائم ہونے کے اصول کے مطابق
تھی۔ تو آپ اس کا کیا جواب دینگے؟ چارلس نے جلد ہی سے پر مشوق لہجہ میں پوچھا۔
ریا کارسینہ فریض کی طرف دیکھتے ہوئے اپنے پاؤں سے تالین کو اس طرح
ٹھکراتے ہوئے جس سے اس کا نازک ٹخنہ نمودار ہو گیا۔ اور اس کی سفید شفاف
جلد باریک ریشی جرابوں کے اندر سے نظر آنے لگی۔ بولی تو آپ کے اقرار کا جواب بلبا
میں بھی اثبات میں ہی دوں گی۔

چارلس کچھ کہتا کہنا ٹوک گیا۔ اپنی طرف سے وہ اس حینہ کی دوستی کا اقرار کرنا
چاہتا تھا۔ لیکن پھر غماز کرتا یہ اقرار یڈمی فرانسس ایٹنگم کے حق میں بیوفانی اور
غدارمی سے کم نہ ہوگا۔

پڑوٹیا مار گئی کہ اسے کسی بات میں آمل ہے اور اب اس نے اس کے جذبات
کو بھڑکانے کی ایک نئی چال اختیار کی۔ تپائی کو اس طرح درست کرتے ہوئے گویا
اسے اپنے پاؤں کے لئے زیادہ موجب آسائش بنا رہی ہے۔ اس نے ایسا انداز اختیار
کیا۔ جس میں اس کی خوشنما چاتی اس جوان کے سامنے پورے طور پر نمودار ہو گئی
سادہ لوح چارلس اس حرکت کو بھی سراسر خالی از نفع اور قدرتی تصور کرتا تھا۔
اور اب وہ اس تازہ نمودار حسن سے اس قدر جوش میں بھر ا کہ اس وقت اگر شیطان نمود
ہو کر پڑوٹیا کو اس کے حوالہ کرنے کی قیمت اس کی روح بھی طلب کرنا۔ تو اسے
نہانہ کر کے بن نہ آتی۔

تس ڈینر مار ڈونگ آخر کار اس نے کہا۔ اور اب اس کی آواز دبی ہوئی اور
زبان جذبات کی حد سے خشک تھی۔ ایک مرد شریف کی حیثیت میں میں قسم کہا
کر کہتا ہوں۔ کہ میں نے خدا پر پیشہ ستر آپ سے جو درخواست کی تھی۔ وہ دوستی کے

کے خیالات پر ہی مبنی تھی۔ ایسی دوستی جو ایک لمحہ میں میرے اندر پیدا ہو گئی۔ اور جس نے میرے دل میں یہ احساس ظاہر کیا کہ آپ کو ساتھ لے کر مقامات تفریح و تفریح میں لے جائے گا۔ اور اس کا ثبوت دینے کے لئے میں ایک ایسی بات عرض کرنے کی جرأت کرتا ہوں جس سے شاید آپ ناراض ہو جائیں۔ بہر حال یہ امر واقعہ ہے کہ اس وقت سے لے کر جب میں نے دل مرتبہ اس کمرہ میں قدم رکھا۔ اس وقت تک میرے دل نے ایسی لذات محسوس کی ہیں۔ جن کا احساس اس سے پیشتر اسے کبھی نہیں ہوا تھا۔ میں نے اپنی بے حادی میں آپ کو فرشتہ حسن کے لقب سے مخاطب کیا تھا۔ اور میں یقیناً کہہ سکتا ہوں کہ آنا سر ملے اور اس قدر زوردار اثر پیدا کرنا جیسا میرے اندر ہوا ہے کسی فرشتہ حسن کے سوا دوسرے کا کام نہیں۔ پریر میں اپنے آپ کو ایک ایسے سحر میں محو دیکھتا ہوں۔ جس سے کوئی راہ نجات نہیں... دلغریب حینہ یہ حقیقت حال ہے اور اس صاف گوئی کے لئے میں پھر آپ سے معافی کا خواستگار ہوں۔

پر دینا کہنے لگی۔ "یقین فرمائیے کہ میرے دل میں ناراضگی کے لئے جگہ نہیں"۔ پھر اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھ کر... کیونکہ فتنہ ساز عورت اس جوان کے دماغ میں تیز تر جذبات بھڑکا کر اس کی حالت جنوں تک پہنچانے کی آرزو مند تھی۔ اور اپنا چہرہ اس انداز سے اس کے قریب لاکر کہ وہ اس کی موتی دھڑا آنکھوں کو بغور دیکھ سکے۔ وہ بولی: "آپ نے جو کچھ کہا اس سے بعد مجھ پر بھی لازم آتا ہے کہ پوری راست بیانی سے جواب دوں پس مشر ہیٹ فیلڈ میرا جواب یہ ہے کہ اگر میرے اپنے دل میں آپ کی طرح پہلی نظر میں ہی دوستی کا احساس پیدا نہ ہو جاتا۔ تو میں آپ کی اس درخواست کو منظور ہی نہ کرتی... پھر میں آپ سے اس بے لکھنی کے ساتھ گفتگو نہ کرتی۔ اور نہ آپ میری سرشت سے اس مختصر غرضہ میں اتنی واقفیت حاصل کر سکتے جس قدر کہ آپ نے حاصل کی ہے۔"

"اُدھ ایہ راحت میری انتہائی امیدوں سے بڑھ کر... سلسلہ ناف تو فتح ہے ایسی تو خوب جانتا ہے کہ اس کے زیر اثر میری نگاہوں میں خیرگی پیدا ہو رہی ہے اور

دماغ پر ایک پردہ ماسادی ہوتا جا رہا ہے۔ میں سمجھتا ہوں۔ لیکن اس پردہ تاریکی میں یہی جو میرے دماغ پر چار رہا ہے۔ روشنی کی ایک تیز شعاع مجھے نفاذت دکھا رہی ہے۔ تحصیل خاتون آپ نے دوستی کا لفظ کہا۔ گراہ کیا ان لبوں سے دوستی کا لفظ ادا ہونا خطرناک نہیں؟ کیا ان دلوں میں جذبہ رفاقت کی نمود نشوونما سے خالی سمجھی جا سکتی ہے؟

”صاحب آپ اس قسم کی باتیں کر رہے ہیں۔ جن سے خیال پیدا ہوتا ہو کہ آپ اپنے فعل پر نادم ہیں۔“ پر ڈیٹا نے ہلکی سی ملامت کے لہجے میں کہا: ”کیا اسی کا نام صاف گوئی اور راست بیانی ہے؟“ شریٹ فیڈ اگر آپ کو دوستی کے اس اقرار پر زور دیا ہے۔ اسف ہو۔ تو میں بخوشی آپ کو اس وعدہ سے جواب کر چکے ہیں۔ آزاد کرتی ہوں۔ میرے لئے آپ کا وہ وعدہ اگر آپ ایسا چاہیں۔ اب یہی نفی کے برابر تھی کہتا ہے۔ کیونکہ خدا جانتا ہے میرے اندر اتنا تکبر ضرور ہے کہ میں کسی کو خلاف مرضی اس کے کسی وعدہ کا پابند رکھتا نہیں چاہتی۔“

جس وقت وہ دلنواز حسینہ یہ الفاظ کہہ رہی تھی۔ تو اس کی تاب حسن نے ایک نئی صورت اختیار کی۔ تبدیل ہوتے اور تغیر انداز کی ان صفات سے کام لے کر جو پڑیٹا سے مخصوص تھیں۔ اس نے فوراً ہی اپنے اندر سخت اور جلال کی نئی شان پیدا کر لی۔ چشم زدن میں وہ حسینہ جو پہرہ کی طرح سرم مرزا، حلیم اور عیش کی متوالی نظر آتی تھی۔ خوفناک پھر عرب اور ویسی ہی تھوڑا بونہی کسی۔ جیسا علم الامام میں جو نو کو خیال کیا جاتا ہے۔ اس میں اب محبت کی دیہی کی سی ملائمت باقی نہ تھی۔ بلکہ وہ ملکہ آسمان کی طرح پر شکوہ اور شستری کے برابر جلال اور آتش مجسم نظر آنے لگی تھی۔

اس کی آنکھوں سے چنگاریاں نکل رہی تھیں۔ اس کے رخساروں پر سرخ چھا چکی تھی۔ نیتھیں پھولے ہوئے۔ بالائی بونٹ بل کہائے ہوئے۔ اور گردن سے کبر امیر رعوت نمودار تھی۔ چنانچہ اس زور سے تلاطم ہی ٹھوگا وہ اس باریک چولی کو پھاڑ کر نکل جائیگی۔ جو اپنی نقیب ساخت کی وجہ سے اسے صرف جزوی طور پر ہی چھپائے ہوئے تھی۔ وہ اب تک میٹھی ہوئی تھی اور قہارت میں ہی متوسط سے زیادہ نہ تھی۔ مگر اس تخم اور سرعوب جوان کو اس وقت اس کی قہارت بیتناک اور اس کا انداز شامانہ معلوم ہوتا تھا۔

کبھی ریا کاری نے دنیا میں ایسی فطیم کا سیلابی حاصل نہیں کی ہوگی۔ اور نہ کبھی کی طرح
فرخ ایسی غالب ثابت نہ ہوئی ہوگی۔ جیسی اس وقت ہوئی اس ملک حسن کے حلال اور
رب سے خائف ہو کر چارلس ہیٹ فیلڈ جو اس برہمی کو اپنے نادانانہ کلام سے منسوب
کرتا تھا۔ فورا ہی اس مغرور اور متکبر حینہ کے سامنے دوزخ ہو گیا۔ اور اس کے دوزخ ہاتھ
اپنے ہاتھوں میں لے کر انہیں پلے در پلے بوسے دیتے ہوئے التجا کے انداز سے کہنے
لگا: "راحت آفرین حینہ میں آپ سے ذلی معافی کا خواست گار ہوں۔"

"معافی؟ پر ڈیٹا نے اپنے ہاتھوں کو ان لبوں سے ہٹانے کی کوشش نہ کرتے
ہوئے کہا۔ جن کے ساتھ وہ لگے ہوئے تھے۔ پھر بولی: "اے صاحب اطمینان کہتے
اگر آپ سچے دل سے معافی کے خواست گار ہیں۔ تو مجھے بھی نہ دل سے منظور کرنے
میں آئی نہیں۔" یہ کہتے ہوئے آن واجد میں اس کا انداز اور صورت بالکل تبدیل
ہو گئی۔ اور جس وقت چارلس ہیٹ فیلڈ نے دوبارہ اس ساحرہ کے چہرہ کی طرف
دیکھنے کی جرات کی۔ تو اسے معلوم ہوا کہ اس کے رخساروں پر سرخی تو موجود ہے۔ مگر
وہ سرخی غصہ کی نہیں۔ آنکھوں میں چمک بھی بہتور قائم ہے۔ مگر ان کا وہ قبر اورد
انداز رخصت ہو چکا ہے۔

اپنی جگہ سے اٹھ کر اور پر ڈیٹا کے قریب صوف پر بیٹھنے ہوئے۔ اس کے نہایت
ہی اپنے ہاتھوں سے اس کی گرفت ہٹا کر سادادہ ناراض ہو جائے۔ نا عاقبت اندیش
نوجوان نے جو اپنے جذبات عشق کا شکار ہو چکا تھا بالکل آواز سے کہا: "ہماری واقفیت
کو ایک گھنٹہ سے زیادہ نہیں گذرا۔ مگر اس عرصہ میں ہی ہم دوستی کا باہم عہد کر چکے ہیں
کیا یہ امر واقعہ نہیں ہے؟"

"بے شک ہے۔ خطرناک عورت نے جو اپنی چالوں کو شاطرانہ انداز سے چل
رہی تھی کہا: "لیکن میں پھر بوجھتی ہوں۔ آپ کو اس وعدہ وفاقت پر تاسف نہیں
ہے؟... آپ کو آئندہ تاسف تو پیدا نہ ہو گا؟"

"بالکل نہیں! بالکل نہیں!" ہیٹ فیلڈ نے زوردار لہجہ میں جواب دیا: "اور اب
میں سمجھتا ہوں۔ ہمارے اندر اتنی گہری رفاقت قائم ہو چکی ہے۔ گو اب ہم بچہ طفلی سے
ایک دوسرے کے ثنا سا ہوں۔ مگر جن آج سے ہمارے لئے میرا نام فقط چارلس

ہے۔ اور میرے لئے تمہارا...؟

پر ڈیٹا اس حینہ نے جواب دیا۔

”آہ! کتنا پیارا عجیب گر خوشنک نام ہے! فوجوان نے کیا مجھے شک پر ڈیٹا
آج سے ہم ایک دوسرے کے گھر سے دوست ہو چکے۔ مگر اب کہ ہمارے دیہان
یہ عجیب و غریب دوستی قائم ہو گئی ہے۔ کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ کن عجیب خیالات
یا حالات کے زیر اثر تمہارا ایسا عجیب و غریب نام رکھا گیا؟“

”بچپن میں جب میں بالکل چھوٹی تھی اور مجھے بیٹسمن ہی نہیں دیا گیا تھا۔ میں گم ہو گئی
یا یوں کہنا چاہئے کہ چھپی لوگ مجھے چرا کر لے گئے تھے۔“ پر ڈیٹا نے اپنے عجیب و غریب
نام کے متعلق یہ فرضی قصہ اس غرض سے پیش کرتے ہوئے کہا کہ اس سے نام کی دلچسپی
اس فوجوان کے دل میں اور بھی زیادہ ہو جائے۔ اور جب میرے والدین مجھے چھپوں
سے واپس لینے میں کامیاب ہو گئے۔ تو انہوں نے میرا نام پر ڈیٹا رکھا۔ جس کے معنی گم
گشتہ کے ہیں۔“

چارلس اور زیادہ مفتون ہو کر کہنے لگا: ”دلچسپ حینہ تمہارے سارے حالات
اپنے اندر ایک عجیب دلچسپی اور کشش رکھتے ہیں مجھے تم ایک فوق العظمت ہال میں گہری
ہوئی نظر آتی ہو۔ تمہارا حسن بہترین زمانہ حسن سے آشنا مختلف اور اس قدر ارفع ہے
... تمہاری آواز اپنے اندر لغت موسیقی کا ایسا دلنریب اثر رکھتی ہے... تمہاری آواز
زندگی آغاز سے اتنی عجیب پراسرار اور موثر ہے... تمہاری طبیعت اس قدر فاضلہ
اور اتنی صاف ہے کہ تمہارے ساتھ غیر معمولی کم عرصہ میں دوستی قائم ہو جانا ذرا ہی عجیب
نہیں اس کے علاوہ تمہارے وجود میں کوئی ایسا اثر سحر کوئی ایسی کشش کوئی ایسی دلچسپی
پوشیدہ ہے کہ اسے دنیا زما حیرت اگر دنیا کے سب سے زیادہ نیک اور پابند فرض
انسان کو بھی گمراہ کرنا چاہو۔ تو ذرا مشکل نہیں۔“

چارلس نے تمام اذلی نے ہماری طبیعتوں کو ایک دوسرے کے عین حسب حال
بنایا ہے۔ پر ڈیٹا نے اس جوان کا ہاتھ انداز شکر گذاری کے ساتھ اپنے ہاتھ میں لے
کر اس طرح چماتی کی طرف لے جاتے ہوئے گویا یہ بھی معصوم خوشی کے اظہار کا ایک
ذریعہ ہو کہ ہماری طبیعتیں ایک دوسرے کے عین حسب حال ہیں سادہ میں سمجھتی ہوں

کہ قدرت نے مجھے اُس سچی سے ملا دیا ہے۔ جس کی مجھے آج تک تلاش تھی اور جواب تک مجھے نہیں مل سکی تھی سچ پوچھو تو میرے دل میں آج تک کبھی دوستی یا حقیقی محبت کا جذبہ پیدا ہی نہیں ہوا تھا۔ خدایا پریشیتہ میں نے ہمارے روبرو دیات میں رہنے والے اپنے جن دوستوں کا ذکر کیا۔ وہ بھی صرف اُن معنوں میں دوست ہیں جن میں اصلائی طور پر دینا ہمارے شاساؤں کو قرار دیتی ہے۔

”پروٹیا۔ میری عزیز پرڈیٹا۔ چارلس نے بڑی گرمجوشی سے کہا: ”جو کچھ بھی ہو ہماری دوستی بہر حال دائمی ثابت ہوگی۔“

”اور میں یہ سمجھوں کہ کل پھر تم مجھ سے ملنے آؤ گے؟“ جوان عورت نے جسکی آنکھوں میں اس قسم کی غیر سیرین چمک نمودار تھی۔ گویا دن اور رات کے جذبات راحت کا ان کے اندر اشتراک ہو۔ پوچھا

”محض اور بیشک“ چارلس نے اس انداز سے کہا۔ گویا یہ سوال پوچھنا ہی غیر ضروری تھا۔ اور اب پروٹیا میں تم سے رخصت ہوں۔ تاکہ اس ملاقات کی راحتوں کے اپنے تخیل میں مزے لوں۔“

اتنا کہہ کر اس نے پروٹیا کا ہاتھ اپنے ہونٹوں سے لگایا۔

”اور جب وہ باہر نکلا۔ تو جام راحت کا ایسا خمار اس کے دماغ پر حاوی تھا کہ وہ بیان نہیں کر سکتا تھا میں کیا ہوں اور کد ہر جا رہا ہوں۔“

چارلس اور پروٹیا

باب ۱۳۱

بازار میں پہنچ کر چارلس مہیٹ فیلڈ مجنونا نامہ انداز سے تیز قدم اٹھاتا پروٹیا کی طرف بڑھتا اور صنعت کاریوں کے زیر اثر لڑکھڑاتا اپنے دل میں ایک ایسا ناقابل بیان جذبہ راحت محسوس کرتا ایک طرف کو چلنے لگا۔ گویا کوئی فوق العظمت ہستی اُسے دینا سے انحصار چند لمحوں کے لئے جنت میں لے گئی ہو۔ اور اس جنت کی یاد اب تک اس کے دل میں تازہ ہو۔ اگر وہ کسی ایسے جلد دعوت سے واپس آتا۔ جہاں اُس کا سر کسی دلنماز حنینہ کی چٹائی پر ہوتا۔ اور نازک ہاتھ اسے مئے ناب کے چمکتے ہوئے بلورین جام

پلاتے تو یقین کے ساتھ کہہ جاسکتا ہے کہ آنا جوش آنا خارا داتی دشت پھر ہی
اس پر طاری نہ ہوتی تھی اب نہی۔

لیکن جلدی ہی اس میں مراجانہ اثرات بھی نمودار ہونے لگے اس میں شک
نہیں کہ وہ وقت آج کی کے ساتھ اور دیر کے بعد آیا۔ مگر اس کا اثر آنا ہی زیادہ زور
دار تھا۔

چلتے چلتے وہ سینٹ جیمز پارک میں پہنچ گیا۔ اور ایک تنہا مقام پر اپنے تصورات
کی دفعہ بیوں میں محو ہوا کہ کیا خیال آیا سنسٹرز ہارڈنگ نے جو بات کہنے کا وعدہ
کیا تھا۔ وہ کتاب تک معلوم نہیں ہوئی۔ فی الحقیقت اس وقت کے بعد کہ وہ اس کمرہ
میں پہنچا۔ جہاں وہ ایک اجنبی حینہ کے ہاتھ دوستانہ تعلقات پیدا کر آیا تھا۔ اس نے
بوڑھی عورت کی صورت دیکھی ہی نہیں تھی۔

بانغ کے جس حصہ میں وہ اس وقت موجود تھا۔ وہاں نسبتاً تاریکی تھی مگر اس
نے جیب سے گھڑی نکال کر اس کی سوئیوں کو غور سے دیکھا۔ تو معلوم ہوا کہ پڑھنا
کی صحبت میں وہ گھنٹے گزر گئے۔

دو گھنٹے! حالانکہ یہ وقت اسے مشکل ۱۰ منٹ کے برابر طویل معلوم ہوا تھا
اس کے ساتھ ہی اب اس کی قوت استدلال واپس آئے گی اور اس نے
اپنے آپ سے کئی طرح کے سوالات پوچھنے شروع کئے۔

اس نے دل میں سوچا: آخر اس مکان میں مجھے کس لئے بیٹھا گیا کیا اس
لئے کہ اس بوڑھی عورت کی زبانی مجھے کوئی خاص حالات معلوم ہوئے ہتے یا محض اس
لئے کہ مجھے اس حینہ کی راہ میں ڈالنا مطلوب تھا کیا میں اسے شریر النفس عورت کی
کی چال سمجھوں یا خیال کروں کہ سنسٹرز ہارڈنگ کسی خاص باعث سے دوبارہ میرے
پاس نہ آسکی میں سخت حیران ہوں اور نہیں جانتا کہ کیا خیال کروں۔ اگر وہ بری عورتیں
جو میں۔ اور ان کے مقاصد قابل اعتراض ہوتے تو یقیناً پڑھنا یہ کہہ سکتی کہ ہم ہر طرح
فادع البال ہیں۔ اور لیکن ہے عنقریب دو متمند ہو جائیں۔ لیکن بھر سال یہ پیدا ہوتا
ہے کہ اس جوان عورت کو جو اتنی خوبصورت... اس قدر ناقابل بیان ادھر آ میٹر
طریق پر خوبصورت ہے کیا ضرورت تھی کہ مجھ سے جو اس کے لئے بالکل اجنبی ہوں

ماہی رفاقت کے قول و قرار لیتی؟۔ افسوس! افسوس! میں کتنا بے وقوف ہوں۔ کہ بغیر سوچے اُس سے وعدہ رفاقت کر لیا۔ الہی تو نے دنیا میں ایسے حسینوں کو پیدا کیوں کیا! آہ! وہ وقت کتنی بے ہوشی اور بے خبری کا تھا... لیکن ممکن ہے۔ خود اُس کے ساتھ یہی بیٹی ہو... آہ! یہ خیال ظاہر کرتا ہے۔ کہ میں کتنا خود پسند ہوں۔ مگر یہ امر بھی تو قابل ذکر ہے کہ عورت ایک عجیب متلون مزاج ہستی ہے۔ اس میں دفعتاً غیب و غریب خیالات پیدا ہو جاتے ہیں۔ اگر ایسا ہو تو ثابت ہوگا کہ پرڈیٹا کو ضرور مجھ سے محبت ہے... وہ مجھ سے گہری محبت رکھتی ہے... اور میں خود بھی تو دیوانہ وار اُس کے عشق میں مبتلا ہوں“

ان خیالات کے پیدا ہوتے ہی اُس کے دل میں ایک درد سا اٹھا اور اُس کے ضمیر نے اُسے اُس بیوفائی اور غدارمی کے لئے طاعت شروع کی چوٹس کی طرف سے لیڈ می فرانسس ایلمنگھم کے متعلق سوچ رہی تھی۔ اور اس کے ساتھ ہی وہ اپنے ذہن میں اُس حسینہ کے حیا آمیز حسن کا پرڈیٹا کے مغرور اور بے باک جہال سے مقابلہ کرنے لگا۔ غرض چارلس میٹ فیلڈ نے اُس عجیب نظارہ پر جو منگ بٹریٹ میں پیش آیا تھا۔ جتنا زیادہ غور کیا اتنی ہی زیادہ اُسے اپنی ذات سے بے اطمینانی محسوس ہونے لگی۔ دل نے کہا جو کچھ مجھ سے ہوا وہ نا عاقبت اندیشی حماقت اور بے سمجھی پر مبنی تھا۔ لیکن جن باتوں کے لئے اُسے تاسف محسوس ہوتا تھا۔ اُن کی تہ میں ایک ایسی دلکش راحت بھی موجود تھی۔ جو پیشانی کا احساس پیدا نہ ہونے دیتی تھی۔ یہ امر واقعہ ہے۔ کہ اپنے دل میں وہ اس بات کا اعتراف کرنے پر مجبور تھا کہ اگر کسی طرح گزشتہ گھنٹوں کا عرصہ دوبارہ پیش آئے۔ تو میرا طرز عمل اب بھی وہی ہو۔ جو پہلے تھا کیونکہ جس وقت پرڈیٹا کی صورت نگاہ سے سامنے آتی... جب اُس کی دلنفرت بیاں اُس کا بے عیب حسن اُس کے مکمل کا دلربا انداز اور اس کی شیریں آواز کی یاد تازہ ہوتی۔ تو اُس کے دماغ میں پھر خون پیدا ہو جاتا! اُس کی رگوں میں پھر خون گرم ہو کر تیزی کے ساتھ بہنے لگتا۔ اور اپنے دل میں اُسے محسوس ہوتا کہ اگر وہ ایک عین عورت کی بجائے شیطان انسانی ہوتی تو میں اُس کے ہاتھ اپنی روح تک فروخت کرنے پر آمادہ ہو جاتا۔

بہت دیر الٹا گھنٹیوں میں رہنے کے بعد آخر کار جب وہ ایلنگم ہوس میں پہنچا۔ تو رات بہت جا چکی تھی وہ یہ صاف اپنے کمرہ میں گیا۔ مگر باوجود کوشش کے نیند کی رغبت نہ ہوتی تھی۔ پڑھنے کی تصویر اب بھی اس کی نگاہوں میں پھر رہی تھی۔ اور اگر رات اتنی زیادہ نہ گزر چکی ہوتی۔ تو وہ یقیناً سنسٹر فٹس لہ زنگ سے ملاقات کے بہانہ غرور دوبارہ شنگ شریٹ میں جاتا۔

دیر تک کروٹیں پلٹے رہنے کے بعد آخر جب اس کی آنکھ لگی۔ تو وہی خوشنما تصویر خواب میں بھی نظر آتی رہی۔ کیا دیکھتا ہے کہ میں اسی حینہ کے پہلو میں صوفہ پر بیٹھا ہوں اور وہ میرے سینہ پر اپنا خوشنما سر رکھے نیم آغوش کی سی حالت میں بیٹھی ہوئی ہے۔ اس پر میری کاچہرہ جس پر سُرخ اور جذبات عیش نمودار تھے۔ اس کے اپنے چہرہ کی طرف اُٹھا ہوا تھا۔ بہت دیر تک دونوں اسی حالت میں رہے۔ کسی کی زبان سے ایک لفظ بھی نہ نکلا۔ نگاہوں میں ہی اظہار عشق ہو مار مارا پھیرایا معلوم ہوا۔ کہ وہ جھک کر اس کے لبوں کا بوسہ لینے لگا ہے۔ لیکن دفعتاً وہ خوبصورت چہرہ عجیب و غریب طریق پر بدلتا نکلا۔ وہ غیر معمولی طور پر لبوتما ہو گیا اور اس نے ایک خوفناک ہیئت کذائی اختیار کر لی۔ کسی نامعلوم سحر کے زیر اثر اس کی آنکھیں اس بلی ہوئی صورت کی طرف لگی رہیں۔ اور اب اس نے دیکھا کہ وہ نازک اور ملائم بدن جو اس کے آغوش میں تھا۔ تبدیل ہو رہا ہے دیکھتے دیکھتے اس وجود نے جھاننا خوشنما آئنا و لُصُریب اور آئنا پارا تھا۔ ایک خوفناک سانپ کی سی صورت اختیار کر لی۔ اس کے ساتھ ہی چالیس کے سنہ سے ایک ہولناک چیخ نکلی اور اس کی آنکھ کھل گئی۔

اس سنہ دیکھتا تو سورج کی خوشنما اور فرحت آمیز شعاعیں کمرہ میں داخل ہو رہی تھیں۔ اور اسے یہ دیکھ کر حیرت ہوئی۔ کہ اس کا والد چارپائی کے قریب کھڑا تھا۔ مشرپٹ فیلڈ کے اپنے بیٹے کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا چالیس معلوم ہوتا ہے۔ تم نے کوئی بہت ناگوار خواب دیکھا ہے۔

”جی ہاں۔ بڑا ہی خوفناک خواب تھا۔“ نوجوان نے خواب کی کیفیت کو یاد کر کے کانپتے ہوئے کہا۔

اس کے والد نے نرمی اور ملائمت کے لہجہ میں پوچھا یہ مگر کیا۔ وہ خواب بن خیالات

سے مختلف تھا۔ جو عالم بیداری میں ہمارے دل میں رہا کرتے ہیں؟
چارلس نے اپنے والد کو حیرت کی نظر سے دیکھا۔ اُس کا چہرہ سرخ ہو گیا اور
اُس نے محسوس کیا کہ ان کا اس طرح سویرے ہی میرے کمر میں آنا خالی از علت
نہیں۔ اس کا تعلق ضرور ان معاملات سے ہے۔ جس کے تعلق ناظرین کو معلوم ہے
کہ کچھ عرصہ سے وہ ہر وقت اس جوان کے دماغ پر حاوی رہتے تھے۔ یعنی وہ خاندانی ممبر
جو عجیب و غریب طریق پر اسے معلوم ہو گئے تھے۔

سلسلہ کلام جاری رہا کہ کرسٹریٹ فیلڈ نے کہا: بے شک چارلس میں سمجھتا
ہوں۔ ضرور کوئی بات ہمارے ذہن پر حاوی ہے۔ ہمارے طور و اطوار سے بھی
اس خیال کی تصدیق ہوتی ہے۔ گذشتہ ہفتے میں دیکھ رہا ہوں تم اتنے خوش اور
بے فکر نظر نہیں آتے۔ جیسے پیشتر ہوا کرتے تھے اور اگرچہ تم نے اپنی پریشانی کو
پوشیدہ رکھنے کی بہت کوشش کی ہے تاہم تمہاری یہ بدلی ہوئی حالت مجھ سے
اور تمہاری والدہ سے چھپی نہیں رہی۔ اس لئے چارلس! میں درخواست کرتا ہوں۔ تم
صاف طور پر مجھے بتا دو۔ ہمارے دل میں کیسے تفکرات ہیں؟ کیا ان کا تعلق اس
بات سے ہے کہ ہمیں معلوم ہو گیا ہے۔ ہم ہمارے دور کے رشتہ دار نہیں۔ اور
والدین ہیں؟

پیارے والد! آپ کیا فرماتے ہیں؟ تو جوان نے گہرا کر کہا اُس دریافت نے
تو اُن مجھے خوش و خرم بنا دیا تھا۔ جس کا میں آپ کے سامنے سچے دل سے اقرار کر چکا ہوں
تو پھر کیا باعث ہے کہ تم غمگین اور پریشان نظر لاتے ہو؟ کرسٹریٹ فیلڈ نے
فکر کے ساتھ پوچھا۔

غمگین اور پریشان! چارلس نے سرسری طور پر اپنی لفظوں کو دہرا کر کہہ
کہاں بیٹا اور میں دیکھتا ہوں۔ اس وقت بھی۔۔۔

اُس وقت بھی! چارلس نے دوبارہ اپنے والد کے لفظوں کو دہراتے ہوئے کہا۔
اور اس کے ساتھ ہی اُس کے خیالات نہک شریٹ کی طرف مبذول ہو گئے۔ کیونکہ
وحشت ناک خواب کے اثر سے اُس کے ذہن میں ایسی پریشانی پیدا ہو گئی تھی جو اس
سے پہلے موجود نہ تھی۔

کہاں میں اس بات کو محسوس کرتا ہوں کہ اس وقت بھی تم کس گہری نگرانی میں مبتلا
 ہو۔ تمہارے خیالات غیر معین ہیں اور ہتھاری آنکھوں سے اس قسم کی وحشت برستی
 ہے۔ جو بچے خوف زدہ کر رہی ہے۔ مسٹر ہیٹ فیلڈ نے زوردار لہجہ میں باہر ار کیا۔
 اس نے چارلس میں دوبارہ تم سے درخواست کرتا ہوں کہ جن حالات نے تمہارے
 مزاج میں یہ برائی پیدا کر دی ہے ان کی کیفیت سے مجھے لاعلمی میں نہ رکھو۔
 نوجوان اب کسی قدر سنبھل گیا تھا۔ لیکن نہیں جانتا تھا کہ ان سوالات کا کیا
 جواب دے۔ کہنے لگا۔ پیارے والد آپ ناخوش اس معاملہ میں اصرار کرتے ہیں یقین
 کیجئے۔ اگر آپ مجھ سے اس قسم کے سوالات نہ پوچھیں۔ تو اسی میں دو نوکی بہتری ہے۔
 بخلاف ازیں چارلس مسٹر ہیٹ فیلڈ نے زیادہ بخند کی اور استقلال
 کے لہجہ میں کہا۔ اگر تم ہمیں ان بواعث سے جو تمہارے تفکرات کا موجب ہیں۔
 خبردار کر دو۔ تو اس سے سیری اور ہتھاری والدہ کی تسکین ہو جائے گی۔ تم نے ابھی
 بیان کیا تھا۔ کہ میری پریشانی کا باعث وہ دریافت نہیں۔ جو تمہیں اپنی ولایت کے
 متعلق پریشانی کا کوئی اور ہی باعث ہوگا۔ پس چارلس میرے عزیز بیٹے اُس کے والد
 نے چارلس کے چہرہ کی طرف خود سے دیکھتے ہوئے کہا۔ جس بات کے متعلق تمہیں
 تشویش ہو۔ اسے ہم سے چھپا کر نہ رکھو۔ کیا یہ فکر اس لئے ہے کہ تمہیں لیڈی فرانسس
 سے محبت ہے اور تم اس کے سامنے اپنے جذبات ظاہر کرنے سے جھجکتے ہو؟
 چارلس اپنے دل میں سمجھا تھا۔ کہ میرا والد ان پر اسرار خانگی معاملات کا ذکر
 کرنے لگا ہے۔ جنکی تہ تک وہ خود بخود چکا تھا۔ پس جس وقت مسٹر ہیٹ فیلڈ نے اس
 سے ایک اور ہی معاملہ کا ذکر چھیڑ دیا۔ تو چارلس کو گونہ تسکین ہو گئی۔ اب جو اس
 نے متحیر لگا ہوں سمجھا اپنے والد کے چہرہ کی طرف دیکھا۔ تو اُس پر رونق اچکی تھی
 ”آہ! اب میں تمہارے راز کو سمجھ گیا“ اُس کے والد نے کہا۔ اور اُس کے
 بعد نوجوان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر وہ موثر طریق پر کہنے لگا چارلس تم فکر نہ کرو بلکہ
 اپنے دل میں امید قائم رکھو۔ اگر تمہیں اس بات کا یقین ہے کہ لیڈی فرانسس کو
 بھی تم سے ویسی ہی محبت ہے۔ جیسی تمہیں اُس سے ہے۔ تو پھر تمہیں اپنے خیالات

کے اظہار میں شامل نہ ہونا چاہئے۔

اتنا کہہ کر سرسپٹ فیلڈ تیزی سے قدم اٹھاتا کمرہ سے باہر چلا گیا۔ اور چارلس اس بات پر تعجب ہو کر رہ گیا۔ کہ معاملہ کی صورت نے از خود کس طرح پلٹا تھا بہت دیر تک اپنے خوف ناک خواب اور والد کے مشورہ پر غور کرنے کے بعد وہ کسی قدر بلند آواز سے کہنے لگا۔ بے شک میرے لئے بہتر یہی ہے کہ پڑوٹیا کا خیال اپنے ذہن سے نکال دوں۔ کیونکہ وہ خواب ضرور اپنے اندر کوئی خدائی تشبیہ رکھتا تھا۔ سب سے پہلے سناپ وہی ہوتے ہیں۔ جو کہنے میں بہت خوشامیوں اور اس میں کچھ بھی شک نہیں کہ پڑوٹیا... حسن و سحر کی وہی پڑوٹیا کسی خاص مقصد کے لئے میرے گرد ریشمی زنجیریں ڈال رہی ہے۔ اس کی دلفریبیاں شرانگیز ہیں۔ اور اس کے لب لعلیں کا غسل اس شخص کے لئے جو اس سے جرحہ کش ہو نہر ہلال سے کم نہیں۔ اس کے مقابلہ میں فرانسس میری پیاری فرانسس جے معلوم نہیں کہ اس کا بوجھ سے کتنا قریبی رشتہ ہے... دلتواز حدینہ بیٹی فرانسس اپنے اندر وہ تمام صفات رکھتی ہے جو راحت انسانی کی تکمیل کے لئے ضروری ہیں پس بہتر یہی ہے کہ میں والد کی نصیحت پر عمل کر کے اس نیک سیرت حدینہ کی محبت حاصل کرنے کی کوشش کروں۔ اس کے بعد ہی اگرچہ جلد یا بدیر مجھے والد کو مجبور کرنا پڑے گا۔ کہ وہ اپنے چوٹے بھائی سے ارل کامرتہ حاصل کر لیں۔ تاہم اس صورت میں میری پیاری مینی کو جو قصہ ہو گا۔ وہ زیادہ تلخ ثابت نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ مجھ سے شادی کر کے وہ دایکونٹس بن جائے گی۔ اور میرے والد کے انتقال پر کنوٹس کا درجہ حاصل کر لے گی۔

اسی اوجھڑ بن میں چارلس سپٹ فیلڈ نے بستر سے اٹھ کر ہاتھ دھو دیا اور اس کے بعد جب وہ کہاں کہاں کے کمرہ میں پہنچا۔ تو اس کے چہرہ پر ایسی نفی تھی۔ اور اس کی آنکھوں میں اطمینان کی ایسی جہلک پائی جاتی تھی۔ کہ اس کے والدین اس خوشگوار تبدیلی کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ مگر انہوں نے تصدق اس بارہ میں کوئی غفٹاؤ نہیں کی۔ اگرچہ نگاہوں میں اس قسم کے اشارے ہوئے۔ جن سے معلوم ہوا تھا۔ کہ وہ بھی اب اپنے دل میں بہت مطمئن ہیں۔

لیڈی فرانسس آج معمول سے زیادہ حین نظر آتی تھی یا کم از کم چارلس ہیٹ فیلڈ کو دسترخوان کی میز پر بیٹھے ہوئے ایسا محسوس ہوا۔

گنگو ایک اہم واقعہ کی نسبت شروع ہو گئی۔ جو اسی روز شام کو چھوڑیں آنے والا تھا۔ درحقیقت پرنس آف مونٹونی نے ارل آف ایٹنگہم کے قصرواق پال مال میں شریک دعوت ہونا منظور کر لیا تھا۔ اور فیصلہ یہ ہوا کہ اس تقریب پر بڑی دھوم دھام کی تیاریاں کی جائیں۔ سامان اکل و شرب عظیم النفاذ ہو۔ اور جب دعوت کو کامیاب بنانے کے لئے کوئی صرفہ اٹھانہ رکھا جائے۔ اس موقع پر ارل کے دوستوں میں سے چند ایک کو مدعو کرنا مطلوب تھا۔ اور یہ بیان کرنا غیر ضروری ہو گا کہ جن شخصوں کو دعوت دی گئی۔ وہ ایسے نہ تھے جو محض اپنی امارت کی وجہ سے شہرت رکھتے ہوں۔ بلکہ وہ جونیک دل اور نیک بنادیموں۔

دسترخوان بڑا لایا گیا۔ تو چارلس ہیٹ فیلڈ اور لیڈی فرانسس دونوں اُس کمرہ میں رہ گئے۔ اب وہ حین ددیشہ اپنے رفیق کے قریب پہنچ کر معصوم لکھنا دلفریب پیرایہ تما کہنے لگی۔ چارلس مجھے آج یہ دیکھ کر بہت خوشی ہوئی کہ تیار کیا فطری خوشی بھر عود کر آئی ہے۔ ہمیں معلوم ہے کچھ دنوں سے تم بہت ہی تشکر اور پریشان نظر آ کر تے تھے۔

لیکن پیاری فینی میں اُمید کرتا ہوں کہ تمہارے ساتھ میرے تعلقات میں پھر بھی کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ چارلس نے جواب دیا۔ خدا جانتا ہے میں بالکل نہیں چاہتا کہ تمہیں کسی طرح سے آزدگی کا موقعہ دوں۔

وہ کہنے لگی۔ آزدگی کی تو کوئی بات نہیں۔ مگر آخر کیا وجہ تھی۔ تم پہلے دنوں اتنے پریشان نظر آتے تھے۔

وہ کہنے لگا۔ فینی جو کچھ بھی تھا۔ اُس کا ذکر جانے دو۔ دیکھنا یہ ہے کہ میں اب ہر طرح سے خوش ہوں۔ اور میری خوشی یہ معلوم کر کے دوبالا ہو گئی ہے کہ تمہیں مجھ سے کتنی محرومی ہے۔

لیڈی فرانسس سادگی سے کہنے لگی۔ چارلس مجھے تم کو آزدہ دیکھ کر اگر محسوس ہو۔ تو بڑی بات نہیں۔ کیونکہ ہم ایک ہی مکان میں رہتے ہیں۔ ایک دوسرے

کے رفیق ہیں۔ ہمارے والدین گہری دوستی رکھتے ہیں۔ پس اگر مجھے تمہارے معاملات سے دلچسپی ہو۔ تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟

”قابل پرستش حینہ۔“ چارلس نے آہستگی کے لہجہ میں کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی اُس نے اپنے دل میں لیڈی فرانسس کے باجیا انداز کا مقابلہ پیش پرست اور مبہاک پرڈیٹا کی بے تکلفی سے کیا۔ پھر لیڈی فرانسس کے معصوم چہرہ کی طرف غور سے دیکھ کر کہنے لگا۔ ”فینی اگر ہمارے والدین ہماری شادی کی اجازت دیدیں۔ تو اس میں تمہیں تو اعتراض نہ ہوگا؟“

لیڈی فرانسس نے جلدی سے اپنا ہاتھ چارلس کی گرفت سے ہٹا لیا اُس کے چہرہ پر حیا کی سرخی پھیل گئی۔ اور وہ چند منٹ تک اپنے رفیق کی طرف انتہائے حیرت سے دیکھتی رہی

”کیا تم مجھ سے ناراض ہو گئی ہو؟“ چارلس نے پوچھا۔ حالانکہ میں اپنے دل میں یہ امید رکھتا تھا۔۔۔ میری آرزو یہ تھی۔۔۔“

”تمہیں انہیں ایسے تم سے ناراضگی تو نہیں۔“ فینی نے اپنی لگاؤ میں چمکا کر اور بھی شراتے ہوئے کہا۔ ”لیکن میں ڈرتی ہوں۔ ہمارے لئے اس قسم کی باتیں بکنے بے جا نہ ہوں۔“

چارلس جلدی سے کہنے لگا۔ ”میری جان پاک محبت جرم نہیں ہوتی۔ یہاں اگر میری پیاری فرانسس تم محسوس کرتی ہو۔ کہ تمہارے دل میں میرے لئے محبت ہے۔ تو میں فوراً تمہارے والدین سے اس محبت کا اظہار کروں گا۔ جو میرے اپنے دل میں تمہارے متعلق ہے۔۔۔“

لیڈی فرانسس نے ہلکی اور کھینکاتی ہوئی آواز میں جس سے چارلس کو یقین ہو گیا۔ کہ اُس کے دل میں بھی میرے متعلق جذبہ محبت موجود ہے کہا۔ ”میں اس سے زیادہ اور کیا کہہ سکتی ہوں کہ جو کچھ میرے والدین فیصلہ کریں۔ وہ مجھے منظور ہوگا۔“

چارلس نے اُس کا نازک ہاتھ اپنے منہ سے لگایا۔ اور اس سے رخصت ہو کر ارل آف اینگلیم سے ملنے کمرے سے جا رہا تھا۔ کہ رات میں نوکر نے ایک خط یا جو نوٹ دی

دیر پشیر ایک قاصد اس کے نام چوڑ گیا تھا خط کا لغافہ نہایت خوشنما زمانہ تحریر میں تھا۔ اور اس کے ایک گوشہ میں لفظ پرائیویٹ لکھا ہوا تھا۔ خط اہم تھا میں نے کچا پس شیدھا اپنے کمر میں چلا گیا اور وہاں اس نے لغافہ چاک کر کے مضمون پڑھا لکھا تھا

میرے سب سے پیارے دوست

قبل اس کے تم میری ماں سے دوبارہ ملاقات کرو۔ میں ضرور تمہاری میں تم سے چند لفظ کہنا چاہتی ہوں۔ والدہ آج دوپہر کو کیل کے باہر جا رہی تھیں۔ اور قریباً دو گھنٹہ تک گھر سے باہر رہیں گی۔ پس میں بارہ بجے کے بعد ہتھارا انتظار کروں گی۔

پروڈیا فشر ہارڈنگ

”میں میں ہرگز اس سے ملنے نہ جاؤں گا۔“ فوجوں نے کسی قدر بلند آواز سے کہا اور پھر رقتہ کو غور سے دیکھتے ہوئے وہ اپنے آپ سے کہنے لگا: ”ادہ! کتنی پیاری تحریر ہے۔ اور یہ نام پروڈیا فشر کی تحریر کتنا پراسرار اور دلکش معلوم ہوتا ہے۔ پروڈیا فشر کے نام میں ہی غیر معمولی کشش ہے... مگر اہ! وہ خواب... وہ خواب کتنا خوفناک تھا! اگرچہ آخر وہ ایک خواب ہی تھا۔ اور جتنا زیادہ میں اس پر غور کرتا ہوں معلوم ہوتا ہے۔ وہ ایک نہایت فضول خواب تھا۔ اگر خدا کو ہمیشہ کرنا ہی منظور ہوتا۔ تو اس کے ہزاروں ذریعے ہیں۔ اور بالضرر اس خواب میں پروڈیا کی بجائے لیڈی فرانسس کی صورت نظر آتی۔ تو پھر کیا ہوتا... مگر قابل غور سوال یہ ہے کہ وہ تنہائی میں کس لئے مجھ سے ملنا چاہتی ہے، خط میں لکھا ہے کہ ملاقات سے پیشتر ہتھوڑی دیر کے لئے ضرور مجھ سے ملو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی ماں منتقرب دوبارہ مجھ سے ملنا اور کوئی خاص بات میرے کانوں تک پہنچانا چاہتی ہے۔ اس سے یہ بھی صاف ہوتا ہے کہ معاملہ کی تہ میں کسی طرح کی دھوکہ بازی یا جالاکئی نہیں۔ بلکہ ہی عورت حقیقت میں مجھ سے بعض اہم معاملات پر گفتگو کرنے کی آرزو مند ہے اور اگر میں اس سے نہ ملا۔ تو اس کے معنی صریحاً یہ ہونگے کہ مجھے خود اپنی بھلائی کی پروا نہیں۔ بلکہ پروڈیا کا معاملہ اس کے متعلق ہیں سوچتا ہوں۔ کہ اگر میں نے اس کے کہنے پر فوراً ہی ملاقات نہ کی۔ تو وہ یقیناً میرے فعل کو شرافت سے بعید سمجھیں گی۔ اور گنوا نہ رو یہ پر محمول کرے گی معاملہ بہت ہی ضروری معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے میری رائے میں اس سے ملنے میں چنداں ہرج نہیں۔ دوپہر قریب ہے اور اگر اس سے ملنا ہے تو مجھے وقت ضائع نہ کرنا چاہیئے

اور اس کے مکان پر چلنے کی تیاری کرنی چاہئے۔ ہاں مگر سوال کا ایک پہلو اور یہی ہے آج فرانسس کے اور میرے درمیان جو گفتگو ہوئی۔ اُسے پیش نظر رکھتے ہوئے پڑوٹیا کے ہاں جا کر میری کوشش پر ہونی چاہئے کہ اُس کے سحر آئینہ اثرات سے محفوظ رہوں اور اگر حسن اتفاق سے وہ کل کی طرح مجھے اپنے وعدہ سے سبکدوش کرنے پر رضامندی ظاہر کرے تو بڑی خوشی سے اپنا وعدہ واپس لے لوں۔

یہ آخری فیصلہ تھا۔ جو اُس نا عاقبت اندیش جوان نے اپنے دل میں کیا۔ سنسکٹ شریٹ کو جانے سے پیشتر اُس نے اپنے والد سے مل کر اس کا ذکر نہیں کیا۔ کہ میں نے آپ کے مشورہ پر عمل کر کے لیڈی فرانسس سے شادی کی درخواست کر دی ہے۔ اور نہ ارل سے ملاقات کر کے اس گفتگو کا ذکر کیا۔ جو اس کے اور میرے موصوف کی دختر کے درمیان ہوئی تھی۔ اور جس کے سلسلہ میں وہ اس وقت کمرہ سے باہر نکلا تھا جب اسے پڑوٹیا کا خط ملا۔

دعوتی رفعت اُسے قریباً بارہ بجے ملا تھا۔ اس لئے اس نے سوچا کہ اسکی تعمیل میں اگر مجھے اُس حسینہ سے ملنا ہے تو فوراً ہی اُس کے مکان پر جانا چاہئے۔ اور لیڈی فرانسس کے معاملہ کا ذکر تو ارل اور والد سے فاسیع ہو کر بھی کیا جاسکتا ہے۔ ان دلائل سے چارلس ہیٹ فیلڈ نے اپنا اطمینان کرنے کی کوشش کی۔ اگرچہ جیسا کہ ناظرین سمجھ سکتے ہیں۔ وہ چند ان وزن دار نہ تھے۔ بہر حال چارلس نے انہیں اپنے ضمیر کی آواز کو دبانے کے لئے معقول تصور کیا۔

ایک اور بات جس کا ہم اس جگہ ذکر کرنا چاہتے ہیں۔ یہ یہی ہے کہ گو چارلس ہیٹ فیلڈ نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ میں پڑوٹیا سے اپنی اس ملاقات میں بے تکلفی و در بیان میں نہ آنے دوں گا اور ہماری یہ ملاقات محض سرسری اور سطحی ہوگی تاہم اس کے مکان سے جانے سے پیشتر اُس نے بہت سا وقت بناؤ چناؤ میں صرف کیا۔ سر کے بالوں کو ڈب سے اہتمام سے آراستہ کیا۔ اور دیر تک اپنی صورت کو آئینہ کے سامنے کھڑا ہو کر دیکھتا رہا۔

ٹھیک بارہ بجے تھے۔ جب وہ پڑوٹیا کی ملاقات کے لئے مکان سے روانہ ہوا اور لاکھ ظاہر داری ہو اس امر واقعہ کو بہر حال نہیں چھپایا جاسکتا کہ اپنے دل میں

وہ خوش تھا۔ کہ مجھے اس حینہ سے دوبارہ ملنے کا موقعہ حاصل ہو گیا۔

جس وقت تیزی سے قدم اٹھاتا وہ منہ کی طرف جا رہا تھا تو اس کے ذہن میں اس بارہ میں طرح طرح کے خیالات پیدا ہونے لگے کہ پڑوٹیا اس وقت کس لباس میں ہوگی؟ دن کے وقت اس کی صورت کیسی نظر آئیگی؟ اور میری طرف سے سر دھری کا سلوک ہوتے دیکھ کر اس کا سلوک کیا ہوگا؟

اپنے دل سے مخاطب ہو کر وہ آہستگی سے کہنے لگا۔ عزیز ارٹکی! اگر حقیقت میں وہ یکجہتی ہے کہ میں اس کا صادق دوست ہوں۔ تو اُسے کتنی باری مالوسی ہو والی ہے اس میں شک نہیں اس کے دل کو سابقہ گرم جوشانہ ملاقات کے بعد سر دھری کے سلوک سے مجروح کرنا خود مجھے نہایت ناگوار محسوس ہوتا ہے۔ لیکن دوسری طرف ریڈی فرانسس کے ساتھ میری جو گفتگو ہو چکی ہے اس کی بنا پر فرض کا تقاضا یہ ہے کہ پڑوٹیا سے اپنے تعلقات منقطع کر لئے جائیں۔

اس قسم کی باتیں سوچتا وہ اس حینہ کے مکان کے دروازہ تک پہنچ گیا اور جس وقت اس نے دروازہ پر دستک دی تو دل بڑے زور سے دھڑک رہا تھا۔ لمحہ بھر بعد خادمہ سے ایک کمرہ میں لے گئی جہاں پڑوٹیا اس کی منتظر تھی۔

اس ملازمین نے اس وقت صبح کے پہننے کا دلہن صرب کھلا لباس زیب کر رکھا تھا اور چونکہ وہ کم بہت گرم تھا۔ اس لئے وہ نیتے جوشالوں پر بندھے ہوئے جاہلیں کپڑے پہن کر بیٹھ گئے تھے۔ اور لباس زیادہ نیچے کو اتار دیا تھا اور اس کی چیتاں صاف نظر آرہی تھیں۔ سر کے بال بڑی خوبی سے آراستہ تھے۔ اونٹان کے اوپر اس نے کتان کی طرح کسی نہایت باریک کپڑے کی ٹوٹی پہن رکھی تھی۔ جس کی دودھ کی ایسی سفیدی میں ان سیاہ بالوں کی چمک دو بالوں کی تھی۔ موٹی سیاہ آنکھیں اب بھی اتنی ہی تیز اور چمک رہی تھیں۔ شبی شب گزشتہ کو گزرنے اور شانوں کی پسیدہ میں دوپہر کی روشنی نے تنہیف کی بجائے اضافہ کر دیا تھا اور اگر ممکن سمجھا جائے تو اس کا صحت و جسم دن کی روشنی میں رات کی نسبت اور بھی زیادہ سرخ و سپید نظر آتا تھا۔

بے شک پڑوٹیا اس وقت اتنی دلربا اور خوبصورت تھی جیسی شب گزشتہ کو بلکہ یہ کہتا ہے جہاں ہوگا۔ کہ اس کے جذبوں تک پہنچنے پر اس میں اس وقت دن

کی روشنی میں بکارت کی سی تازگی نظر آتی تھی۔ جس کے باعث یہ خیال دیکھنے والے کے دل سے فوراً ہی محو ہو جاتا تھا۔ کہ اُس کی نگاہوں کی تیزی یا اطوار کی بے تکلفی اُس کے درجہ عصمت سے گہے ہوئے ہونے کی دلیل ہے۔ اس میں شک نہیں۔ اسٹریلیا میں اس کی زندگی یہ جلیبی میں گذری تھی۔ مگر اُس آوارگی سے نہ تو اُس کے حسن میں کسی قسم کا فرق آیا۔ اور نہ اُس کے شباب کی تازگی پر کوئی مضراثر نمودار ہوا۔ اس کی شکل و صورت کو دیکھ کر کوئی یہ نہیں کہہ سکتا تھا۔ کہ تیرہ سال کی عمر سے لیکر اُس وقت تک کہ وہ جہاز پر سوار ہو کر انگلستان کو روانہ ہوئی۔ وہ ایک اوباش اور آوارہ مزاج عورت رہی تھی۔

کمرہ میں قدم رکھتے ہی چارلس ہیٹ فیلڈ پرتوٹیل کے لاثانی حسن و جمال پر اُسی طرح مفتون ہو گیا۔ جیسے شب گذشتہ کو تارہ بلکہ اگر ممکن ہو تو اُس سے بھی زیادہ۔ کیونکہ اب وہ اُس پر اتنا دارفتہ تھا۔ گویا دونوں کی ملاقات کا پہلا موقع ہو۔ کمرہ میں داخل ہوتے ہی وہ اُس کے لاثانی حسن و جمال کی تاب نہ لا کر ٹھٹھک گیا۔ معلوم ہوتا تھا۔ وہ نہیں چاہتا۔ اُس ساحرہ کے قریب پہنچ کر اُس کے دام حسن میں پھنسنے کی روح میں ہی کوئی آواز بار بار اُسے متنبہ کر رہی تھی۔ کہ اس کشش حسن کی تیریں تباہی اور بربادی کے سوا کچھ نہیں۔ لیکن چڑیا سانپ کو جھاڑی کے پیچھے چھپا دیکھ کر اُسے اپنی قضا سمجھتے ہوئے بھی اُس کی نگاہ سے ایسی سحر ہو جاتی ہے کہ پیچھے نہیں ہٹ سکتی اسی طرح وہ باوجود اس ارادہ کے جو وہ روانگی سے پیشتر کر چکا تھا۔ اور باوجود اس یہی آواز کے جو رہ زہ کر اُسے پیچھے ہٹنے پر اکسارہی تھی۔ سب سے اختیار اُس حسینہ کی طرف بڑھا۔

مازینن نے صوفے اٹھ کر اُسے تعظیم دی اور اپنا ملائم گرم ہاتھ اُس کے ہاتھ کی طرف بڑھایا۔ پھر جب اُس دارفتہ جوان نے اُس دلربا چہرہ کو اُس کے لازم و ملہجی کی عظمت میں اپنے سامنے دیکھا۔ جب اُس نے نازک ہاتھ کی لمبائی کو اپنے ہاتھ میں محسوس کیا۔ جب وہ ترنم خیز اور طریناک شیرین آواز اُس کے کانوں تک پہنچی۔ جب وہ خوشبودار سانس جو ہونٹوں کی ہلکے سے زیادہ عطر نیز تھی اور ایسے دلغریب ہونٹوں سے نکلتی تھی۔ یہیں دیکھ کر معلوم ہوتا تھا۔ کہ گلاب کی پتیوں نے اپنی

رنگت اُنہیں مستعار دے دی ہے تو وہ تمام مضبوط ارادے جنہیں وہ اپنے دل میں لے کر دیا گیا تھا۔ اُن داہد میں کاغذ ہو گئے۔ اور چارلس نے اپنے دل میں محسوس کیا کہ ایک ایسی پر شوکت اور ایسی دلنریب ملکہ حسن کے سامنے سر و مہری کا انداز اختیار کرنا۔ سراسر غیر ممکن ہے۔۔۔ سراسر غیر ممکن ہے!

بڑی لامکت سے اُس جوان کا بازو تھام کر اُسے اپنے ساتھ صوف کی طرف لاتے ہوئے اور پھر اُسے صوف پر اپنے پہلو میں بٹھا کر نیند ساز عورت نے کہا۔ تیرے عزیز دوست اس عین الوقتی کے لئے میرا دل شکر یہ قبول ہو۔ مگر کوئی اور مذکور کرنے سے پہلے میں پوچھتی ہوں۔ کیا تم نے اُن واقعات پر جو کل ہمارے درمیان پیش آئے تھے مگر غور کیا ہے؟ کیا تم نے نہائی میں اس بات کو سوچا ہے کہ ہم نے ایک دوسرے کی ذات سے بالکل اجنبی ہوتے ہوئے دائمی دوستی کا عہد کرنے میں بے وقوف پنوں کی سی حرکت تو نہیں کی؟ اور کیا سارے حالات پر غور کرنے کے بعد تم یہ سمجھتے ہو۔ کہ جو قول و قرار کل رات ہمارے درمیان ہوئے تھے وہ سب طرح پختہ اور مضبوط ہیں؟

”بالکل نہیں کیونکہ میں اپنے کسی فعل پر کبھی افسوس نہیں کرتی۔“ پر ڈیانا نے چلبلی سے کہا۔ بات یہ ہے جو کام میں کروں۔ اُس کی خلیت کو بچلے خوب سوچ لیتی ہوں یہی وجہ ہے کہ اُس وقت بھی جب کوئی شخص یہ سمجھے کہ جو کچھ میں کر رہی ہوں وہ فوری حالات کا نتیجہ ہے۔ میں احتیاط اور عاقبت بینی کو ہاتھ سے نہیں دیتی۔ لیکن ہے۔ بہتاری حالت اس سے مختلف ہو۔ اس لئے میں پھر پوچھتی کہ اُس عہد وفاقت سے متعلق تمہارا پختہ اور آخری فیصلہ کیا ہے؟

چارلس کے تمام احوال اس شمع حسن کے جھانکنے آتے ہی خاک میں مل چکے تھے بے اختیار سوچ کر کہنے لگا۔ پر ڈیانا نے جس دوستی کا کل رات عہد کیا تھا اُس کا اب تک بدستور پابند ہوں۔ دینا ادھر سے ادھر ہو جائے۔ میں بہر حال اپنے وعدہ سے پیچھے نہیں ہٹوں گا۔

”اس سے ثابت ہوا کہ ہماری دوستی اُسی طرح قائم ہے۔ جیسی میرے خیال ہیں ہونی چاہئے تھی۔“ جوان عورت نے کہا۔ ”لیکن اُس مضمون پر گفتگو کرنے سے پیشتر جو بصیرت دیکر تمہارے لئے غیر دلچسپ ہوتا۔ میرے لئے اس سوال کا جواب حاصل کرنا ضروری تھا۔“ اور یہ کہتے ہوئے اُس نے اپنے رفیق کی طرف اس انداز سے دیکھا کہ محسوس ہوتا تھا اُس کے لب لعلین جن پر اس وقت ایک پر لطف مسکراہٹ نمودار تھی اور جن کے اندر کسی قدر بڑے لیکن مہوار اور موتیوں کی طرح پسیدہ دانتوں کی لڑیاں نمودار تھیں۔ ایک طویل بوسہ کے طلبگار ہیں۔“

چارلس جس کے دل سے لیڈی فرانسس کی یاد اب بالکل محو ہو گئی تھی اور جو بڑے حسن و سحر اور زبردول و جان سے مفتون ہو چکا تھا۔ کہنے لگا۔ ”خیر تو اب تم کہو وہ اصلی مضمون کیا ہے؟“

جوان عورت نے ایک گہری آنکھنچی پھر بولی۔ ”چارلس تم نے مجھ سے دوستی کا عہد کیا تھا۔ اور دوست وہ ہے جو مصیبت کے وقت ہر ممکن ذریعہ سے آمادہ امداد و مہربانی میں تم سے جو مشورہ حاصل کرنا چاہتی ہو۔ وہ ایک دوست ہی کی حیثیت میں ہے۔ ممکن ہے تم مجھے میرے خیالات کی وجہ سے عجیب عیوض سمجھو۔ یہ بھی ممکن ہے اس قدر کم عرصہ میں تمہارے ساتھ اتنے گہرے دوستانہ تعلقات قائم ہونے پر میری نسبت تمہارے خیالات ایسے نہ ہوں۔۔۔“

”نہیں! نہیں! اے دلنواز حسینہ میں خوب جانتا ہوں کہ جو کچھ تم نے کیا۔ وہ ایک نادر دل کے فیصلہ کے مطابق تھا۔ اور میں اُس دل کی پوری طرح قدر کرتا ہوں۔ جو اتنا راست شعار اور اس قدر مجبوش ہو۔“ چارلس نے اُس کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر انہیں دباتے ہوئے کہا۔

”اُس پر ہی نے اپنے ہاتھوں کو کھینچنے کی کوشش نہ کرتے ہوئے گویا نظم نے میرے جذبات کو خوب سمجھا۔ اگرچہ میں خود اُن کے اظہار کے لئے مہزون الفاظ حاصل نہیں کر سکتی تھی۔ میں تم سے بیان نہیں کرنا چاہتی تھی۔ کہ صاف گوئی اور راست بیانی میری سرشت میں عجیب کی حد تک موجود ہے۔ کل رات جس وقت تم مجھے یہ شخصیت ہوئے۔ تو میں نے سارے حالات اپنی والدہ کے روبرو جو کہیں میرے کمرہ میں پہنچا کر

اس وجہ سے واپس نہ آسکیں۔ مگر ان کا مزاج یکایک نارماز ہو گیا تھا۔ بیان کر دئے۔
چنانچہ جو گفتگو ہم دونوں میں ہوئی تھی۔ میں نے اس کا ایک لفظ بھی چھپا کر نہ رکھا۔
اور یقیناً اس کے لئے اس نے ہمیں ملامت کی۔ کہ تم نے ایک کامل اجنبی شخص
کے ساتھ اس قسم کی بے تکلفی اختیار کر لی ہے۔ چارلس نے اس خیال سے ڈرتے ہوئے
کہا۔ کہ مبادا مسٹر فنزنگ ہمارے آئندہ ملاقاتوں میں رخصتہ انداز ثابت ہو۔

بے شک اس نے مجھے ملامت کی۔ لیکن نرمی اور ملامت کے ساتھ تمکار
عورت نے دردناک لمحہ اختیار کر کے کہا۔ اگرچہ اس ملامت سے بھی نہیں جو باقی
میں اس کا شمار تھی۔ کیونکہ معلوم ہوتا تھا کہ اس نے میری شادی کے متعلق ایسے طور پر کچھ فیصلہ کر رکھا ہے
یہ سنا دیکر پڑھ گیا۔ چارلس بیٹھ بیٹھ خیرت کے لمحے میں کہا۔

”اے۔“ جوان عورت نے اور بھی زیادہ دردناک آواز میں کہا۔ ”وہ شخص ایک لدا
اور خطاب یافتہ امیر ہے۔ اگرچہ میں نہ اس کے نام سے واقف ہوں اور نہ میں نے آج تک
اس کی صورت ہی دیکھی ہے۔“

”اے۔“ یہ تو سرانظر ظلم ہے کہ تمہیں ایک ایسے شخص کے حوالہ کر دیا جائے جس سے نہ ممکن
ہے تمہیں کبھی محبت پہنچے۔ چارلس نے شرے جوش کے ساتھ زوردار لہجہ میں کہا۔
”محبت! میں سچ کہتی ہوں۔ وہ خواہ کتنا بھی شکیلی اور خلیق ہو۔ مجھے اس سے
سخت نفرت ہے۔ اور رہے گی۔ پڑوینا نے جواب دیا۔ ”کیونکہ میں سرے سے اس
بائے ہی کو پسند نہیں کرتی کہ وہ دباؤ ڈال کر مجھ سے شادی کرنا چاہتا ہے۔“

چارلس کہنے لگا۔ ”مگر کیا تم چپ چاپ اس انتظام کو منظور کر لو گی۔ جو میری
رائے میں صریحاً غیر منصفانہ اور بے جا ہے۔ اگرچہ میں اس پہلو سے ممانی کا خواستگار
ہوں۔ کہ مجھے بتا رہی والدہ کے سوچے ہوئے انتظامات کی نسبت اس قسم کے سخت کلام
استعمال کرنے پڑے ہیں۔“

”افسوس! اس انتظام پر خاموشی سے رضامندی ظاہر کرنے کے سوا میرے لئے
کوئی چارہ بچا رہا نہیں۔“ پڑوینا نے جواب دیا۔ اور اس کے ساتھ ہی آنسوؤں کے چند قطرے
اس کی آنکھوں سے بہ کر اس کی لمبی سیاہ بالکوں پر نمودار ہو گئے۔ یہ حقیقت یہ ہے
کہ جس امیر سے والدہ کا ارادہ میری شادی کرنے کا ہے۔ وہ اس مرتد میں جس کا میں

پریشیز کر چکی ہوں۔ اُس کا حریف ہے۔ اور اب اتفاقیہ طور پر اُس نے اسی مقدمہ میں اپنے دعاوی کو مضبوط کرنے کا ایک ذریعہ تلاش کر لیا ہے۔۔۔

”آہ! میں اب اُس خوفناک حدود عرضی کو سمجھا۔ جو اس معاملہ کی تہ میں کام کر رہی ہے۔ چارلس نے کہا توہ شخص۔۔۔ وہ امیر جس کا تم ذکر کرتی ہو اُس صورت میں مقدمہ سے دست بردار ہونے پر آمادہ ہے کہ تمہاری اُس سے شادی کر دی جائے۔۔۔ یعنی تمہیں اُس مقدمہ کی ناکامی کے عوض قربان کر دیا جائے۔“

”ہاں چارلس پی شریں ہیں۔ جنہیں وہ امیر پیش کرتا ہے اور ان کو سامنے رکھتے ہوئے تم جان سکتے ہو میں اس شادی سے کیوں آنا بگیراں ہوں؟ نوجوان جنہ نے سمجھا لیا لیتے ہوئے کہا۔

”لیکن یہ امیر۔۔۔ آخر وہ کون ہے؟۔۔۔ اُس کا نام کیا ہے؟ ہیٹ فیڈل نے بڑے جوش میں پھر کر پوچھا۔

”پڑوٹا کہنے لگی۔ مجھے اپنی والدہ کے نجی معاملات سے آنکھ کم واقفیت ہے کہ میں ان معاملات کا صحیح طور پر جواب نہیں دے سکتی اور سچ پوچھو تو والدہ نے اُس نامعلوم امیر دار کا نام اور عمر بہت اب تک مجھ سے پوشیدہ رکھی ہے۔ جس کی وجہ سے میرے دل میں بدترین اندیشے پیدا ہو رہے ہیں۔ صرف ایک بار والدہ نے سرسری طور پر کچھ گفتگو کرتے ہوئے ایک ایسی بات کہی تھی۔ جس سے مجھے یقین ہو گیا کہ شخص مذکور۔۔۔ ہیٹ بوڈھا ہے۔“

”اور تم اتنی جوان اور۔۔۔ اتنی خوبصورت! چارلس ہیٹ فیڈل نے اُس کے چہرہ کی طرف تعریف اور سچی رستش کے انداز سے دیکھتے ہوئے کہا۔ اُسے پڑوٹا بتا رہے تھے کہ اس طرح نثار کر دینا غلطی۔۔۔ جرم و۔۔۔ شیطانی گناہ ہو گا!“

”لیکن میں بے بس ہوں۔ پڑوٹا نے اپنی بے جواب دیا۔ والدہ جو مفید کر چکی ہے۔ وہ اُس سے باز آنا نہیں چاہتی اور اسی لئے اُس نے مجھے ہتھکڑی سے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم کرنے پر راضی کیا تھی۔“

”لو کیا سن رہی ہو؟“ کایہ پختہ ارادہ سے کہ تمہیں خود عرضی کی قرآنکاء

تیار کر دے؟... تمہارے شباب کو زرد کی خاطر فروخت کرے؟... اور تمہیں ایک عمر رسیدہ شخص کے حوالے کر دے۔ جو ممکن ہے بد صورت ہو۔ اور جس سے یقیناً تمہیں سخت نصرت ہوگی۔ چارلس نے بڑے جوش کے ساتھ پوچھا۔

پر ڈیٹا کہنے لگی۔ "ہاں مجھے اندیشہ ہے کہ یہی ہو کر رہے گا۔ اس خوفناک نظام کا جو والدہ کر چکی ہے۔ مجھے کل رات ہی علم ہوا۔ میں نے سنا ہے کہ امیر مذکور نے کہیں سے مجھے بد نصیب کی تعریف سن لی تھی۔ اُس کے دو برادر میری جو کیفیت بیان کی گئی۔ اُس سے وہ ظلم بہت خوش ہوا۔ اور اس کے بعد جب کل اتفاقہ طور پر ایک دستاویز اس کے ہاتھ آئی۔ جس کی مدد سے اُسے مقدمہ میں کامیابی کا یقین ہو گیا ہے۔ تو اُس نے جیٹ یہ قابل نصرت شرائط پیش کر دی ہیں۔"

"اور اب سنسٹر مشن ہارڈنگ اسی لئے اپنے وکیل کی طرف گئی ہے؟" "ہاں،" "کہ اُس کے سامنے اس بے جوڑ شادی پر رضامندی ظاہر کر کے" پر ڈیٹا نے بڑے المناک ہجرت میں فقرہ کو پورا کرتے ہوئے کہا۔

"مگر یہ کیونکر ہو گا کہ تم نے والدہ کے روبرو اپنی دائمی راحت کو اس طرح قربان کر دینے پر ورنہ اسی ہی رضامندی ظاہر کی؟" چارلس نے جلدی سے پوچھا۔

پر ڈیٹا کہنے لگی۔ "جب میں نے والدہ کو زائد ار روتے دیکھا اور اُسے مغفیل اور التجائیں کرتے سنا۔ جب اُس نے میرے سامنے بیان کیا کہ اگر تم نے امیر مذکور کی شرط منظور نہ کی تو ہمارے تباہی یقینی ہے۔ تو میری آنکھوں سے بھی آنسو بھرنے لگی۔ دل رنج، الم کی وجہ سے میں ایک لفظ بھی زبان سے نہ کہہ سکی۔ اور میری اس خاموشی کو ہی رضامندی پر محمول کر لیا گیا۔ اُس کے بعد والدہ اس معاملہ کو طے کرنے کے لئے وکیل کے ہاں چلی گئی۔ اور میں نے اُس کی غیر حاضری میں ہتھیں بلا بھیجا۔ کیونکہ جب تک سو اس شر غدار میں میرا کوئی محسوس یا رفیق نہیں۔"

"ابھی؟" یہ کیا اندیشہ ہے؟" چارلس نے اس فرضی داستان سے جو اس انداز سے اُس کے روبرو بیان کی گئی تھی۔ کہ وہ شروع سے آخر تک اُسے بالکل صحیح سمجھنے لگا تھا کہا۔ "لیکن پر ڈیٹا میں حیران ہوں۔ اس معاملہ میں کیا مشورہ دوں؟ خدا جانتا ہے میں ہرگز نہیں اس بے مددی کی تہ قربان ہوتے نہیں دیکھ سکتا۔ لیکن دوسری

طرف تمہاری امداد سے بھی قاصر ہوں۔ اے کاش میرے پاس دولت کثیر ہوتی کہ میں تمہاری والدہ کو اتنا زکوٰۃ دیدیتا۔ جس سے وہ تم پر کسی قسم کی پابندیاں عاید کئے بغیر اس روپیہ کو اپنے مصرف میں لاتی۔ اور تم آزاد کی کے ساتھ اپنی طبیعت کے رجحان پر عمل کرتے ہوئے اس شخص سے شادی کرتیں۔ جو تمہیں منظور خاطر ہوتا۔

میرے فیاض دوست! میرے محسن! پڑھنا کے بظاہر بے خبری اور جوش کی حالت میں اپنا چہرہ اس جوان کے چہرہ کی طرف لے جلتے ہوئے کہتا: میں نہیں جانتی ان عنایاں کس کس منہ سے شکریہ ادا کروں۔ میں پیشتر ہی محسوس کرتی تھی کہ اس مصیبت میں تم اگر مجھے کچھ امداد نہ دے سکو گے۔ تو تمہاری ہمدردی ضرور میرے شریکہ حال ہوگی۔“

لیکن میں امداد دے کیونکر سکتا ہوں؟۔ چالیس نے اس حین لگے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں دباتے ہوئے کہا: میرے دادا... میرا مطلب یہ ہے کہ میرے اموں اور خانی جس فیاضی سے مجھے جیب خرچ دیتے ہیں۔ اس کے باعث میرے پاس سات آٹھ سو کے قریب پونڈ جمع ہیں۔ کیونکہ ان کا دیا ہوا وظیفہ میرے اخراجات سے کافی طور پر زیادہ ہوتا ہے۔ وہ روپیہ اگر کسی طرح تمہاری ضروریات کو پورا کر کے توڑے نصیب لیکن ہر خواہش حقیقی رقم کھدیش کرتا ہوا اشراما ہوں۔ کیونکہ جو دولت اس مقدمہ کی کامیابی سے تمہاری والدہ کو ملے گی انوالی تھی۔ اس کے مقابلہ میں یہ رقم بالکل ناجائز ہے۔“

”ہاں مگر دیکھنا یہ جاتا ہے کہ امداد جو پیش کی جاتی ہے۔ اس کی تم میں کیا پٹھ کام کرتی ہے۔ ممکن ہے یہ رقم والدہ کی نظروں میں بہت کم ہو لیکن اس سے بھی اتنا ضرور ہو گا۔ کہ اس کی فوری مشکلات ایک حد تک رفع ہو جائیں گی۔“ نئے ساز پروٹیمانے کہا۔ اور پھر سلسلہ کلام جاری رکھ کر کہنے لگی: ”چالیس تم سے کوئی بات پوشیدہ نہیں سلہر واقعہ یہ ہے کہ والدہ کچھ عرصہ سے مقدمہ کی بنا پر اپنے وکیل روپیہ بھگی وصول کرتی رہی ہے۔ ادھاب جبکہ مقدمہ میں کامیابی کی کوئی صورت باقی نہیں رہی۔ تو اس طرف سے بھی روپیہ ملنا بند ہو گیا ہے۔“

”بے شک اس روپیہ سے فوری ضروریات پوری ہو جائیں گی اور اس طرح پر وبالہ کو

کچھ عرصہ کے لئے ملا جاسکیگا۔ چارلس نے بغاوت پر اپنے دل سے مخاطب ہو کر کہا اور جب ہمیں غور و فکر کی فرصت حاصل ہو جائے گی۔ تو پھر اور مناسب انتظامات عمل میں لائے جاسکتے ہیں۔ بہر حال پرڈیانا سچ جانو میں ہرگز اس کو گوارا نہیں کر سکتا کہ تمہیں ایک ایسے شخص کے حوالہ کیا جائے جس سے تمہیں دلی نفرت ہے۔

تیسرے فیاض دوست یقیناً خدانے آپ ہمیں میری امداد کے لئے بھیجا ہے۔
نوجوان حسینہ نے اپنا سر چارلس کی چہاٹی پر رکھ کر روتے ہوئے کہا۔ اور اس رونے کو اس سادہ لوح جوان نے اظہارِ شکر گزاری پر محمول کیا۔

اور آپ بے اختیار ہو کر اُس نے اپنے دو نوجوانوں اُس حسینہ کے گرد ڈال دیے اُسے اپنے سینہ سے لگایا۔ اور اس زور سے اپنے آغوش میں لیا۔ گویا وہ اُس کی اپنی روح سے وابستہ تھی۔ پھر جلد ہی اپنی گرفت ہٹا کر اُس نے اس کے چہرہ کو... اُس کے گرم اور حیا کی سرخی چھانے ہوئے چہرہ کو اور پر کی طرف اُٹھا کر اُس کے لبوں پر پے در پے ہزاروں بوسے دئے۔ دونوں لب اس طرح آپس میں لگے گویا ایک دوسرے سے جھے ہوئے ہوں۔ پھر اُس نے اُس کی موٹی سیاہ آنکھوں کی طرف دیکھا جو عشقی و محبت کے جذبات کا مخزن تھیں۔ اب اُن کے اندر سرورِ عیش کی جہلک نمودار تھی۔ کیونکہ امر واقعہ یہ ہے۔ کہ پر جوش پر ٹھٹھا کی اپنی طبیعت اس وقت اتنی دارفتہ ہو چکی تھی۔ کہ وہ اپنے قویٰ پر قابو نہ رکھ سکی۔ اور اس جوان کی نگاہ اس طرح لگ گئی۔ گویا عشق کی انتہائی مہارتوں سے بہرہ مند ہونے کی خواہشمند ہے چارلس نے اُس کی چہاتیوں کو اپنے سینہ کے ساتھ لگے ہوئے دیر تک محسوس کیا اور جوش جنوں کی حالت میں اُس کا ہاتھ معلوم نہیں کیا نامحرم مقامات تک پہنچا۔

مگر یکایک پرڈیانا سنبھل گئی۔ اُسے یاد آگیا۔ کہ میں نے اس جوان کو لبس میں لانے کی جو تیاریز چھیڑی تھی۔ اُن میں انتہائی حوالگی کو دخل نہیں۔ کم از کم اس وقت تک کہ میں اسے بالکل طور پر اپنے دام میں نہ لے آؤں۔ تاکہ پھر اس کے لئے پشیمانی یا تاسف کی وجہ سے پیچھے ہٹنا عملی طور پر غیر ممکن ہو جائے۔

پس جلد ہی سے اُس کے آغوش سے نکل کر وہ تازین ٹھونک کے دوسرے سرے پر ہٹ گئی۔ بکھرے ہوئے بالوں کو درست کیا۔ ٹوپی کو ٹھیک کر کے سر پہ

رکھا۔ سرکی ہوئی چوٹی کو ٹھیک کیا اور اپنی آنکھیں چل میں اب تک سر و عشق نمودا
تھا۔ اس جوان کی طرف پھیر کر کسی قدر ملامت آمیز لہجہ میں کہنے لگی: "اوه! چارلس کیا اسی
کا نام دوستی ہے؟ تم تو مجھے برباد کئے دیتے ہو!"

راحت آفرین۔ دنوار حسینہ: "چارلس نے پردشت لہجہ میں کہا: "کیا میں نے
کل رات ہی تجھ سے یہ بات نہیں کہی تھی۔ کہ ہمارے لیے جو انہی کے لئے دے دیا ایک
ہر بات خطرناک جذبہ ہے۔ اور رفاقت کا لفظ زبان سے نکالنا بھی موجب تشویش
پر ڈیٹا ہے۔ جاننا چاہتی ہے تو معلوم کر کہ اس دل میں تیرے لئے صرف جذبہ رفاقت
ہی موجود نہیں بلکہ عشق... سچا محدود اور دائمی عشق موجود ہے۔ کیا تو یہ سمجھتی ہے کہ
تیری صورت دیکھ کر میرے دل میں جو احساس پیدا ہوا۔ وہ محض دوستی کا تھا؟ نہیں ڈیٹا
نہیں سو بار نہیں! دوستی کیا چیز ہے وہ جذبہ جو پہلی نظر میں ہی تیری صورت دیکھ کر
میرے دل میں نمودار ہوا۔ عشق کا تھا... اس عشق کا جو آج تک کسی مرد نے عورت
سے نہیں کیا۔ اور نہ آئندہ کبھی کوئی کر سکیگا!"

یہ سن کر ڈیٹا نے زے ملائم اور دلربا لہجہ میں کہنے لگی: "چارلس تم نے میرے
دل کی بات کہہ دی۔ کیا تم مجھے ہو کہ میرا دل ستارے غیر محبت سے گھما ل
نہیں جو چکا؟۔ آہ! یہ اس جذبہ محبت ہی کے باعث تو ہے کہ میں اس شادی کو نصرت او
حقارت کی نظر سے دیکھتی ہوں۔ جو والدہ نے میرے لئے اس قدر نا عاقبت اندیشی سے
اور ایسے ظالمانہ طریق پر تجویز کی ہے!"

آہ! اوه! اپر ڈیٹا کیا تم کہہ ہی تجھ سے محبت ہے؟ "نوجوان نے خوشی سے خون
کی حالت تک پہنچے ہوئے کہا: "میرے دنوار محبوب اس یقین کے لئے میں تمہارا شکرت
... ہر بار شکریہ ادا کرتا ہوں۔ تمہاری رفاقت کا احساس ہی کچھ کم قابل قدر نہ تھا۔
اور اب تمہارے اقرار محبت نے تو خوشی اور دیوانہ بنا دیا ہے۔ پر ڈیٹا ایسی حسینہ لگی
محبت کا حصول جیسی کہ تم ہو۔ وہ راحت ہے۔ جو دنیا کے نہایت ناریک اور بخر صحرانہ
بھی جنت الفرویں بنا دی گئی ہے۔ آہ! پر ڈیٹا مجھے یقین نہیں آتا کہ تمہیں مجھ سے محبت
ہے۔ خدا کے لئے اے جان جہاں ان لبوں سے پھر ایک بار کہو۔ کہ میں ہی نہیں
چاہتی ہوں!"

”بے شک چارلس مجھے تم سے محبت ہے۔۔۔ میں سو بار کہتی ہوں تم سے محبت ہے۔
جوان عورت نے نہایت ملائم آواز میں جواب دیا۔ اندراثر سحر کرتی تھی کہا۔ اور یہ کہتے ہوئے
اس نے اپنے دلدار کی طرف دلربا انداز سے دیکھا۔

”اُس جوان کے لئے یہ نظارہ سحرکاری سے کم نہ تھا۔ ایک تو طبیعت ہی بڑی
گرم جوشازہ تھی۔ اُس پر اُس حسینہ نے اُس کے جذبات کو اس طریق پر بھڑکایا کہ وہ
بالکل ہی وارفتہ ہو گیا۔ وہ اپنے اندر ایک ایسی راحت محسوس کرتا تھا۔ جو اسے اس دنیا
سے بلند بالا طبقات کی طرف اڑائے لئے جارہی تھی۔ اب نہ لیڈی فرانسس یا د
تھی۔ نہ اپنے یا محبت والدین نہ وہ اعلیٰ مقاصد جن کے حصول کا وہ اس قدر خواہشمند
تھا۔ حتیٰ کہ پرسنس آف مونٹونی کے متعلق اسے اپنے جذبہ تعریف ہی فراموش ہو گیا
اس وقت صرف ایک ہی اثر اُس پر غالب تھا۔ یعنی اُس کا فردا حسینہ کے سحر عشق
کا اور بس!

”تم سچ سچ مجھ سے محبت کرتی ہو“ اُس نے اُس شخص کے انداز سے کہا۔ جسے
جو کچھ نظر آ رہا ہو جو اس اُسے یاد کرنے سے انکار کرتے ہوں۔ اور پھر اپنے ناقابل
برداشت جذبات کے ذریعہ اُس حسینہ کے قریب پہنچ کر اُس نے پھر ایک بار اسے اپنے
آغوش میں لیا۔ اور دیر تک اُس کے پیوں کے ایسے لبوں کو بوسے دیتا رہا۔
”چارلس۔ چارلس۔ وہ اب تنگی سے کہنے لگی ”دنیائیں تمہارے برابر شکیں اور کون
ہے۔۔۔ میرے دلدار میں تم پر سو جان سے فدا ہوں!“

یہ کہتے ہوئے وہ حسینہ پھر ایک بار اُس کے آغوش سے جدا ہو گئی۔ کیونکہ
وہ محسوس کرتی تھی کہ میرے اپنے جذبات اس قدر بھڑک رہے ہیں کہ بے قابو
ہونے جاتے ہیں۔

پھر کہنے لگی۔ ”اب جو کچھ میں تم سے کہتی ہوں۔ اسے صبر و سکون کے ساتھ
سنو۔ یہ طے ہو گیا کہ تم میرے ہو۔ اور میں تمہاری۔ لیکن چند اصول ہیں جن پر تمہاری
راحت کو مدد ملے۔ حاصل ہو سکتی ہے۔“

”اور وہ اصول کیا ہیں؟“ حسینہ فیملی نے کہا۔ ”تاؤ دیں پوری قوت سے سن
رہے ہوں۔ اور یقین جانو تمہاری آواز میرے لئے منفرد و منفی ہے۔ زیادہ خوشگوار اور دلربا“

پر ڈیٹا نے پھر اپنی ٹوپی کو درست کیا اور چکیلی مالوں کو آراستہ کر کے بڑے معصومانہ انداز سے اپنے رفیق کی طرف رخ کر کے کہنے لگی :-

باب ۱۳۲ سحر عشق

پیارے چارلس اب ہمیں میری خصلت کا ایک نیا پہلو معلوم ہونے کو سے ممکن ہے تم میرے خیالات کو عجیب و لیرانہ اور منزل اخلاق سے گزرے ہوئے نہیں تو کم از کم کسی دوشیزہ کی شان سے بعید سمجھو۔ مگر یاد رکھو میری طبیعت عام عورتوں کی طبیعت سے بالکل مختلف ہے اور میں جن خیالات کا اظہار کرنے لگی ہوں۔ وہ اگرچہ ہمیں جدید اور عجیب معلوم ہوں۔ بہر حال میں ان کی پورے طور پر قائل ہوں۔

چارلس نے کہا: میری جان میں اسی لئے ہمتا را پرستار ہوں کہ نہ صرف ہمتا را حسن بلکہ ہمتا را مزاج اور قوت ذہنی عام عورتوں سے بالکل مختلف ہے اور یہ میری خوش قسمتی ہے کہ تم بھی مجھ سے محبت کرتی ہو۔

درست ہے۔ پر ڈیٹا نے کہا: مگر جو کچھ میں کہنے لگی ہوں۔ وہ میری صنف کے عام اصول نزاکت کے خلاف ہے اس لئے میں اسے زبان سے نکالتی ڈرتی ہوں مختصر لفظوں میں میرا عقیدہ یہ ہے کہ مرا ہم شادی جنکی دینا پابند ہے میرا سر بے سود اور بے کار ہیں۔

”کہنتی جاؤ“ چارلس نے تحریک کی۔ ”جو کچھ یہی تم کہو گی۔ میں اس پر اپنی آنا د رائے بعد میں پیش کروں گا۔“

پر ڈیٹا کہنے لگی۔ میرے بگڑی دوست معلوم ہوتا ہے تم اس معاملہ میں میری حوصلہ افزائی کر رہے ہو۔ شکر ہے کہ تم اس ریاکاری سے برتر ہو۔ جس کے عامل مخالفانہ دلیل سنتے ہی ناک بھجوں چڑھانے لگتے ہیں۔ میری رائے میں ہمارا وجود حالت یہ ہے کہ ہم ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں۔

بگڑی اور ناقابل بیان محبت! چارلس نے زوردار لہجہ میں کہا۔ اس وقت ریڈمی فرانسس کی تصویر اس طرح اس کے ذہن سے محو ہو چکی تھی۔ گویا اس کا حقیقت

میں کچھ وجود ہی نہ تھا۔

سلسلہ کلام جاری رکھ کر پڑھنا کہنے لگی۔ ہم ایک دوسرے سے جیسا کہ تم نے کہا۔ گہری اور ناقابل بیان محبت رکھتے ہیں۔ اور ہماری محبت ایک ایسی پاک محبت ہے جسے عام شخصوں کی نگاہ سے پوشیدہ رکھنے میں ہی لطف آتا ہے۔ بہر حال یہ محبت ہم دونوں میں ایک راز کا درجہ رکھتی ہے اور قاعدہ سے کہ جس راز کا اظہار غیر کے سامنے ہو جائے۔ اس کا لطف ہمیشہ باطل ہو جاتا ہے۔ یہ ایک وجہ ہے جسے پیش نظر رکھ کر میں شادی کی دہوم و دہام کی رسموں کو اس گہری اور سچی محبت کے منافی سمجھتی ہوں جو سچے عشاق کے سینہ میں محفوظ ہونی چاہئے۔ پھر میں یہ بھی محسوس کرتی ہوں کہ میں اس صورت میں حقیقی راحت سے ہرگز بہرہ اندوز نہیں ہو سکتی۔ کہ میں سمجھوں شادی کی قانونی پابندیوں کی وجہ سے تم اس وقت بھی مجھ سے بے تعلقی نہیں کر سکتے۔ جب میری موجودگی تمہارے لئے ضرورت بخش ثابت ہونے کی بجائے موجب تکلیف ثابت ہوتی ہو۔ کیونکہ رشتہ شادی میں منسلک ہونے کے بعد انسان یہ معلوم کرنے سے قاصر رہتا ہے کہ اس کا تعلق سچی محبت کی وجہ سے قائم ہے۔ یا قانونی پابندیوں کے باعث پس سارے حالات کو دیکھ کر میرا عقیدہ یہ ہے کہ محبت کو اس کی اپنی بنیاد پر قائم ہونے کا موقع دینا چاہئے۔ وہ ایک ایسی طاقت ہو جسے کسی امدادی قوت کی حاجت نہ رہے۔ اس کا انحصار باہمی اعتماد پر ہو اور وہ ہر پہلو سے آزاد اور غرضمندانہ رہے۔ جبکہ تو اس میں مطلق دخل نہ ہو۔ یہ شرطیں ہیں۔ جن پر میں دونوں گنا باہمی محبت کے ہمیشہ قائم رہنے کی فائل ہوں۔ اس لئے چارلس اگر تم اپنی پڑھنا کو ان شرطوں پر قبول کرنا منظور کرتے ہو تو اس کی جان تک حاضر ہے۔ لیکن اگر تمہاری خواہش ان فضول اور بے سود مراسم کو ادا کر کے ہی مجھے تسکین پہنچنے کی ہے۔ جہتیں دینا شادی کا نام دیتی ہے تو اگرچہ تمہاری جدائی میرے لئے بے حد شاق ہوگی... اگرچہ ممکن ہے میں اس جدائی کی تاب نہ لا کر دردمزاق کا شکار ہو جاؤں۔ تاہم پھر میرا آخری فیصلہ یہ ہے کہ ہم دونوں میں ایک کچھ اور فائدہ دوست کا رشتہ ہی قائم رہ سکتا ہے۔ اس سے زیادہ کوئی چیز جان سے پیاری پڑھنا۔ چارلس نے کہا۔ جو کچھ تم نے کہا اسے میں نے غور سے سن لیا۔ کیا تم میری محبت کو اتنا کمزور سمجھتی ہو کہ وہ ایسے امتحانات میں ناکام ثابت

ہوگی۔ بالکل نہیں۔ میں تمہارے ان عجیب و غریب خیالات کو اُس محبت کا جو تمہیں مجھ سے ہے۔ ایک تازہ ثبوت سمجھتا ہوں کیونکہ جو شرائط تم عاید کر رہی ہو۔ وہ مجھے اپنے خود مجھے اس بات کا یقین دلاتی ہیں۔ کہ تمہیں سیری و فاداری اور باعزت ارادوں پر کامل اعتماد ہے۔

”شک ہے۔“ پر ڈیٹا نے جواب دیا۔ ”کیونکہ میں دنیا کے عام دستور کے خلاف ظاہری مراسم کے بغیر اپنی ذات کو متعارف حوالہ کرتی ہوں۔ مجھے ہر لحاظ سے تمہاری بیوی بن کر رہنا منظور ہے۔ صرف اُس رسم سے گزرنا منظور نہیں ہے جو رواجاً ہر نیک ادب پاک عورت اپنی زندگی کا پہلا مقصد سمجھتی ہے۔ مگر پیارے چارلس میں پھر تم سے دریافت کرتی ہوں۔ کیا اس لئے کہ میں حصول راحت کا اپنے طریق پر ایک نیا رات تیار کرتی ہوں۔ تمہیں مجھ سے کسی طرح کی نفرت تو نہیں؟“

”نہیں پر ڈیٹا نہیں۔“ نوجوان نے اُس لمحہ کو جو اس سادگی سے اُس کی طرف بڑھایا گیا تھا۔ کہ وہ سو جان سے اُس پر نڈا ہو گیا۔ اپنے لبوں سے نکلتے ہوئے کہا۔ ”لیکن میں پوچھتا ہوں یہ کیونکر ممکن ہوا۔ کہ تم نے اس کم سنی میں جی محبت اور شادی کے فلسفہ پر اتنی گہری غور و فکر کی؟“ اس سے پیشتر تم مجھے بتا چکی ہو کہ میں نے آج تک کبھی کسی سے محبت کی ہی نہیں۔“

پر ڈیٹا قطع کلام کر کے کہنے لگی۔ ”چارلس اگرچہ میں نے دور ہستی کی طرف واپس ہٹنے کی ہیں۔ تاہم تحریک اور تعداد کے میدان میں میں اس نسبت زیادہ مسافت طے کر چکی ہوں۔ میرا اسطالعہ بھی جب اس وسیع نہیں۔ البتہ میں نے فکر بہتہ کی ہے۔“

”تمہاری ذات حیرت خیز ہے۔“ چارلس نے فریفتہ ہو کر کہا۔ جس طرح تمہارا حسن اپنا نامی نہیں رکھتا۔ اسی طرح تمہارے گرد و سرا کا ایک ایسا ناؤ حلقہ موجود ہے۔ جو میرے لئے غیر معمولی کشش اور دفعی را کہتا ہے۔ ادراے فرقت فاصلت پر ڈیٹا؟ چارلس نے بے اختیار ہو کر کہا۔ ”تو خوب جانتی ہے۔ میں کس درجہ تیار پرستار ہوں۔“

چارلس اب میرے لئے تم سے فقط یہی پوچھنا باقی رہ گیا۔ کہ اگر آج تم اپنی اہمی محبت کے قول و قرار اسی طریق پر کریں۔ جس طرح کل ہم نے دوستی کے متعلق

کئے تھے۔ تو ایمان سے کہنا نہیں بعد میں اس کے لئے افسوس تو نہ ہو گا؟ یہ کہتے ہوئے
پڑوٹیا نے اس جوان کی طرف ایک ایسی نگاہ سے دیکھا بیٹا اپنے اندر جذب کی لامحدود
طاقت رکھتی تھی

افسوس!... اور اس بات کا کہ تم میری بننا منظور کرتی ہو! چارلس نے بڑھ
کہا: "نہیں پڑوٹیا نہیں... سو بار نہیں!"
"اور تم ان شرطوں پر جو میں بیان کر چکی ہوں مجھے اپنی بیوی بنانا منظور کرتے
ہو؟... وہ شرطیں جن کے رو سے مراسم شادی ادا ہوئے بغیر ہماری حیثیت
زن و مرد کی سی ہو جائے گی؟" پڑوٹیا نے سوال کیا۔ اس وقت اس کی ترنم خیز آواز
روپہلی گھنٹی کی آواز کی طرح صاف اور دلکش تھی۔ آنکھوں میں محبت کا سرور تھا اور
اُس کا گرم اور ملائم ہاتھ اُس جوان کے لمبوں میں۔

چارلس نے اُسے اپنی چپاتی سے لگاتے ہوئے کہا: "میری جان میں بہت سی انہی
شرطوں پر اپنی بیوی بنانا منظور کرتا ہوں۔ لیکن اُس نے ذرا وقفہ کے بعد جس کے
دوران میں وہ بوس و کنار میں مشغول رہے۔ کہا: پڑوٹیا ابھی بعض باتیں خاص طور
پر قابلِ لحاظ ہیں مثلاً سب سے پہلے ہماری والدہ کی مخالفت کا سوال ہے۔"
"اودا! اُسے میں بڑی دلیری کے ساتھ سارے حالات سے آگاہ کر دوں گی" پڑوٹیا
نے کہا: "اور میں یقین کرتی ہوں کہ وہ اپنی بے جا مخالفت کی وجہ سے جو بحالات
موجودہ غیر ضروری اور بے سود ہوگی۔ میری تلخی کا پیمانہ بے ہر نہ کرنے کی کوشش نہ
کرے گی۔"

"مگر کیا سنسز فرڈنگ اس خیال سے پریشان اور مضطرب نہ ہو جائیگی کہ اُس
کی بیٹی نے قانون کی نظر دھاریں بیوی کا درجہ حاصل کیے بغیر اس قسم کا تعلق قائم کیا؟
چارلس نے اُس حید کے چہرہ کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

وہ بولی: "اُسے راہ پر لانے کا کام میرے ذمہ رہنے دو۔ اور اپنے متعلق
میری ذات کی وجہ سے تم کسی قسم کی پابندی محسوس نہ کرو۔ آئندہ یہی تم اسی لہجہ میں
سکوت رکبہ سکتے ہو۔ جہاں آج تک رہتے ہو۔ صرف وقتاً فوقتاً مجھ سے ملنے آجایا کرو
بلکہ میں چاہتی ہوں۔ تمہارے وقت کا بڑا حصہ میرے ہی پاس صرف ہو لیکن میری

طرف سے اس بات کا اصرار نہیں۔ کہ جب رشتہ داروں میں ہماری موجودگی کی ضرورت ہو تو تم تکلیف اٹھا کر میرے پاس آؤ۔“

چارلس کہنے لگا: ”ان شرطوں پر بے شک ہماری زندگی بڑی ہی خوشی سے بسر ہوگی۔ اس وقت سے پڑوٹیاں ہمیں اپنی بیوی سمجھتا ہوں۔“
”اور میں تمہیں اپنا شوہر“ ساحرہ نے جہا سے گردن جھکاتے ہوئے اپنا سر جہان کی چھاتی پر رکھ کر کہا۔

اُس نے اپنے بازو اُس سینہ کے گرد ڈالے اور دونوں کے مونٹ گر مجبوشی اور لذت کے ساتھ ایک دوسرے سے وابستہ ہو گئے۔ رفتہ رفتہ چارلس نے زیادہ دلیری سے کام لے کر اپنے ہاتھ کو پڑوٹیا کی چھاتی کی طرف بڑھایا۔ اور اس مرتبہ چھانے نے بھی کسی قسم کی مزاحمت نہ کی۔ مگر اس کے باوجود وہ اب بھی اپنی کامل حواگی پر آمادہ نہ تھی۔ اُس کا مقصد فقط یہ تھا۔ کہ چارلس کے دماغ میں اور بھی تیز جذبات جو حد جنوں تک پہنچتے ہوں۔ پیدا کئے جائیں۔ چنانچہ جس وقت اُس نے اُس کی بے تکلفی کو جان بھرتا سے بڑھتے دیکھا۔ تو وہ چونک کر اُس کے بازوؤں سے لٹل گئی اور کہنے لگی: ”خاموش! میری ماں واپس آ رہی ہے۔ مجھے اُس کے قدموں کی چاپ سنائی دیتی ہے۔“

وہ دونوں ایک دوسرے سے ہٹ کر صوفہ کے دونوں سر پر بیٹھ گئے اور پڑوٹیا نے اس ملاقات کے دوران میں تیسری مرتبہ اپنے کبھیرے ہوئے بالوں کو درست کیا۔ مگر کوئی شخص کمرہ میں داخل نہ ہوا۔ اور نا ہی کسی نے تھما۔ کیونکہ جیسا پڑوٹیا خوب جانتی تھی۔ اس کی ماں کی آمد کا غرض محض ایک بیان تھا۔

پھر وہ اُس جہان سے مخاطب ہوا کہنے لگی: ”چارلس اب میں التجا کرتی ہوں۔ کہ تم واپس چلے جاؤ۔ کیونکہ مجھے ہر وقت ماں کی دلچسپی کا خیال لگتا ہوا ہے۔ کل دہر کو میں پھر تیار انتظار کروں گی۔ کیونکہ مجھے یقین ہے والدہ اُس وقت دوبارہ اپنے دیل کے ہاں جائے گی۔ پس وقت مقررہ پر ضرور مجھ سے ملنا اور پھر میں تمہیں بتاؤں گی کہ والدہ سے میری کیا گفتگو ہوئی۔“

چارلس نے وعدہ کیا۔ میں بارہ بجے سے ایک منٹ پہلے تاخیر نہ سونے دوں گا۔ اور اب میں اس جہت کی ایسی راحت کے طلسم کو شکست کر کے ایک لمحہ کے لئے پھر باہر

معاملات کا ذکر کرنے کے لئے معافی کا حواس تہ گلا رہتا ہوں۔ بہر حال وہ مختصر رقم جس کا میں نے ذکر کیا تھا۔

”اودہ! یہ معاملہ بالکل ہی میرے ذہن سے اتر چکا تھا۔“ پر ڈیٹا نے کہا۔ اور ایمان کی بات یہ ہے کہ مالی معاملات سے مجھے دلی نفرت ہے۔ لیکن اب پیارے چارلس بتہاری بیوی کی حیثیت میں میں اس مضمون پر بغیر شرانے کے اپنے خیالات ظاہر کر سکو گی۔ پس اگر تم آج کسی وقت سہ پہر کو مجھے وہ روپیہ پہنچا دو تو میں اسے خاص عنایت سمجھوں گی کیونکہ اس صندوق میں والدہ اس سے اپنی ضروریات پورا کرنے میں کام لے سکیں گی۔“

چارلس کہنے لگا تیری جان ایک گھنٹہ سے کم عرصہ میں میں وہ روپیہ ایک لفافہ میں بند کر کے تمہارے پاس پہنچا دوں گا۔ اودہ میری پیاری پر ڈیٹا کل تک کے لئے اودہ! وہ پھر بڑی گرجو شئی سے ایک دوسرے سے بغلیں ہوئے اور اس کے بعد چارلس ہیٹ فیلڈ وہاں سے رخصت ہوا۔

مکان پر واپس جانے سے پیشتر وہ اپنے مندرجہ خیالات کو جمع اور مکون حاصل کرنے کی غرض سے باغ میں سیر کو نکل گیا۔ اور اس وقت وہ بے وفائی جو اس کی طرف سے لیڈی فرانسس کے متعلق عمل میں آئی تھی۔ اپنی خوفناک عریانی میں اس کی نگاہوں میں پیش ہوئی اسے یاد آیا کہ میں نے آج ہی صبح اس سے شادی کی درخواست کی تھی۔ اور اس درخواست کے صرف گھنٹہ بھر بعد میں نے پر ڈیٹا مندرجہ ڈنگ سے ایک عجیب اور افسوسناک قاتل کرنے کی حماقت کی۔

اسے اپنا طرز عمل نہایت معیوب نظر آتا تھا اور اس کا دل اسے بار بار ملامت کرتا تھا۔ مگر یاد جو اس کے وہ پر ڈیٹا کے سحرش سے اس پر بے سحر ہو چکا تھا کہ اس سے قطع تعلق کا خیال ایک لمحہ کے لئے ہی دل میں پیدا نہیں ہوا۔ اس کی حالت اس قمار بازی سی تھی۔ جو اس بری عادت کے لئے اپنے آپ کو بار بار ملامت کرتا ہے مگر ذرا دیر بعد جب پھر موقع ملتا ہے تو اور زیادہ سرگرمی سے کہینے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔

چارلس کو وہ راحت عظیم یاد آئی۔ جو اس قابل ذکر دن کو اسے حاصل ہوئی تھی۔ اور جس کے کل پھر حاصل ہونے کی امید لگی ہوئی تھی وہ اپنے ذہن سے اس حسن و جمال کے تصویر کو خارج نہیں کر سکتا تھا۔ جس نے اس کے دماغ میں جنوں کی سی حالت پیدا کر دی

تھی۔ جتنا زیادہ وہ پڑھتا کے حسن سحر افروز کو یاد کرتا۔ اتنا ہی اُس سے قطع تعلقی کرنے کا خیال دل سے خارج ہوتا جا رہا تھا۔

وہ اپنے دل سے کہنے لگا۔ بہر حال پڑھتا کے ساتھ میرا تعلق ناقابل شکست نہیں ہوگا۔ اور یہ ضروری نہیں کہ میں برائی یا بھلائی کے لئے ہمیشہ اُس سے وابستہ رہوں بلکہ میں ان رحم شادی ادا نہیں ہوں اور نہ ہوگی۔ پس ہمارا تعلق ایسا نہیں ہوگا کہ میں اُسے اپنی مرضی کے مطابق توڑ نہ سکوں... مگر کیا میرے لئے یہ امر موجب شرم نہیں کہ میں اس قسم کے ادنیٰ خیالات کو اپنے دل میں پیدا ہونے دوں۔ بلکہ وہ حینہ تو اتنی با وفا اور اس قدر برا اعتماد کہ اُن مراحم سے دست کش ہونے پر آمادہ ہے جو مرد زن کے تعلق کو دائمی بناتے ہیں۔ اور میری سفاقت اس قدر کہ میں اُس کے اعتماد سے ناجائز فائدہ اٹھا چاہتا ہوں۔ نہیں اسے حین و لغزیب اور برا سرا پر ڈیو یا یہ غیر ممکن ہے کہ تیرا رستہ تجھ سے غداری کرے۔ کیا ہوا اگر ہمارے درمیان کسی قسم کے قانونی تعلقات قائم نہیں کیا تیری فطری خوبیاں اور تیرا حسن اپنے اندر کم کشش رکھتا ہے؟ آف! اس قدر جنون آشیر عشق ہے کہ جس کی حد تک نگاہ نہیں پہنچتی۔ پڑھتا آخر تو نے مجھ پر کیا اثر ڈال دیا؟... مگر نہیں میں تو خود اپنی مرضی سے تیرا غلام ہوں۔ میں اپنی خواہش سے تیرا پرستار بننا چاہتا ہوں۔ تیری محبت کی روشنی زنجیر میں ایسی ہیں کہ اگر اُن کی گرہ کشائی میرے اختیار میں ہو۔ تو یہی اُن سے بچنا محال ہے۔ میں میری قابل پرستش حینہ میرا اور تیرا تعلق کبھی شکست نہیں ہو سکتا۔ اگر تو مجھ پر کوئی فوق العادہ اثر کرتی ہے تو یہی سفاقت نہیں کیونکہ میں اپنے دل میں غموس کرتا ہوں۔ اگر تو شیطان بصورت انسان ہوتی... اگر تو راجع و متناہی ہی ہوتی جو مجھے خواب میں دکھائی دیتا۔ تو میں تیری محبت سے جھوٹی محبت کش نہ ہو سکتا؟

رہا لیڈی فرانسس ایڈنگھم کا معاملہ۔ بے شک اُس کی یاد نے چارلس کے دل میں کچھ درد پیدا کیا مگر اُس نے سوچا۔ میرا اُس سے شادی کی درخواست کرنا ایک ناکامی تھی۔ اندیشہ فعل تھا۔ اس کے علاوہ میں نے اُس سے یہ درخواست صرف دہرے کے کہنے سے کی تھی۔ اور وہ درخواست بھی اس حد تک نہیں پہنچی۔ کہ میرے لئے پیچھے ہٹنا غیر ممکن ہو۔ اس لئے چارلس ہیٹ فیلڈ صدمہ ہزار غموس! پڑھتا کی ریاکاری نے مجھے ہی اتنا

ریا کار بنا دیا۔ کہ رفتہ رفتہ تو انتہائی شیطنت کی حد تک پہنچ گیا۔
 تجھے اُس ملامت کی پردا نہیں۔ جو تیرا منیر کر رہا ہے۔ کیونکہ تو پڑوٹیا کے مہلک
 حنہ کے سحر ہو چکا ہے۔ اس وقت ایک ہی امید تیرے لئے شمع راہ ثابت ہو رہی ہے
 اور وہ امید اُس حسینہ کے اعوش میں جنت کی دلفریب راحتوں کو حاصل کرنے کی ہے۔
 اس امید کے زیر اثر تو لیڈی فرانسس الینگہم کے نام کو بھی جس سے تو نے بدترین
 غداری کی اپنے ذہن سے خارج کر رہا ہے۔

باغ میں نصف گھنٹہ کے قریب گشت کرنے کے بعد چارلس ہیٹ فیلڈ کو یاد آیا
 کہ مجھے وہ رقم جو میں نے اپنے اخراجات سے بچا کر رکھی ہوئی ہے۔ پڑوٹیا کے حوں
 بھیجی جائے۔ وہ تیزی سے چلتا اپنے مکان پر پہنچا۔ اور وہاں اُس نوکر کے ہونٹوں سے
 دروازہ کھولا اُس کے کسی رشتہ دار نے اُس کی واپسی کو نہیں دیکھا۔ اور یہ اچھا ہوا۔ کہ
 تنہا اپنے کمرہ میں پہنچ گیا۔ کیونکہ اُس کے رخساروں پر اب تک جوش کی وجہ سے اتنی سرخی
 چھائی ہوئی تھی کہ وہ ڈرتا تھا۔ کہیں میری صورت ہو یکہ کسی کو کچھ شبہ پیدا ہو جائے۔
 میز کا ایک خفیہ دروازہ کھول کر اُس نے وہ تمام بیک نوٹ نکالے جو اُس کی بچت
 کا روپیہ تھے اور انہیں ایک لفافہ میں بند کر کے وہ خود اسے سفک سٹریٹ میں پہنچانے گیا
 اس کام سے غارت ہو کر وہ پھر باغ میں چلا گیا اور وہاں اُس وقت تک پھرتا رہا جتنے کہ
 کھانا کھانے کا وقت قریب آگیا۔ ناظرین ہونے نہ ہونگے کہ اسی رات کو اڈل آف الینگہم
 کے قصر میں پرنس آف مونٹونی کے اعزاز میں ایک دعوت دی جاے والی تھی جس میں خود
 پرنس نے حصہ لینا تھا۔

آخر جب وہ وقت قریب آیا تو چارلس ہیٹ فیلڈ کا دل بڑے زور سے ہلک
 رہا تھا۔ کیونکہ اُس مشہور بہادر کے متعلق تعریف کے جو جذبات اُس کے دل میں یہ مشیت
 پیدا ہو چکے تھے۔ وہ اب پھر تازہ ہو گئے۔ اس وقت اُس کے ذہن میں ایک عجیب غریب
 اور جہد و جد ہو رہی تھی۔ ایک طرف پڑوٹیا کی یادیں چین کر رہی تھیں۔ اور دوسری جانب
 پرنس کی عظمت کا خیال اور ہمدردی۔۔۔ اس صرف تھوڑا سا خیال لیڈی فرانسس الینگہم
 کے ساتھ اپنی غداری کا بھی۔

باب ۱۳۳ کیسیل سکا لائبر اصرام

دعوت جو پرنس آف مونٹونی کے اعزاز میں دی گئی۔ وہ نہایت شاندار اور نامور
میزبان اور اُس کی بیگم کی مہمان نوازی اور ذوقِ سلیم کا بہترین نمونہ تھی۔
خود پرنس نے اس موقع پر ساوہ لباس پہنا ہوا تھا۔ مگر اُس کی چھاتی پر وہ تارہ
چمک رہا تھا۔ جسے اُس کے رتبہ کی علامت سمجھنا چاہئے۔ اور چونکہ ایک دن پیشتر اسے
انگلستان کے گارڈر کا اعزاز بھی دیا جا چکا تھا۔ اُس لئے اُس کا نشان بھی اُس کی بائیں
ٹانگ پر موجود تھا۔

دعوت کی میز پر اُس کے بائیں ہاتھ کوئٹس آف الینگٹم اور دائیں جانب لیڈی
فرانسس تھی۔ اور اُس کے بعد چارلس ہیٹ فیلڈ ان کے اور اریل آف الینگٹم شریٹ
فیلڈ اور لیڈی جارجیانا کے علاوہ سر جان لیسلز۔ کلرٹس ولیرز اور ایڈیلائٹس نیز چند اور
منتخب احباب موجود تھے۔ جنہیں خاص طور پر اس دعوت میں شریک کیا گیا تھا۔
ہر چند کہ پرنس میں وہ وقار جو اُس کے اعلیٰ اور قابلِ تعظیم عہدہ کی شان کے
لئے ضروری سمجھا جاسکتا ہے۔ موجود نہ تھا تاہم بیاد ہمارے ناظرین کو معلوم ہے کہ فیلڈ
اُس کا مزاج نہایت سادہ اور حلیمانہ تھا۔ ہر شخص کے ساتھ وہ ایسے انکسار اور خلق
سے پیشیں آتا کہ اُس کی موجودگی میں کسی کو ذرا تکلف یا تکلیف نہ ہوتی تھی۔ یہاں تک
کہ سر جان لیسلز جس کے مزاج میں پڑ پڑے کہ وہ سے تندہی اور ترشی پیا۔ اور چکی تھی یہ
ابھی اس نوجوان بہادر کی گفتگو سے بہت خوش ہوتا تھا۔ کیونکہ اُس کی باتوں میں ذرا بھی
شان و نمود موجود نہ تھی۔

چارلس ہیٹ فیلڈ اُس شخص کے قریب بیٹھنے کا موقع پا کر جس کا وہ اس وجہ مزاج
تہ بہت خوش ہوا۔ وہ پرنس کے ہر ایک لفظ کو بڑے غور اور توجہ سے سنتا۔ جس سے
معلوم ہوتا تھا کہ وہ اسے اپنے دل میں ایک دیوتا کے برابر قابلِ تعظیم سمجھتا ہے۔
جب خواتین کمرہ سے اُٹھ کر چلی گئیں تو گفتگو نے سیاسی مصلحتات کا رخ اختیار
کیا۔ اور اریل آف الینگٹم نے پرنس سے بات کا ان کیسیل سکا لائبر اصرام کی نسبت طرح طرح کے
سوالات پوچھنے شروع کئے۔ کیونکہ وہ اُن کی نسبت لوگوں کی زبانی اور اخبارات اور

کتابوں کے ذریعہ یہ معلوم کر چکا تھا کہ وہ تہذیب خوشحالی اور راحت کی اعلیٰ ترین منزل میں ہیں۔

پہلے نے جواب دیا۔ ہنر سادہ و سادہ یعنی میرے قابل تنظیم خسر نے پوری کوشش سے کام لیکر وہاں کے باشندوں کو ہر طرح خوشحال اور اقبال مند بنا دیا ہے۔ ممکن ہے بعض لوگ یہ سمجھیں کہ رعایا کی اقبال مندی کا بادشاہ کی کوششوں سے کچھ تعلق نہیں ہوتا لیکن حقیقت میں معاملہ آتنا مشکل نہیں۔ اگر حاکم وقت و راسی قوت امتیازی سے کام لے تو وہ دیانت دار نیک رہاؤ اور فراخ حوصلہ وزراء کا انتخاب کر سکتا ہے اور اگر دارا نے بین کا انتخاب بہترین اصول پر ہو۔ اور اس میں صرف نیک بل اور محمد لوگ موجود ہوں۔ تو حکومت کی ذمہ داری سمجھنا اُن کے سپرد کی جاسکتی ہے کیل سکا لا میں ہر شخص کو جو سکونت کے لئے مکان رکھتا ہے۔ خواہ وہ اس کا اپنا ہو یا کہ ایہ کا حق انتخاب حاصل ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ سوائے ادنیٰ درجوں کے گھگھروں کے ہر شخص روٹ و سکوتا ہے۔ اور چونکہ روٹ دینے والوں کی تعداد لا محدود ہے۔ اس لئے رشوت کا بازار کبھی گرم نہیں ہوتا۔ لیکن اگر کسی طرح معلوم ہو جائے کہ ایسے موقع پر رشوت یا دھوکے سے کام لیا گیا ہے تو اسے ایک جرم سمجھ کر سزاؤ تیبہ یا جہانم دی جاتی ہے اور شخص مذکور کو عرصہ سات سال کے لئے سول حقوق سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ انتخابات بڑے با انتظام طریقہ پر اہم انداز سے ہوتے ہیں۔ لوگ بھی مذہبانہ طریق پر عمل کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ بادشاہ کا ہم پر کس درجہ اعتماد ہے اور اپنے غلط کو اس اعتماد کے لائق ثابت کرتے کی کوشش کرتے ہیں۔

سر جان لیسل جو پرنس کے بیان کو پوری توجہ سے سنتا رہا تھا۔ کہنے لگا۔ جس وقت آپ نے کیل سکا لا کو آزاد کر کے اس ملک کا تخت گزیدہ دیکھ البتہ کو پیش کیا۔ تو وہاں کے باشندے ادنیٰ غلامی کی حالت میں تھے۔ پھر کیا یہ ساری رعایتیں جن کا تعلق کامل آزادی سے ہے۔ انہیں فوراً ہی دیدی گئی تھیں؟ اور کیا وہ لوگ ان رعایتوں کے لئے پہلے سے تیار تھے؟

پرنس نے جواب دیا۔ سر جان بات یہ ہے کہ غلامی کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی قوم اس جسم کی طرح ہوتی ہے۔ جو کسی خوفناک بیماری میں مبتلا ہو۔ فرض کیجئے آپ کو یہ

اختیار حاصل ہو۔ کہ آپ اس مرض کو فوراً ہی دودھ کریں۔ پھر کیا آپ اسی مرض کو بیکار
صحت دینا پسند کریں گے یا آہستہ آہستہ تدریجی طریق پر؟
ڈاکٹر نے کہا یا مازاری کا جواب اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔ کہ میری کوشش
مریض کو فوراً ہی صحت یاب کرنے کی ہونی چاہیے۔

اس صورت میں سر جان آپ کا یہ سوال کہ کیسل سکالا کے باشندگان کو ذہنی مراعات
کے تحت تھے یا نہیں۔ میری طرف سے کسی جواب کا محتاج ہی نہیں۔ پرس نے مسکراتے
ہوئے کہا: یقیناً جانے۔ کہ جو بدتر تدریجی اصلاحات کا حامی بنتا ہے وہ یا تو کمزور اور
بزدل ہے۔ یا دل سے لوگوں کی بہتری نہیں چاہتا۔ آزاد ہی ہر قوم کا پیدائشی ہے۔ اور
قومی حقوق کو رعایتیں سمجھنا فاشی عظمیٰ ہے۔ فرض کیجئے آپ کی دولت ایک حریف دشمن
کے ہاتھ میں ہو۔ پھر کیا آپ اس بات کو پسند کریں گے کہ وہ آپ کا روپیہ رفتہ اور بالآخر
ادا کرے؟ ہرگز نہیں آپ کا مطالبہ یہ ہو گا کہ میری دولت میرے حوالہ کی جائے۔ اور
اس صورت میں کہ آپ کے مطالبات پڑھ چکے یا جانے یا انہیں پورا کرنے سے انکار کیا جائے
آپ اس فعل کو عظیم پر محمول کریں گے۔ ایسے حالات میں اگر کیسل سکالا والوں کو فوراً غلامی
سے آزاد کیا جائے گی۔ تو اس میں رعایت یا احسان کی کیا بات تھی؟ چنانچہ جس وقت
ہنر سادہ بن گیا سینس تخت کیسل سکالا پر جلوہ افروز ہوئے۔ تو انہوں نے ایک حکم نافذ کیا
کہ میں عام حق انتخاب کو بطور رعایت لوگوں کو نہیں دیتا۔ بلکہ اسے ان کا حق افضل سمجھتا
ہوں۔ ان کے الفاظ یہ نہیں تھے کہ میں انہیں یہ رعایت دیتا ہوں۔ بلکہ انہوں نے یہ
فرمایا تھا کہ میں تمہارے اس حق کو ایک لمحہ کے لئے ہی روکنا نہیں چاہتا۔ لوگوں نے
جب دیکھا کہ ہمارے ساتھ بچوں کی طرح سلوک نہیں کیا جاتا۔ بلکہ ہمیں ایک آزاد اور
روشن خیال قوم سمجھا جاتا ہے۔ تو وہ بادشاہ کے بہت ممنون ہوئے اور ان کے دلوں
میں اسی کی عزت اور احترام دو بالا ہو گیا۔ چنانچہ مناسب وقت پر پارلیمنٹ کا
اجلاس ہوا تو اس میں سینس اور نائبین دونوں منتخب شدہ تھے۔ اور موروثی امارت کا اصول
بالکل ہی نظر انداز کر دیا گیا تھا۔ یہاں تک کہ سینٹ کے صدر کی نامزدگی بھی گرنیڈ ڈیوک
کی طرف سے نہیں ہوئی۔ بلکہ اسے بھی دارالنائین کے پریزیڈنٹ کی طرح اراکین پارلیمنٹ
منتخب کرتے ہیں۔ گرنیڈ ڈیوک نے رعایا سے اس بات کا وعدہ کیا۔ کہ صرف انہی ذہنی

کو نامزد کیا یا برسر اقتدار رکھا جائیگا۔ جنہیں پارلیمنٹ کثرت رائے سے پس کرے چنانچہ یہی وجہ ہے کہ میں نے معرکہ مونٹونی کے بعد رجسٹ کی حیثیت میں جس وزارت کو قائم کیا تھا۔ وہ اس لئے اب تک قائم چلی آتی ہے۔ کہ کثرت رائے اس کے حق میں ہے پارلیمنٹ کے دو نو حصوں میں فریق مخالف بھی موجود ہے۔ جس میں پرانی طرز کے امراء اعلیٰ درجہ کے پاوربی لوگ اور چند الدار الکمان کارخانجات شامل ہیں اور میرا عقیدہ یہ ہے کہ کسی ملک کی اچھی حکومت کے لئے فریق مخالف کا موجود ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ کبھی قوانین کی زبان پسندیدگی کے ساتھ پاس کئے جائیں۔ تو کسی معاملہ کی تہمت بہ چٹنا غیر ممکن ہو جاتا ہے۔ یہ وجہ ہے کہ کیسل سکالا کے ترقی کن ذرا فریق مخالف کی مخالفت کرنے کی بجائے اسے منظرِ استخوان دیکھتے ہیں۔ اگرچہ عام رائے وزیرِ اعلیٰ کے حق میں ہے۔

مطلب یہ کہ کیسل سکالا میں گرینڈ ڈیوک کا وجود کچھ اہمیت نہیں رکھتا ہائسرجان لیسلر نے کہا۔

”نہیں نہیں“ پرنس نے نرمی مگر استقلال کے ساتھ جواب دیا۔ ہر ملک میں ایک اعلیٰ انتظام حاکم ہونا ضروری ہے۔ اور گرینڈ ڈیوک کو وہی رتبہ حاصل ہے۔ خیال فرمائیے کہ رعایا میں سے ایسے اشخاص معلوم کرنے کا کام جو داد و تحسین کے مستحق ہوں علوم و فنون کی قدر دانی۔ اوتنے لیکن مستحق اشخاص کی ترقی اور اس قسم کے اور بیشمار کام جنہیں کسی ملک کا اعلیٰ حاکم اپنے اختیارات کے رد سے سرانجام دے سکتا ہے۔ انہیں سرانجام دینا سب سے نیک دل حکمران کے اختیارات کو زائل نہیں کرتا تاہم کیسل سکالا کی حیثیت کو یوں سمجھ سکتے ہیں۔ کہ اس ملک میں بھی ایک تخت تو موجود ہے۔ مگر آئین جمہوریت سے گھرا ہوا۔ اور یہ بات چنداں اہمیت نہیں رکھتی۔ کہ خود ملبرٹ کو پریزیڈنٹ کہا جائے یا گرینڈ ڈیوک شہنشاہ کہا جائے یا بادشاہ۔ کیونکہ کسی حاکم کے عہدہ کا نام کچھ اہمیت نہیں رکھتا۔ دیکھنا فقط یہ ہوتا ہے کہ اس اعلیٰ عہدہ کے حقوق سے کام کیوں لیا جائیگا۔ مگر کیسل سکالا کی بادشاہت موروثی ہے اور اس کے باوجود آپ یہ کہتے ہیں کہ میں موروثی امارت کا مخالف ہوں۔ پس اگر یہ اصول ایک پہلو سے قابلِ اعتراض ہے۔ تو کیا وجہ ہے۔ دوسرے پہلو سے بھی ایسا ہی سمجھا جائے گا سر جان لیسلر نے پوچھا۔ پرنس کہنے لگا کہ میں آپ کے قطع کلام کے لئے معافی چاہتا ہوں۔ لیکن آپ کو معاملہ

کے سمجھنے میں منالط ہوا ہے۔ ہمارے ہاں ورثت کا اصول بادشاہت کے سلسلہ میں بھی سو قوت کیا جا چکا ہے۔ البرٹون نے اپنی مرضی سے اس حق ورثت سے دست بردار کیا اختیار کر لی تھی۔ چنانچہ ان کا پہلا فعل یہ تھا کہ انہوں نے شاہی موروثی جو امرات پارلیمنٹ کے حوالہ کر دئے۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ تین ہر معاہدین رعایا کی مرضی پر چلنے کو آمادہ ہوں پارلیمنٹ نے خود انہیں بادشاہ پسند کیا۔ اور اپنی مرضی سے مجھے اس ملک کا ولیعہد منتخب کر کے میری عزت افزائی کی۔ اس کے علاوہ موروثی اصول اس لئے بھی حقیقتاً مرث چکا ہے کہ وہاں ایک نسل اپنی پیشرو نسل کے کسی فعل کی پابند نہیں۔ چنانچہ ممکن ہے وہ قانون جس کے رو سے مجھے ولیعہد مقرر کیا گیا تھا۔ اسے کوئی نئی پارلیمنٹ منسوخ کر دے ظاہر ہے کہ کوئی قوم جو اصول مذہب سے باخبر ہو اور اپنے فائدہ کو سمجھتی ہو۔ وہ اصول ورثت کی ہرگز حمایت نہیں کر سکتی۔ کیونکہ اس کی بدولت ممکن ہے آج آپ کو ایک نیک مہنہ بادشاہ حاصل ہو۔ اور کل کو ایک جابر نا عاقبت اندیش اصول اخلاق سے گرا ہوا شخص اس کا جانشین ثابت ہوئے

لیسنز کہنے لگا۔ میں آپ کی عقل کو وزن دار تسلیم کرتا ہوں۔ اور اس پر میرا اعتراض اس لئے نہیں کہ میں کیسل سکالا کے طرز حکومت کو ناپسند کرتا ہوں۔ بلکہ اس وجہ سے ہے کہ جن اصول پر آپ نے عمل کیا۔ میں ان کی نسبت مزید واقفیت حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ اس سلسلہ میں میرا سوال یہ ہے کہ ان نئے اصول پر عمل کرنے سے آپ کے ملک میں لوگوں کو کیا فائدہ پہنچا؟

پرٹن نے جواب دیا۔ سر جان سب سے پہلا فائدہ تو یہ ہے کہ انتخابات اب بالکل لوگوں کے اپنے ہاتھ میں ہیں۔ اور وہ پارلیمنٹ میں ایسے قائم مقام بھیجتے ہیں جو قابلِ توجہ خیال رکھتے ہوں۔ ان کو نہیں بھیجتے جو اپنی نشستیں زردال کی مدد سے حاصل کرتے ہوں بہر حال یہ بات کثیر التعداد ممبران پارلیمنٹ پر صادق آتی ہے۔ ہمارے ہاں انتخابات پارلیمنٹ ہر دو سال کے بعد ہوتے ہیں۔ اور اس طرح ہر اگر کوئی منتخب شدہ ممبر ناقابلِ ثابت ہو۔ یا وہ ان لوگوں کو جنہوں نے اسے منتخب کیا تھا۔ دیکھ کر اسے گودہ اسے آسانی اپنی تمام مقامی سے ہٹا سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ ان کی قابلیت معلوم کرنے کا عرصہ بھی کافی مل جاتا ہے اس انتظام کا نتیجہ یہ ہے کہ کثیر التعداد ممبران پارلیمنٹ ایک

محدود جماعت کے فائدہ کے لئے نہیں بلکہ عوام کی بہتری کے لئے قانون سازی کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس صورت میں اچھے قوانین ہی پاس ہوتے ہیں۔ لوگوں کو اطمینان اور راحت حاصل ہوتی ہے۔ تہذیب ترقی کرتی ہے اور ملک دن بدن خوشحال ہوتا جاتا ہے۔ اس کے بعد پرنس نے ارل کی طرف متوجہ ہو کر کہا: مائی لارڈ آپ کی وہ قابل یادگار تقریر جو انیس سال پیش تیرا پ نے دارالاملا میں کی تھی۔ اد جس کی بدولت آپ ملک و قوم کے محسن اور محافظ ثابت ہوئے ہمیشہ تاریخ میں ثبت رہے گی۔ اور میں خوشی سے آپ کو اطلاع دیتا ہوں کہ آپ کی اس تقریر اور بعد کی تقریروں کو کیسل سکا کی حکومت میں بہت سے سبق حاصل کئے گئے ہیں۔

ارل نے پرنس کا ان عنایت آمیز الفاظ کے لئے شکریہ ادا کیا اور پرنس نے سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا: آپ جانتے ہیں مجھے خوشاد سے دلی نفرت ہے اور جو کچھ میں آپ کے زور و کمر رہا ہوں۔ وہ میرے جذبات کا صحیح آئینہ ہے۔ آپ کو یہ جان کے خوشی ہوگی کہ آپ نے یہاں کی پارلیمنٹ میں جو پہلی اور زبردست تقریر کی تھی۔ اس پر کیسل سکا لائیں کا یہاں ہی سے عمل کیا گیا ہے۔ مجھے خیال تھا کہ شاید آج اس جلسہ دعوت میں مجھ سے باشندگان کیسل سکا لائی حالت کے متعلق متعدد سوالات پوچھے جائیں گے۔ اس لئے میں اس قابل یادگار تقریر کی ایک نقل اپنے پاس رکھ لی تھی اور اب میں مفصل طور پر یہ عرض کرتا ہوں کہ آپ کے خیالات کو کیسل سکا لائی حکومت میں کس طرح پر عملی صورت دی گئی۔

یہ کہتے ہوئے پرنس نے ایک مسودہ کپول کر اپنے سامنے رکھ لیا۔ اور پھر حاضرین سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔

یور لارڈ شپ نے اس موقع پر کہا تھا کہ اکثر یہاں کہا جاتا ہے مزدور پیشہ جماعت کے لوگ نامعاقبت اندیش ناشکر گزار اور کم عقل ہوتے ہیں۔ اور مذہب طہرمت کے لئے مسلمان جمع کر کے نہیں رکھتے۔ لیکن آپ نے بزور اس خیال کی تردید کی اور دلیل کے طور پر آپ نے فرمایا تھا کہ حقیقت میں جب یہ لوگ اپنی ناگوار و بے مروت حالت کو دیکھ کر ایسے ہو جاتے ہیں۔ تو ان کی تشویش ہی ساری خرابیوں کا موجب ثابت ہوتی ہے اگر اس طبقہ کے لوگوں کی حالت ایسی کر دی جائے۔ کہ انہیں ہر وقت رنج و غم ہی کی فکر نہ رہے

اگر ان کی محنت کا معقول معاوضہ دیا جائے اور سرمایہ دار طبقہ کے لوگ ان کی اچھی طرح قدر کریں۔ اگر ان کی شرح اجرت کا پیمانہ اس طریق پر قائم ہو جائے۔ کہ کم از کم تنخواہ مقرر ہو۔ مگر زیادہ سے زیادہ کی کوئی انتہا نہ رہے۔ تو یقین ہے کہ ان اساتذوں کے فوٹو جو اس طریق پر انہیں حاصل ہونگی۔ ان کے وہ تمام تفکرات و درجہ جاتیں۔ جو بحالت موجود انہیں شراب خانہ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے پرسن نے کہا۔ مائی لارڈ اور صاحبان بزم اس مشورہ پر کسبل سکالائیں عمل کیا گیا ہے۔ چنانچہ وہاں کم از کم شرح اجرت مقرر کر دی گئی ہے۔ اور وہ شرح ایسی ہے کہ اسے حاصل کرنے ہوئے ہر ایک مزدور اپنے کنبہ کو باعزت حالت میں رکھ سکتا ہے۔ یہ بات قابل ذکر ہے۔ کہ اس طریق کو عمل میں لانے ہی مفید نتائج پیدا ہونے شروع ہو گئے۔ یعنی جرائم میں تخفیف ہونے لگی۔ اور اعداد و شمار سے واضح ہو گیا۔ کہ شراب نوشی میں بھی غیر معمولی تخفیف ہو رہی ہے۔ شراب پیار و تباہی کا خرچ آنا گھٹ گیا۔ کہ لوگوں کی عادات اصلاح پذیر ہو جانے کے باعث پسندیدہ شراب فروشوں اور تباہی بچنے والوں کو خزانہ ہونے دیکھ کر گورنمنٹ کو ان کی امداد کرنی پڑی۔ مالکوں نے بھی جلد ہی اپنے ملازمین کی اصلاح یافتہ حالت کے فوائد کو محسوس کر لیا۔ کیونکہ اس طریق پر ان کے کارگر عمدہ اور زیادہ کام کرنے لگے۔ اور زراعت اور پیداوار میں غیر معمولی ترقی ہو گئی۔ جیسا آپ نے اس وقت فرمایا تھا۔ کسبل سکالائیں زیادہ سے زیادہ کوئی شرح اجرت مقرر نہیں بلکہ درجہ میں فریباً ایک اوپنٹیئر کسبل سکالا سے روانہ ہوا۔ تو مزدوروں کی اجرتیں سابق کی نسبت غیر معمولی طور پر زیادہ تھیں۔ مزدوروں کی انگ بھی بہت بڑھ گئی ہے۔ اور اگرچہ ملک میں آبادی بکثرت ہے۔ تاہم ہر شخص کے لئے جو مزدوری کا خفاہشمند ہو۔ کام مہیا کیا جاتا ہے اس وقت کسبل سکالائیں یہ حالت ہے کہ حرفہ و ہر طرح کے لوگ محتاج یا لگدگر ہیں۔ یعنی وہ جو بالکل کام نہیں کر سکتے۔ یا جو کام کرنا نہیں چاہتے۔ لیکن ایسے لوگوں کی تعداد جو کام کرنے کے خواہشمند ہوں۔ نسبتاً بالکل محدود ہے۔ کیونکہ کچھ تو لوگوں کی دیکھا دیکھی اور کچھ حب وطن کے جذبات کے زیر اثر قریباً سبھی لوگ کلیم کرنے لگ گئے ہیں۔ جس کا نتیجہ عام خوشی اور خوشحالی ہے۔ اپنی اس تقریر میں آپ نے ایک اس بات بھی فرمائی۔ جسے ذرا سی بی بی کے ساتھ کسبل سکالا پر عائد کر دیا گیا ہے۔ چنانچہ ان میں

زیادہ سے زیادہ کوئی شرح اجرت مقرر نہیں۔ کیونکہ اجرت کی شرح اُس کام کی مقدار یا فائدہ کے لحاظ سے بڑھتی رہتی ہے۔ جو مزدور لوگ سرمایہ داروں کے لئے کرتے ہیں۔ لیکن اس کے مقابلہ میں کم از کم شرح اجرت قائم ہو چکی ہے جس سے اُن ایام میں جب مزدوروں کی مانگ بہت کم ہوتی ہے۔ یہ لوگ بیکار یا کے مفرا دیباہ کن اثرات سے محفوظ رہتے ہیں۔ اس کارروائی کو ماکلن کارخانجات کے لئے مضر نہیں سمجھا جاتا۔ کیونکہ جن ایام میں کاروبار نیازی پر ہوتا ہے۔ اور تجارت چلتی ہے تو یہ لوگ یعنی کارخانہ دار تھوڑے عرصہ میں ہی بنیاد معقول نفع کما لیتے ہیں۔ پس جن ایام میں کاروبار کم ہو۔ تو انہیں پھر بھی ایسی شرح اجرت ادا کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے کہ اُن کے ملازم آسائش کی زندگی بسر کر سکیں۔ کارخانہ دار کو کہ خوشحالی کے ایام میں اتنا روپیہ جمع کر لیتے ہیں کہ انہیں نہ صرف معقول آمدنی ہوتی رہتی ہے۔ بلکہ بہت سا سرمایہ جمع بھی ہو جاتا ہے۔ لیکن مزدور چونکہ زیادہ سے زیادہ اجرت پر ہی ایام معیشت کے لئے کچھ پس انداز نہیں کر سکتے۔ اس لئے یہ نامناسب سمجھا جاتا ہے کہ سرمایہ دار مزدوروں سے صرف اُن ایام میں ہی کام لیں۔ جب انہیں ضرورت ہو۔ اور جب ضرورت باقی نہ رہے۔ تو انہیں ملازم سے محروم کر دیں۔ یا بنیاد نامکافی معاوضہ دیں۔ درحقیقت ان مزدوروں کی مزدوری کی بدولت ہی انکو جو کو نہ صرف معقول سالانہ آمدنی ہوتی ہے۔ بلکہ وہ نقل جائیداد پیدا کر لیتے ہیں۔ پس مزدوروں کی مزدوری کی قدر قیمت صرف اُس عرصہ کے لئے ہی نہیں سمجھی جاتی۔ جب تک اُن کے کام سے عظیم منافع حاصل کیا جاسکے کیسے سکالا میں مزدور کا ستر اُس کی مزدوری سمجھا جاتا ہے۔ افسانہ مزدوری کا نفع دائمی طور پر اسی طرح اُسے ملتا ہے جیسے کسی بانک میں جمع شدہ روپیہ کا سود اور جس طرح تجارت کے چکنے پر روپیہ کی شرح سود بڑھ جاتی ہے۔ اسی طرح ترقی تجارت کے ایام میں مزدوروں کی مزدوری بھی بڑھادی جاتی ہے لیکن جیسے شرح سود کا ایک کم از کم پیمانہ مقرر ہے۔ اسی طرح مزدوری کا بھی ایک کم از کم پیمانہ قائم سمجھا گیا ہے اور یہ تو بالکل نہیں ہوتا۔ کہ جب ضرورت نہ رہے تو مزدوروں کو جواب دیدیا جائے جس طرح ایک ہزار پونہ کی رقم کسی بانک میں جمع کرادی جائے۔ تو اس پندرہ فیصدی کا سود ہر وقت مل سکتا ہے اور خاص خاص وقتوں پر چھ یا سات فیصدی کا بھی۔ اسی طرح کمیل سکالا میں مزدوروں کی مزدوری کو سمجھا جاتا ہے۔ جب تجارت کا کم

ہلکا ہو۔ تو کارخانہ داروں کے نفع میں تخفیف ضرور ہوتی ہے۔ مگر وہ اس کی بدولت تباہی میں
 ہو جاتے۔ انہیں ان ایام میں معقول اضافہ نہ پہنچا ہو۔ تو ان کا اندوختہ ان کی حاجات پورا
 کرنے کے لئے کافی ہوتا ہے۔ لیکن غور کیجئے۔ ان کے ملازموں کی حالت ان سے کتنی
 مختلف ہے۔ ان کے لئے بیکاری یا آمدنی کی کمی تباہی۔ خداداد کشی اور موت کے معنی رکھتی
 ہے۔ اس سے ان کے چہرے خوشگوار گھروں میں ابتری پھیل جاتی ہے۔ بچوں کی تعلیم
 ترک جاتی ہے۔ ان میں بد اخلاقی اور دولت نموداری ہونے لگتی ہے۔ حتیٰ کہ احتیاج اپنا
 قدم جاکر انہیں دوست امداد پھیلانے کے لئے مجبور کرتی ہے۔ یہ تمام خوفناک خرابیاں
 اس نظام کی بدولت جو کیسٹل سکالا میں زیر عمل لایا گیا ہے بالکل رفع ہو چکا۔ ان تبدیلی
 طور پر بہت سے اضلاع میں مختلف اوقات پر مزدوروں کی مانگ اور بہم رسانی میں
 مساوات قائم نہیں رہتی۔ اس کے متعلق گورنمنٹ کو ایسے انتظامات عمل میں لانے پڑے
 ہیں۔ کہ شرح اجرت میں وہ خوفناک انقلاب پیدا نہ ہو جو سبب کمزوری کشش متحرک اور
 با مشقت مزدوروں کے لئے تباہی کا موجب ثابت ہوتا ہے۔ فی الحقیقت ایک ایسا
 نفلون پاس کر دیا گیا ہے۔ جس کے رو سے کسی مزدور کو ایک خاص قائم کردہ شرح اجرت
 سے کم اجرت سرگزشتیں دی جاتی۔ اس طرح پر مائی لارڈ آپ دیکھ سکتے ہیں کہ ان تمام
 معاملات میں آپ کی رائے پر حرف بحرف عمل کیا گیا ہے۔ اور آپ کے وہ خیالات بعض
 ایک نظریہ کی صورت نہیں رکھتے۔ بلکہ ان کو قابل عمل بنایا گیا ہے۔ میں پوری مائٹنڈی
 کے ساتھ یہ کہہ سکتا ہوں۔ کہ اس اصلاحی طریقہ کا اثر نہایت ہی مفید ثابت ہوا ہے
 آئے کاش ان طریقوں پر میرے اپنے اہل وطن بھی عمل کرنے لگیں۔ تاکہ ان کا
 سوشل درجہ بھی بلند ہو۔ اور ان میں یہ بھی غریب کی حالت اصلاح پذیر ہو سکے۔ لارڈ ایٹنگم
 نے چٹے دل سے بڑے پرجوش لہجہ میں کہا۔

پرنس آف سوٹوئی کہنے لگا۔ وہ دن دور نہیں۔ جب انگلستان کے باشندے
 بھی ان عظیم حد اوتوں کو تسلیم کریں گے۔ جن کی توہین آپ نے ۱۹ سال پہشتوار املا
 میں کی تھی۔ اور اگر بالفرض اب تک آپ انگلستان کے امرا اور اعلیٰ درجہ کے منجورہ
 طریقہ کی خرابی کا یقین نہیں دلا سکتے۔ تو کیا آپ کے لئے یہ جاننا کہ موجب اطمینان ہے۔
 کہ آپ کی سجاوید پر کیسٹل سکالا کی گرنید وچی میں حرف بہ حرف عمل کیا گیا ہے۔ اور اس

میں پوری کامیابی حاصل ہوئی ہے۔

ارل نے کہا: آپ کی بیان کردہ کیفیت سے مجھے سچی خوشوار حاصل ہوئی ہے۔ میں نے بہت سی اصلاحات کا ذکر پڑھا اور سننا تھا۔ جو اعلیٰ کی اس ریاست میں عمل میں لائی گئی ہیں جس کا تختہ آئین جمہوریت سے گھرا ہوا ہے۔ لیکن اس کا مجھے خواب میں ہی خیال نہیں آیا تھا۔ کہ میرے خیالات اور عقائد کا اس ملک کی خوشحالی اور اقبال مندی سے کسی قسم کا تعلق ہے۔ جسے انگلستان کا برل فریق (جبل قابل نمونہ سلطنت) قرار دیتا ہے۔

پریس کہنے لگا: مائی لارڈ آپ کو اس بات کا یقین دلانے کے لئے کہ کیسل سکالا کا موجودہ عروج کس حد تک آپ کے خیالات کا ثمنون احسان ہے۔ میں پھر آپ کی اس قابل یادگار تقریر کا حوالہ دیتا ہوں۔ جس کے دوران میں آپ نے کہا تھا کہ انگلستان میں مزدور پریشہ جماعتوں کو ملکی حقوق میں کوئی حصہ لینے کا موقعہ نہیں دیا جاتا۔ مگر میں آپ کو گواہ چکا ہوں۔ کہ کیسل سکالا کی گریڈ وچی میں حالت اس کے بالکل برعکس ہے۔ پھر آپ نے کہا تھا کہ انگلستان میں چھوٹی چھوٹی جائدادیں غریبوں کے ہاتھ میں کہیں نظر نہیں آتیں۔

اس لئے اراغی نسبتاً چند اشخاص کے ہاتھ میں ہیں۔ جو اپنے اثر و اقتدار سے نہایت غیر منصفانہ طریق پر کام لیتے ہیں۔ مگر کیسل سکالا نے یہ قانون رائج کیا گیا ہے کہ کوئی شخص اپنی جائداد کو صرف بڑے بیٹے کے نام نہیں چھوڑ سکتا۔ بلکہ اس پر لازم ہے کہ اسے سارے گھرانے

نرخہ میں مساوی طور پر تقسیم کر دے اور تقسیم میں حصہ لینے والوں پر یہ فرض عاید ہے کہ وہ لڑکیوں کے گناہ کا ذمہ اچھے اور پھلے اس کا نتیجہ یہ ہے کہ زمین بستی کا مساوی طور پر تقسیم ہوتی جا رہی ہے اور ہر شخص ملک سے براہ راست تعلق رکھتا ہو اس کے

علامہ سعد دوسے چند اشخاص کو اثر و اتنا دار کہنے کا موقعہ نہیں مل سکتا۔ کیسل سکالا نے صاحبان املاصی کو اس وقت تک مزدوروں کو کام پر لگانے کے لئے مجبور کیا جاتا ہے جب تک کہ وہ لوگ خود کام کے خواہشمند ہوں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ آزاد حاکم

ہونے اور جائداد کے حصول کا موقعہ ملنے سے مزدور لوگ اس بات پر مجبور نہیں ہوتے کہ اپنے لشکریات کو شراب کے غیر معمولی استعمال سے رفع کرنے کی کوشش کریں۔ نہ ان میں ملازمت کی تلاش میں ایک سے دوسرے مقام پر نقل و حرکت کرتے پھرنے سے

بہ اضافی پیدا ہوتی ہے۔ گویا اس سے ان کی ادارہ گردی بالکل رک گئی ہے۔ اور وہ اس

بات پر مجبور نہیں کہ ملازمت کی تلاش میں پھرتے ہوئے اپنے معصوم بچوں اور نیک نما
 بیوی کو ایسی سزاؤں میں شب باش کرے۔ جن میں جرائم اور گناہ کی خوفناک کثرت ہوتی
 ہے۔ وہ اپنے بچوں کی اچھے طریق پر تربیت کر سکتے ہیں۔ جس سے اُن میں بد امنی پیدا
 نہیں ہوتی۔ اور وہ سوسائٹی کے خلاف جو بصورت دیگر نہیں گد اگر فتنہ پرداز اور لاپرواہ
 بناتی تھی۔ اپنے دل میں کینہ رکھنے پر مجبور نہیں ملاب وہ پوری دلجمعی محسوس کرتے ہیں۔ وہ جانتے
 ہیں۔ جس جو پیش قدمی میں ہم آواز ہیں اُس سے کوئی شخص نہیں دنا سی بات پر دھکے دیکر نہیں
 نکال سکتا۔ اور انہیں یہ خوفناک احساس بھی نہیں ہوتا کہ اگر آج ہمیں گوشت روٹی نصیب
 ہوئی ہے۔ تو کل خشک روٹی ہی نصیب ہوئی یا نہیں۔ اور ہر سو کسی بھی قسم کا کہا نامیسر
 آرکیگا۔ غرض یہ کہ کیسل سکالا میں اس وقت مزدور ہیشہ لوگ محض امر کے غلام یا
 اُن کے ماتحت ہیں۔ اور انہیں اُن کی محکومی علانی کے درجے سے نکل چکی ہے لیکن مجھے
 بعض امور معاملات کا ذکر کرنا ہے۔ اور اُن کا ذکر کرتے ہوئے میں پھر لورڈ روشہ کی اسی
 تقریر کا حوالہ دیتا ہوں۔ جس کے پیش کردہ مشورے کیسل سکالا میں زیر عمل لائے گئے
 ہیں۔ کیسل سکالا کی مزدور ہمیشہ جماعتیں بالواسطہ ٹیکسوں کے بوجھ سے دبی ہوئی تھیں وہ
 اس فائدہ سے یہ لوگ امر کی نسبت زیادہ روپیہ سرکاری خزانہ میں پہنچاتے تھے غریبوں
 کی ضرورت کی چند چیزیں جنہیں خوان نعمتیں سمجھ لیا جائے۔ وہ ضروریات زندگی یعنی چائے
 شکر۔ تباکو۔ بیر اور شراب یہ سب سے زیادہ سرکاری آمدنی کا ذریعہ تھیں۔ مگر امر غریبوں
 کو ان کی غلیظ عادات کے لئے برا بھلا کہتے۔ تو میں اُن سے دریافت کرتا۔ کہ صابون جیسی
 چیز پر اتنا بھاری ٹیکس کس لئے عائد کیا جاتا ہے۔ یہ کہنا سراسر غلط بیانی تھا کہ غریبوں
 کا براہ راست ٹیکسوں میں چونکہ کوئی حصہ نہیں۔ اس لئے اُن کو کوئی ٹیکس عائد ہی نہیں کیا
 جاتا۔ حقیقت میں غریب بالواسطہ ٹیکس کی ضرورت میں اُس سے بہت زیادہ مدد یہ ادا
 کرتے تھے۔ جنہا امر براہ راست اور بالواسطہ دونوں صورتوں میں بیش ٹیکہ دونوں کے مالی
 تناسب کو پیش نظر رکھا جائے۔ یہ حالت کیسل سکالا کے مزدوروں کی اُس وقت تک
 تھی۔ حتیٰ کہ قانونی مجالس میں انہیں ملے کا حق دیا گیا۔ اُس کے بعد جلد ہی یہ ضروریات غریبوں
 کے سارے ٹیکس منسوخ کر دیے گئے۔ اور اب صرف سامان پیش ہی پر سب سے زیادہ
 ٹیکس لگایا جاتا ہے۔ مثلاً گاڑیاں وادی پوش نوکر شکاری لوگ درمیں حصہ لینے والے

گھنٹوں سے تیزی سے کتے اور غیر ملکی شراب ان پر سابقہ ٹیکس کی مقدار تقریباً گھٹ گئی ہے
اتنا کہ بکری پرنس آف مونٹونی روک گیا۔ اور ایل آف الیگنہم نے شریٹ فیڈل کی طرف
ایک تیز اور پرمعنی نظر سے دیکھا۔ کیونکہ دو نو کو وہ وقت یاد تھا جب قریباً انیس سال پیشتر
جب کہ آخر الذکر اولاد کو سمجھ کے مکان میں صاحب فراش تھا۔ تو دو نو بیاہیوں میں مزدوروں
کی حالت بہتر بنانے کے سوال پر گفتگو میں یہی باتیں زیر بحث لائی گئی تھیں۔

پرنس نے یہ دیکھ کر کہ حاضرین میری تقریر کی تکمیل کے خواہشمند ہیں۔ اور یہ بھی معلوم
کر کے کہ سر جان لیسنر خصوصیت سے اس مضمون میں دلچسپی لے رہا ہے سلسلہ تقریر جاری
رہتے ہوئے کہا: عرصہ دراز تک کیبل سکالا میں ایک بیماری خرابی یہ تھی کہ قانون میں
مساوات اور یکسانیت نہیں پائی جاتی تھی۔ اور عرصہ ہوں کی حالت میں تو قوانین انصاف
نہایت سخت غیر منصفانہ اور بے جا تھے۔ جن حالتوں میں ضمانت یا جھگڑا کی گنجائش ہو۔
اسرا کو ساری سہولتیں حاصل تھیں۔ مگر غریب لوگ بھلا ایسی ضمانت کیونکر دے سکتے ہیں
ان کے لئے اس کے سوا چارہ کار نہ ہوتا تھا کہ جیل خانہ میں جا کر بدترین بد معاشوں کی صحبت
میں رہیں۔ پھر اگر سماعت مقدمہ پر کسی شخص کو بے قصور سمجھ کر رہا کر دیا جائے تو وہ جیلخانہ
سے نکل کر اپنی طویل حراست کا نتیجہ کیا دیکھتا تھا۔ گھر برباد... بچے مان شیت کو محتاج
... تباہی اور افلاس ڈیرہ ڈالے ہوئے۔ ممکن ہوتا تھا... اور نہ صرف ممکن بلکہ ایسا ہوتا
بھی رہا ہے کہ کوئی شخص سماعت مقدمہ سے پیشتر چار پانچ ماہ تک جیلخانہ میں پڑا ہے
اتنا عرصہ بڑی صحبت میں رہ کر کسی کا نیک رہنا سراسر غیر ممکن ہوتا تھا۔ ان خرابیوں کو
رفع کرنے کے لئے ضمانت کے معاملہ میں لمزموں کو بہت سی سہولتیں دی گئیں چنانچہ
ضمانت کے لئے ہمیشہ ضمانتوں کی نیک چلنی اور عزت داری کو ملحوظ رکھا جاتا تھا۔ اُن کے
مالی حالات کو نہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ اب وہاں کسی مزدور کی ضمانت اس کے مزدور
بائی جن کے پاس اپنے مالک کی طرف سے نیک چلنی کی سند موجود ہو۔ دیکر اسے رہا کر سکتے
ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ طریقہ صرف بلکہ جرائم میں برتا جاتا ہے۔ سنگین جرائم کے معاملہ میں طرز کا
بہی زیادہ ہوتی ہے۔ لیکن اگر محال کی مجبوری کسی ملزم کو سماعت مقدمہ سے پیشتر جیلخانہ میں
بھیجنے کی ضرورت پیش آئے۔ تو اسے سزا یا بقیہ یوں کے جیلخانہ میں نہیں بھیجا جاتا۔ اور اس
طرح پڑا ہے اس حالت میں کہ اسی اس کے مقدمہ کی سماعت نہ ہوئی ہو دولت اور قیدوں

کے ساتھ مل کر رہنے کے بڑے اثرات سے محفوظ رکھا جاتا ہے۔ ایسے لوگوں کے لئے ایک جدا عمارت قائم کی گئی ہے۔ جسے دارالحراست کہہ سکتے ہیں اسی طرح بچوں کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ جو شخص سماعت مقدّم پر بے قصور ثابت ہو۔ اسے تاوان دلائیں کسی ملزم کی حوالگی کے بعد جس قدر حلد وہ چاہے اس کے مقدمہ کو سماعت کا انتظام کر دیا جاتا ہے۔ مابعد یہ ہے کہ جس قدر عرصہ میں وہ باسانی اپنی صفائی کا انتظام کر سکے وہ اس کے لئے منظور کیا جاتا ہے۔ جب اس کی حوالگی عمل میں آچکے تو پھر اس سے یہ معلوم کیا جاتا ہے کہ تم اپنی طرف سے وکیل پیش کرنے کی استطاعت رکھتے ہو؟ اگر وہ ثابت کر دے کہ میں غریب آدمی ہوں اور وکیل کا انتظام نہیں کر سکتا۔ تو اس کے لئے سرکاری طور پر ایک بیرٹر مہیا کر دیا جاتا ہے۔ ممکن ہے سماعت مقدّمہ اگلے روز ہی شروع ہو جائے۔ کیونکہ ساری گزشتہ فوجی میں جا رہا مقامی عدالتیں قائم ہیں۔ جنہیں تعطیلات کا طریقہ رائج نہیں۔ اگر میں کیسل سکالامیں واپس جا کر کسی شخص کو جو انگلستان کے قوانین اور مراسم سے واقف نہ ہو یہ بتاؤں کہ انگلستان میں کسی شخص کی سماعت مقدّمہ کے وقت تک معمولی جیلانیہ کی حالات میں رکھا جائے گا تو اسے قید خانہ کی شخص میرا جیل خانہ کو دلائیے گا۔ سر جان لیسلر نے پوچھا مگر یہ تو فرمائیے۔ آپ کے اس ملک میں سزائیں کیا سطر کی گئی ہیں؟

پرنس نے جواب دیا۔ شب سے قابل ذکر امر تو یہ ہے کہ تم نے سزائے موت کو دیشا عیاسیت کے اصول کے خلاف اور مخرب اخلاق سمجھ کر موقوف کر دیا ہے۔ جو شخص قتل عمد کا مجرم ثابت ہو۔ اس کے لئے دائمی حراست کی سزا مقرر ہے۔ اور جن شخصوں کا کوئی رشتہ دار یا وارث نہ ہو۔ ان کی جائداد ہی ضبط کر لی جاتی ہے۔ اور ان کے سارے سول حقوق موقوف سمجھے جاتے ہیں جس شخص کو سزائے قید دی جائے۔ وہ محض اس سزائی جو سے سوسائٹی کا بے کار رکن نہیں سمجھا جاتا۔ ہر ایک نو عباد کی جیلانیہ میں ورک شاپس قائم ہیں جن میں کئی طرح کے کام سکھائے جاتے ہیں۔ یا قید کی کوہ کام جو وہ جانا ہو۔ کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ اگر اُسے کوئی بھی کام نہ آتا ہو۔ تو اسے جیل خانہ میں کام سکھانے کا انتظام کر دیا جاتا ہے اگر شخص مذکور کتبہ دار ہو۔ تو اس کی کمائی اس کے متعینین کے گزارہ کے لئے بھیجی جاتی ہے۔ اور اگر نہ ہو تو وہ سب کی سب اس کے یوم ربائی تک جمع ہوتی رہتی ہے۔ اگر

وہ کام کرنے سے انکار کرے۔ تو اس کے لئے یہ سزا مقرر ہے کہ اسے خشک روٹی اور پانی کے سوا کھانے کو اور کوئی چیز نہیں دی جاتی۔ جس سے وہ جلد ہی ہی عمدہ اور کفایتی کھانا حاصل کرنے کی غرض سے ضرور کوئی نہ کوئی مفید صنعت سیکھ لیتا ہے۔ وہ حقیقت کبیل سکالاکے جیل خانے عظیم کا رفاؤں سے مشابہ ہیں۔ اور ان کا ضبط انتظام ایسا عمدہ اور آسان اصلاح بخش ہے کہ کسی قیدی کو رہائی پا کر کام کی تلاش میں وقت پیش نہیں آتی۔ وہ کاڈار اور عام کارخانہ دار لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ایسے شخص نے اپنے جرم کی سزا بھگت لی اور اس لئے کوئی اسے ملازمت دینے سے انکار نہیں کرتا۔ اور وہ دنیاوی زندگی از سر نو شروع کر سکتا ہے اس کی حالت اس شخص کی سچائی جاتی ہے۔ جس نے عدالت دیوالہ سے گذر کر ریت کی بند حاصل کر لی ہو۔ اگر اسے حصول ملازمت میں وقت پیش آئے۔ تو مقامی حکام کا یہ فرض ہو کہ اوسطاً شوخ اُجرت پر اس کے لئے کام مہیا کریں۔ ان تمام انتظامات کے نتائج حیرت خیز ثابت ہوئے ہیں۔ اولاً کبیل سکالاکے جیل خانے گناہ اور جرم کا مرکز ہونے کی بجائے معافات اصلاح کا درجہ رکھتے ہیں۔ ثانیاً کوئی شخص جو حالات سے مجبور ہو کر ایک بار جیل خانے میں جلائے۔ اسے پھر جرم کی زندگی اختیار کرنے پر مجبور نہیں کیا جاتا۔ کوئی شخص دوبارہ خطا کرے تو سبھا جاتا ہے کہ وہ فطرتاً شریر ہے۔ لیکن گزشتہ دہائی میں ایسے واقعات شاذ و نادر طور پر آئے ہیں۔ کیونکہ بہت سی کم آدمی ایسے ہیں۔ جو جرم کی خاطر جرائم کی زندگی کو جلدی رکھنا پسند کریں۔ مانی لارڈوان باتوں سے آپ معلوم کر سکیں گے کہ یہ ساری اصلاحات آپ کی اس قابل ذکر تقریر ہی کے پیش کردہ مشوروں پر عمل میں لائے گئے ہیں۔ جس کے دوران میں آپ سنا کہ ہمارا عام طور پر قوانین فوجداری کو ایسے طریق پر عمل میں لایا جاتا ہے کہ بد اخلاقی اور جرم کی ترقی ہوتی ہے۔ ضروری ہے کہ جو شخص اپنے جرم کی سزا بھگت لے۔ اسے .. خواہ اس کا جرم کچھ ہی ہو سزا کا زمانہ ختم ہو جانے پر بے جرم اور بے داغ سمجھا جائے۔ کیونکہ کسی شخص کو ایک جرم کے لئے جس کا وہ سزا ہی پا چکا ہے۔ ہمیشہ کھانا غذا اور کچھ لینا اس قدر مطلق کے اصول کی خلاف ورزی کرنا اور یہ خیالنا ہے کہ دنیا میں کتنے غفار اور درگزر کا کچھ ہی وجود نہیں۔ موجودہ حالات میں جیل خانے ذہنی تخریب اور بدنامی کا مخزن بنے ہوئے ہیں اور جو شخص ایک بار ان میں رہ کر باہر نکلتا ہے اسے ہمیشہ کے لئے داغ دار سمجھا جاتا ہے۔ کئی عالموں میں لوگ جیل خانے

کی بڑی صحبتوں میں رہ کر حقیقت بگڑ جاتے ہیں۔ ایسے لوگ دیانتداری کی روزی کی لالچ کی لاکھ کوشش کریں۔ انہیں کامیابی حاصل نہیں ہوتی۔ کیونکہ سرغنش انہیں خطا دار اور مجرم سمجھتا ہے۔ اور بحالت مجبوری وہ پھر جرم اور قانون شکنی کی زندگی اختیار کر لیتے ہیں۔ ملک کی بڑی ہوتی با اخلاقی کا اصلی موجب یہی ہے۔ جس پر پارسی صاحبان اس درجہ اظہار تاسف کیا کرتے ہیں مگر جس کے صحیح اسباب کو تسلیم کرنے سے وہ برابر انکار کئے جاتے ہیں۔ فوجداری جلیغمانے اخلاقی طور پر دبا کا گھر نہیں۔ لیکن میں خرابی کو رفع کرنے کا کوئی انتظام موجود نہیں۔ بلکہ مجرموں کی برائیاں ستداری امراض کی طرح ترقی کرتی ہیں۔ سوسائٹی کا یہ فرض ہونا چاہئے۔ کہ خطا مار غنش کو محض سزا ہی نہ دے بلکہ اس کی اصلاح بھی عمل میں لائے۔

اب سر بیٹ فیڈل نے ارل آف ایڈنگٹم کی طرف تعریف کی نظر سے دیکھا اور کہا۔ آپ نے جس قدر عظیم اور شاذ اصلاحات کا مشورہ پیش کیا کہ ان سب کو عملی صورت دینے کا فخر سرزمین کیسل سکالا کو حاصل ہوا ہے۔ یہاں پر عارضے ملک میں اصلاحات کا چرچا تو بہت ہے۔ لیکن عمل کچھ نہیں۔ اور جب کوئی چھوٹی سی رعایت منظور ہوتی جاتی ہے۔۔۔ کیونکہ بہر حال وہ رعایت ہی ہوتی ہے۔ تو لوگ اسے اپنی کامل آزادی کا پیش خیمہ سمجھ کر پوٹے نہیں سماتے۔

اس نے پرنس نے مسئلہ ظلم جاری رکھتے ہوئے کہا۔ ارل کی تعریف نے ایک فقرہ خصوصیت سے ایا تھا۔ جو گریڈیوٹک اور مذاو کی نظروں میں اس وقت آیا جب وہ قانون اصلاحات کو پارلیمنٹ میں پیش کرنے کے سوال پر غور کر رہے تھے۔ وہ فقرہ حسب ذیل تھا۔ اگر کوئی مالدار شخص کسی غریب پر ظلم کرے تو کیا اسی غریب کے لئے عدالت انصاف میں داد دی جاسکتی ہے۔ مگر نہیں۔ کیونکہ انصاف ایک ایسی گلاب چیشیر جسے صرف مالدار ہی حاصل کر سکتے ہیں۔ ایسی حالتوں میں کہ کسی غریب کو اجیر آدمی کی طرف سے رنج وہ صدمہ پہنچا ہو۔ مثلاً اس نے اس کی بیوی یا بیٹی کو اغوا کر لیا ہو۔ تو غریب آدمی کے لئے عدالت کا دروازہ کھٹکھٹانا اس وقت تک غیر ممکن ہے۔ حتیٰ کہ کوئی وکیل اس امید پر کہ میرا صدمہ سزائے جرمات سے ادا ہو سیکے گا۔ مقدمہ کو ہاتھ نہیں لے۔ عاویطی کی اور کوئی صورت نہیں اور یہ طریقہ اخلاقی پر نہایت مضر اثر پیدا کرنے والا ہے۔

لیکن اگر کسی کو کیل کی ایسی امداد شامل حال نہ ہو۔ تو غریب آدمی کے لئے دادرسی کا خاطر دست
منشر ہل تک جانا ویسا ہی غیر ممکن ہے۔ جیسے لاکس ہوٹل میں کہا نا کہا نا۔ اب اس کے متعلق
میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ کہ کیل سکال میں ایک ایسی تجویز اختیار کی گئی ہے جس سے وہ
سب مشکلات رفع ہو گئی ہیں جو ایل آف ایلنگھم نے اپنی اس تقریر میں پیش کی تھیں
اگرچہ یہ بھی نہیں چاہا۔ کہ کالون اتنا ارزان ہو جائے۔ کہ بات بات پر مقدمہ بازی شروع ہو
چنا چہ ہر ایک مقامی عدالت کے متعلق ایسے افسر مقرر کئے گئے ہیں جن میں عوام کا دیکھنا
کہا جاتا ہے۔ اگر کسی شخص کو ہمسایہ کے خلاف کوئی شکایت ہو۔ تو وہ دیکھنا کہ وہ کس پاس جا
کر اسے حالات بیان کرتا ہے۔ وہ معاملہ پر غور کر کے یہ دریافت کرتا ہے آیا اس کی
شکایت واقعیت پر مبنی ہے۔ اگر ایسا ہو تو وہ اس غریب شخص کی طرف سے استغاثہ
دائرہ کرتا ہے۔ ان افسروں کو سرکاری طور پر تنخواہ ملتی ہے۔ اور وہ کسی سے کسی قسم کی
فیس نہیں لے سکتے۔ انہیں بڑی احتیاط کے ساتھ منتخب کیا جاتا ہے۔ اور جن طرح
بحان عدالت عالیہ کے لئے رشوت لینا غیر ممکن ہے۔ یہی حال ان افسروں کا ہے۔
کیل سکال میں اغوا اور عسکت ریزی محض ایسے جرائم نہیں۔ جن کا تصفیہ روپیہ سے ہو
سکے۔ ان کے لئے سرائے قید مقرر ہے۔ اور اگر کوئی مالدار کسی غریب کی لڑکی کو اغوا
کرے۔ تو اسے اور بھی سخت سزا دی جاتی ہے۔ اب میں تعلیم کا ذکر کرتا ہوں۔ اور مجھے
تعلیم کرنا پڑتا ہے۔ کہ آپ نے اپنی تقریر میں اس سوال پر جو کچھ فرمایا تھا۔ میں اسے
عملی طور پر نہایت قابل قدر سمجھتا ہوں۔ آپ نے کہا تھا غریبوں کی تعلیمی حالت نہایت
افسوسناک ہے۔ جائے غور ہے۔ کہ ہزار ہا میل کے مواصلہ پر پیشوں کی تعلیم کے لئے
تو لاکھوں روپیہ کا صرفہ برداشت کیا جائے۔ اور طرح طرح کے استظامات عمل میں لائے
جائیں۔ مگر ہمارے اپنے ملک میں اب تک غیر معمولی جہالت موجود ہو۔ کلیسا کی آمدنی کا
بڑا حصہ پادریوں کی پیش قرار تنخواہ میں صرف ہوتا ہے۔ جس سے ان ویرانہ مذہب
کی حرم و آزار کچھ اندازہ ہو سکتا ہے۔ لیکن اس آمدنی کا ایک شلنگ بھی عوام کی مذہبی
تعلیم پر صرف نہیں ہوتا۔ آپ نے بڑی دلیری کے ساتھ یہ کہا تھا۔ کہ اس میں قصور اعیان
عوام دونوں کا ہے۔ مگر خصوصیت سے اعیان کا کہ وہ غریب کی تعلیم کا بہتر انتظام نہیں کرتے
جہاں کہیں مفت تعلیم کا انتظام ہے۔ وہاں ایسی تعلیم بالکل جانب دانا نہ طریق پر دی

جاتی ہے۔ کوئی جانے صرف و نحو تاریخ۔ ریاضی اور نجوم کا تعلق بھی مذہب سے ہو سکتا ہے۔ ہر حصہ ملک میں پادریوں کا غلبہ ہے اور وہی اس کی آمدنی پہنچتے ہیں۔ دارالافتاء اور کتاب کے لئے اشاعت تعلیم کی غرض سے بڑی بڑی رقوم سرمایہ وقف کی جا چکی ہیں، مگر اس کے باوجود جمالت کا دور دورہ ہے۔ یہ کہنا ایک شرمناک موضوع بیانی ہے کہ غربا میں ذہانتیں بیاہرہ تعلیم کا شوق نہیں رکھتے۔ ان میں وہ لوگ ہیں جو وہاں میں جو لوگ کچھ پڑھ سکتے ہیں۔ وہ بڑے شوق سے کتابیں اخبارات اور ارزان رسالے خرید کر پڑھتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ مزدور پیشہ لوگوں کے ذہن اس زرخیز زمین کی طرح ہیں جس میں بیج بویا جائے تو خوب پھلتا پھوٹتا ہے۔ لیکن طبقہ بالا کا تعصب یا تنگ نظری اس تخم ریزی کا سوتہ ہی نہیں آنے دستی۔ چونکہ زمین کے اندر کچھ نہ کچھ پیدا کرنے کا وہ قدرت نے ولایت کر رکھا ہے۔ اس لئے عمدہ تخم ریزی نہ ہونے پر اس میں گہاس پیوس ہی آگ آتا ہے اور اس کے لئے اور غریبوں کی تحقیر و مذمت کرتے ہیں حالانکہ حقیقت میں اس تحقیر و مذمت اور ملامت کے مستوجب وہ صدی اور شریر النفس لوگ ہیں۔ جو زمین سے فائدہ اٹھانے کی بجائے اسے بخر بنانا چاہتے ہیں۔ یہاں تقریر جاری رکھتے ہوئے پریشانے کہا۔ یہ سب باتیں کچھ غرض پیشہ کیل سکالا پر صادق آتی تھیں۔ لیکن وہاں جو اصلاحات عمل میں لائی گئی ہیں۔ ان میں کلیا اور نظام تعلیم کو بھی شامل کیا گیا ہے۔ ان دونوں تفریق کر کے انہیں ایک دوسرے سے آزاد اور خود مختار بنادیا گیا ہے۔ چنانچہ کلیا کو صرف اختیاری اصول پر قائم رکھا گیا ہے اور تعلیم کو سرکاری ہاتھوں میں دیکر ایک وزیر تعلیم مقرر کیا گیا ہے۔ تعلیم میں کسی قسم کی جانب داری ملحوظ نہیں رہی جاتی۔ اور خالص دینی تعلیم دی جاتی ہے۔ معلم میونسپل کیمینوں کی طرف سے مقرر ہوتے ہیں۔ اور ان کی تنخواہ گورنمنٹ کی طرف سے ادا ہوتی ہے چونکہ گریڈ ڈپٹی میں یہ قاعدہ مقرر ہے۔ کہ والدین اپنے بچوں کو جس قسم کی مذہبی تعلیم دینا چاہیں دیں۔ اس لئے معلم وہی لوگ رکھے جاتے ہیں۔ جن کا مذہب سے کوئی تعلق نہ ہو۔ تعلیم کا دور دورہ پائٹنٹ روٹن کیتھولک، عیسائیوں اور یہودیوں سب کے لئے برابر کہلا رہا ہے۔ کسی کے مذہبی خیالات پر اثر نہیں ڈالا جاتا۔ کسی کو تبدیل مذہب پر نہیں اکسایا جاتا۔ غرض ساری یکم نہایت فیاضانہ اصول پر کام کرتی ہے۔ اور لوگ اس سے بھر

طرح خوش ہیں۔ رہا کلیسا۔ اسے حکومت سے بالکل جدا کر دیا گیا ہے۔ اور لاٹ پاور یوں کا طریق بالکل ہی موقوف ہو چکا ہے۔ اب بھی کثیر التعداد لوگ کمیٹیوں میں ہیں۔ لیکن اس کی وہ مبالغہ منہ دو فائش باقی نہیں رہی۔ اور اس پہلو سے اس مذہب کو ایک ایسا مذہب پہنچا ہے۔ جس سے وہ کبھی بحال نہ ہو سکے گا۔ نتیجہ یہ ہوا ہے کہ عیسائی مذہب پھر اپنی سابقہ سادگی کی حالت میں جو اسے زریعہ دیتی تھی پہنچ چکا ہے۔ حقیقت میں اس مذہب کے قابل عزت بانی کا مدعا بھی یہی رہا۔ مائی لارڈ اور صاحبانِ بزم میں نے جو کچھ عرض کیا اس سے آپ کو معلوم ہو چکا ہوگا۔ کہ کیس سکالائین، بالکل معاملات کی حالت کیا ہے اب میرے لئے صرف ان اصلاحات کا خلاصہ بیان کرنا باقی ہے۔ جو دہاں عمل میں لائی گئی ہیں۔ اور جو حقیقت میں انہی حیالات پر مبنی ہیں۔ جو ۱۵ سال پیش تیر میرے قابل عزت دوست ارل آف الینگہم نے دارالامرائین ظاہر کئے تھے۔ مختصر طور پر وہ اصلاحات ہیں کہ کیس سکالائین کا تخت کو بدستور قائم ہے۔ مگر وہ جمہوریت کے اصول سے گھلٹا ہوا ہے اصول وراثت اور اس سلسلہ میں سب سے بڑے بیٹے کو وارث قرار دینے کا طریق اب دہاں بالکل موقوف ہو چکا ہے۔ اور میں بوثوق کہہ سکتا ہوں۔ کہ ان اصول کی پھر کبھی تجدید نہ ہوگی۔ پھر ہم نے مزدوروں کی شرح اجرت مقرر کر دی ہے۔ جس سے اجرتوں کا وہ انگھاسا اُتار چڑھاؤ باقی نہیں رہا۔ اور کارخانہ داروں کو اس پر مجبور کر دیا گیا ہے کہ وہ اپنے آدمیوں کو دائمی ملازمت دیں۔ عزوریات زندگی کے بالواسطہ محصولات موقوف کئے جا چکے ہیں۔ اور قوانین کی ترتیب اور عمل میں یہ بات ملحوظ رکھی گئی ہے کہ غریب و امیر کسی کو وجہ شکایت پیدا نہ ہو۔ قومی تعلیم کا طریق رائج کیا گیا ہے۔ اور اس کا انتظام ایسے شخصوں کے سپرد ہوا ہے۔ جن کا خاص مذہبی عقائد سے کوئی تعلق نہیں۔ حیل خلوں کے ضبط انتظام میں اصلاح کر دی گئی ہے۔ اور اس قسم کے کارخانے قائم کئے گئے ہیں جن کا فرض ہے کہ جو قیدی حراست سے رہا ہو۔ وہ اسے روزی کمانے اپنی حالت بہتر بنانے اور پھر باعزت بننے کے کام میں دروینے کے لئے کام مہیا کریں۔ ان سب باتوں سے بڑھ کر یہ ہوا ہے کہ حتی انتخاب میرا ایسے شخص کو دیدیا گیا ہے۔ جو گارڈیہ پینہ کی مدد سے کمانا ہے اور اٹھ ماہ گویں سے کسی کو یہ شکایت نہیں ہوگی کہ ہمارا الکی بہتری کے کاموں اور ملکی حقوق میں کوئی حصہ نہیں۔

یہاں پر پرنس کی تقریر ختم ہو گئی۔ اور حاضرین میں سے بعض نے ان خیالات پر تہ دل سے اظہارِ پسندیدگی کیا۔ سامعین کو یہ معلوم کر کے بھی کچھ کم خوشی نہیں ہوئی۔ کہ یہ اصلاحات صرف فریضات میں ہی دلچسپی نہیں لیں۔ بلکہ ان میں سے ہر ایک قابلِ عمل بھی ہے۔ پرنس کی تقریر سے یہ سوال فیصلہ کن طور پر حل ہو گیا کہ اقوامِ یورپ میں سے ہر ایک انہی مذهب ہے کہ وہ آئینِ جمہوریت سے فائدہ اُٹھا سکتی ہے۔ اس تقریر کے اثر کا کچھ اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے کہ اگرچہ سر جان لیلز سیاسی معاملات میں بنایت قد است پسند تھا۔ مگر وہ بھی پرنس کے دلائل کا قائل ہو گیا۔ اس کے بعد سارے مرد و عاں سے اٹھ کر پاس کے کمرہ میں خواتین سے جا ملے اور گفتگو کم اہمیت کے معاملات پر شروع ہو گئی۔ آخر کار جب بہت رات گزرنے پر یہ مجلسِ برخواست ہوئی۔ تو قصرِ بلنگیم کے ساکنین میں سے بعض پرنس کی تحویلوں کا اس وجہ قائل ہو چکا تھا۔ کہ ان میں سے ہر ایک اس کی خصلت۔ قابلیت اور انکسار کی بے اختیار تعریف کر رہا تھا۔

باب ۱۳۴ عشق اور اسکی خرابیاں

پرنس آف مونٹونی نے قصرِ بلنگیم میں ریاست کیل سکالا کی اصلاحات کے متعلق جو تقریر کی۔ اس کی نسبت ہم نے عمدہ کوئی نکتہ چینی یا حاشیہ آرائی مناسب نہیں سمجھی تھی۔ اور اسی وجہ سے ہم نے اس بات کا بھی ذکر نہیں کیا۔ کہ چارلس ہیٹ فیلڈ نے اس تقریر کو کسی انداز سے سنایا یا یوں کہنا چاہئے۔ کہ کن جذبات کے زیر اثر وہ اس میں ہنہمک رہا۔

اگر ہم صرف یہ کہیں کہ اس نے اس تقریر کو گہری دلچسپی کے ساتھ سنا تو اس سے اس کے جذبات کا بہت کم صحیح اندازہ ہو سکیگا۔ اس کا انہماک اس درجہ بڑھا ہوا تھا کہ یہ کہنے لگا کہ جتنا عرصہ پرنس ارل کے جلبِ دعوت میں تقریر کرتا رہا۔ چارلس کے دل سے پرورش کی تصویر یہی محو ہو گئی۔ آخر جب وعدرات کے قریب ایک بچے اپنی خوابگاہ میں پہنچا۔ تو نو ذرا ہی سو جانے

کی بجائے ایک آرام چوکی پر بیٹھ گیا لوگوں مختلف پریشان کن خیالات پر غور کرنے لگا۔
 جو اس کے سین میں بے چینی پیدا کر رہے تھے۔
 . . . دل سے کہنے لگا۔ کتنا زبردست انگڑائی ہے۔ کہ پرش نے ایک پارٹی پر نہیں کہا۔
 کہ ان سیاسی اصلاحات کا آغاز میری اپنی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ شہرت اور
 اثر یہ کتنی نایاب چیزیں ہیں! اور اگر کسی قابل شخص کو حاصل ہوں۔ تو وہ عوام کو کتنے غلط
 فائدہ پہنچا سکتا ہے۔ اسے کاش کوئی ذریعہ ہوتا۔ کہ میں بھی دنیا میں شہرت حاصل کر
 سکتا۔ اس کے لئے مجھے اپنی زندگی کے عرصہ میں سال سے بھی دست بردار ہونا پڑتا
 تو مضائقہ نہ تھا۔ پرش آف مونٹونی کے برابر عزت اور شہرت حاصل کرنے کے لئے میں شوق
 سے اپنی زندگی کے ایک چوتھائی حصہ سے دست بردار ہو جاتا۔ پرامنوں بلکل حصول اتنا
 سہل نہیں! . . . مگر ہاں اگر شہرت نہیں۔ تو کیا مرتبہ بھی حاصل نہیں کی جاسکتی؟ ظاہر
 میں وہ تو کام چیزیں ہیں۔ لیکن میری حالت میں مرتبہ کا حصول صرف ذرا سی کوشش
 کا نتیجہ ہوگا۔ کیونکہ میرے ہاتھ پلانے کی دیر ہے اور پھر وائیکونٹ کا نشان امارت میری
 پیشانی پر ہوگا۔ میں اگر کسی سلطنت کا ولیعہد نہیں بن سکتا۔ تو کیا ہوا۔ ارل آف الینگٹن
 کا جانشین تو بن سکتا ہوں۔ اور اس ذریعہ سے جب میں ایک بار ملک کی اعلیٰ قانون
 ساز جماعت میں پہنچ گیا۔ تو پھر کیا میرے لئے عوام کی حمایت کر کے شہرت پانا مشکل ہوگا؟
 اس پر بھی ظاہر ہے کہ میرا اپنے جائز حقوق سے محروم رہنا صرف میرے ذاتی فائدہ
 کے خلاف ہے۔ بلکہ اس سے خلقت کو بھی نقصان پہنچ رہا ہے۔ مانا کہ میرے والدین
 ایک عام آدمی کی زندگی بسر کرنا چاہتے تھے۔ اور ارل کا شاندار خطاب اور وسیع جائداد اپنے
 چھوٹے بہائی کو دیدی۔ مگر کیا اس سے مجھ پر بھی یہ لازم آتا ہے کہ میں اس کی تقلید کروں؟
 نہیں۔ نہیں۔ . . . اور اس کے علاوہ میں دیکھتا ہوں۔ میرے والد کا سلوک سیوے کے ساتھ
 دیا نہیں۔ جیسا ہونا چاہیئے۔ ورنہ کیا باعث ہے کہ وہ مجھے پس پردہ رکھنا چاہتا ہے؟
 معلوم ہوتا ہے وہ اپنی ابتدائی زندگی کے حالات کو پیش نظر رکھ کر ان تمام واقعات سے دور
 رہنے کا خواہشمند ہے۔ جو لوگوں کی توجہ کو اس کی طرف منقطع کریں۔ . . . الہی یہ خیال
 کتنا خوفناک ہے مگر اس کی صداقت میں کلام نہیں کہ وہ محسوس کرتا ہے۔ ایک رہزن کا
 لاش کے خطاب کے لئے دعویٰ پیش کرنا نہایت نامناسب اور بے جا ہوگا۔ مگر کیا۔ یہ بعید

از انصاف نہیں کہ باپ کی خطاؤں کا بوجھ بیٹے پر نازل ہو، وہ خطا دار ہے۔ مگر کم از کم میں تو بے قصور ہوں۔۔۔ میری زندگی تو بے عیب ہے۔۔۔ میرے چلن پر تو کسی طرح کا حرف نہیں آیا۔ پھر مجھے کیا عیبت پڑی ہے کہ اس کے جرائم کا حینازہ اٹھاؤں؟ بیشک یہ سراسر خلاف انصاف ہے۔ باپ کی فرمانبرداری بلاشبہ ایک مقدس فرض ہے۔ لیکن اس کا بھی یہ تقاضا نہیں کہ میں اس عزت اور منزلت سے محروم رہوں جو میرا پیدا ہونے سے میرے اندر خواہش ہے۔۔۔ قابلیت ہے۔۔۔ جذبات ہیں۔ بڑی بڑی اہلیاں ہیں۔ پھر کیا یہ مناسب ہے کہ میں اس باپ کی خاطر اپنے مستقبل کو قربان کر دوں جس کا سلوک میرے ساتھ وہ نہیں جو ہونا چاہئے؟ سوال یہ ہے کہ باپ کو بھی اپنی اولاد کے لئے کچھ قربانی کرنی چاہئے۔ یا اولاد ہی پر والدین کی ساری خطاؤں کا حینازہ اٹھانا فرض ہے؟ اگر وہ اپنے حقوق پیش کر کے ارل کے خطاب کا دعویٰ دار بنے اور اس طرح پر مجھے آگے چل کر اس خطاب کا حقدار ہونے کا موقع دے۔ تو اس کے لئے اسے یہ ضرور کہنا پڑے گا۔ کہ میں وہی رہن ہوں جو۔۔۔ اُف میری زبان اس لفظ کو ادب نہیں کر سکتی۔۔۔ جو پہلے ہی پانے کے بعد زندہ ہوا تھا۔ مگر دوسری طرف میرا اس راز کو پوشیدہ رکھنا میری اپنی بہترین خواہشات کے منافی ہے۔ اگر میں نے اس موقع سے فائدہ نہ اٹھا تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ ایک اعلیٰ منزلت میری رسانی میں ہوتی لیکن میں نے اسے حاصل نہ کیا۔۔۔ میں بڑی بڑی آرزوؤں کو عملی صورت دے سکتا تھا۔ لیکن میں نے خود انہیں اپنے ہاتھ سے چل دیا۔۔۔ میرے سامنے امیدوں کا شاندار مستقبل موجود تھا۔ لیکن میں نے ازراہ حماقت خود اپنی آنکھیں بند کر لیں!

یہ کہتا ہوا وہ جوان اپنی جگہ سے اٹھا۔ اور بڑے اضطراب کی حالت میں کمرہ کے اندر ادھر ادھر ٹپکنے لگا۔ پھر جلد ہی اپنی جگہ پر دوبارہ بیٹھ کر وہ دل سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔ "میں نے کتابوں میں پڑھا ہے کہ اس دنیا میں جو شخص دوسروں کے جذبات کی حد سے زیادہ پروا کرے۔ جو ہر قدم اُٹھانے وقت یہ سوچے کہ اس سے کسی کو ضرر تو نہ پہنچے گا۔ وہ ہرگز بام ترقی کو نہیں پہنچ سکتا۔ جو شخص سلطنت اور منزلت حاصل کرنا چاہتا ہے۔۔۔ جس کے دل میں ہمتائے عروج جگ بھنگنے کی آرزو ہے اس کا فرض ہے کہ دل کو سخت رکھے۔ جس طرح پولیس نے فرانس کی بادشاہی

کے لئے حسین و دفا دار جوزینا میں کے ساتھ سنگدلی کا سلوک کیا تھا۔۔۔ ہاں اسے
 رفعت آرزو تیرے حصول کی خاطر اعزاز و اقارب رشتہ دار دوست کا شکر۔ ان
 سب کو بھی قریان کرنا پڑے۔ تو اس کی پروا نہ ہونی چاہئے۔۔۔ مگر نہیں... نہیں
 یہ دوسری انتہا ہے۔ کیونکہ میرے سامنے رچرڈ مارکیم کی مثال موجود ہے۔ جس نے
 موجودہ عروج صرف نیکی اور نیک کرداری کی بدولت حاصل کیا۔ اس نے سنگدلی
 سے کام نہیں لیا۔۔۔ اس نے کسی کے حقوق غصب نہیں کئے۔ اور اس کے باوجود
 آج وہ یورپ کے سب سے نامور شہزادوں میں شمار ہوتا ہے۔۔۔ ہاں مگر وہ موقع
 کہاں ہیں جو اسے حاصل تھے؟ کشتے ہیں۔ ہزار میں ایک شخص کو قسمت کی دبی ہاتھ سے
 پکڑ کر منزل مقصود پر لے جاتی ہے۔ رچرڈ مارکیم وہ ایک شخص ہے۔۔۔ اگر میں سادہ اور
 نامعلوم مشرچا لیس ہیٹ فیلڈز ہوں۔ تو اس بحر عظیم میں جسے غواٹم کے لفظ سے یاد
 کیا جاتا ہے۔ میری سچی ایک قطر سے زیادہ نہیں۔ لیکن اگر میں یکایک دنیا کے روبرو ہوں
 کی حیثیت میں نمودار ہو جاؤں۔ اور لوگ جانیں کہ یہ ایک الدار اور ذی شان اہل کا
 وارث ہے۔ تو پھر میرے لئے ترقی کی راہ نکالنا ذرا بھی مشکل نہیں۔ اوہ! پروڈیا سے
 مل کر یہ کہنا کتنا دل خوش کن ہوگا۔ کہ اے جانِ جہان میں وہ گناہ جو ان میں جو
 تم مجھے سمجھتی ہو۔ بلکہ میں داسکونٹ ارشن۔ اہل آف الینگیم کا وارث اعلیٰ ہوں۔
 پروڈیا اس وقت یقیناً تو میری محبت کو موجب فخر سمجھ لگی۔ اوہ میں تیرے اظہار عشق
 پر ادائے شکر یہ کے لئے مجبور نہ ہوں گا۔۔۔ جین اور قابل احترام پروڈیا تیری تصویر
 بھی اس خوب آرزو کے ساتھ دالت ہے۔ جس کی روشن چمک میرے دماغ کو منور
 کر رہی ہے۔ جس وقت میں دارالامرا میں شہرت حاصل کروں گا۔ تو پھر داپسی پر تو کس
 فخر و سرور سے مجھے ملیگی۔۔۔ وہ وقت کتنا دل خوش کن ہوگا۔ جب تیری نگاہوں کو
 دیکھ کر میں معلوم کروں گا کہ تو میری محبت کو موجب فخر سمجھتی ہے۔۔۔ تو اس شخص کو جاننی
 ہے۔ جو دنیا میں ہر چار طرف اپنی شہرت کا نور پھیلا رہا ہے۔ یہ سب باتیں بیشک قابل
 رشک ہونگی پس مجھے پر لازم آیا کہ اپنے حقوق کو حاصل کر کے اپنے جائز رتبہ کی طرف قدم
 بڑھاؤں... مگر دوسرا سوال یہ ہے۔ کس طرح؟ اوہ! بہتر ہوگا کہ تمام حالات سے پروڈیا
 کو خبردار کیا جائے۔ وہ ایک سمجھدار و دراندیش اور ذہین عورت ہے۔ اور ضرور اس کا کام

میں مجھے مدد دے گی۔ اس کے علاوہ ان خوش نمایوں سے مشورہ حاصل کرنا بجا ہے خود کتنا دُفعرب ہو گا۔ یہ جانتا کس درجہ موجب تسکین ہو گا۔ کہ وہ میرے معاملات کے دلچسپی لیتی ہے!

وہ پھر اپنی جگہ سے اٹھا۔ کیونکہ اس کے ذہن میں ایک فوری خیال پیدا ہو گیا تھا۔ جس نے اس کے دل میں اس قسم کا درد پیدا کیا۔ گویا ایک غرار تیرا اس کے سینہ میں حکم ہو رہی ماں... میری قابلِ رحم ماں! وہ اپنے آپ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔ اس کے لئے بیشک یہ ایک بیماری صدمہ ہو گا۔ کہ میں اپنے والد... اس کے شوہر کو ارل کے حقوق حاصل کرنے پر مجبور کروں۔ مگر کیا یہ غلط ہے کہ وہ خود سالانہ سال تک مجھ سے تداخل کرتی رہی۔ کیا اس نے میری پردہ کی تھی۔ کہ میں اس کی کروں! کیا اس نے مجھے طفلی میں ایک غیر عورت کے سپرد کر کے اپنی بے دردی کا ثبوت نہیں دیا! بجا ہے اس کے کہ وہ خود میری پرورش کرتی۔ اس نے مجھے دانش نامی ایک عورت کے سپرد کر دیا اور اگر میں کافی نگرانی نہ ہونے کے باعث آج بازاروں میں ایک آوارہ گرد لڑکا بن کر پھرتا اگر میں ایک شریف آدمی کی بجائے جیوڑا چکایا اگر کٹ ثابت ہوتا۔ تو اس میں تصور سراسر میری ماں کا تھا!

اس طرح پراس نا عاقبت اندیشی جو ان نے جہوٹی دلیلیں پیش کرنے کا فن پر ڈیٹا سے حاصل کر کے ان کی بدولت اپنے دل کو تسکین دی... اس طرح پراس نے ان تمام فیاضات جذبات کو جو اس کے سینہ میں موجود تھے اور جو اس کے بُرے خیالات کے ساتھ سختی سے جدوجہد کر رہے تھے۔ دبانے کی کوشش کی۔

اور یہ منفرا اثرات کس چیز نے پیدا کئے۔ عشق اور عروج کی خواہش نے... وہی دو باتیں جو بہترین ان کو نیکوں کا سر تاج بناتی ہیں!

مگر وہ محبت جو اس کے دل میں موجود تھی۔ کیا وہ کسی نیک نہلا پاک باز و شیراز کی محبت سے بعید ترین نسبت ہی رکھتی ہے! وہ محبت نہیں سمجھتا تھا۔ ایک آوارہ مزاج اور بد طینت عورت کا پیدا کیا ہوا۔ جسے خوبصورتی تو حاصل تھی مگر سیرت کے اعتبار سے وہ ایک تہی شیطانی کا درجہ رکھتی تھی۔

اور وہ خاموش عروج کیا وہ تعجب کے اس قابلِ تعریفِ جاذبہ سے مشابہ تھی جو فطرتاً

ہر ایک فیاض دل میں پیدا ہونا چاہئے۔ اور جو اپنے اثر سے انسان میں اعلیٰ ترین منازل تک پہنچنے کی خواہش پیدا کر کے اس لئے نیک و پاک بننے پر آمادہ کر سکے کہ توفیق حاصل ہو۔ تو دنیا میں کچھ نیکی ضرور کرنی چاہئے نہیں یہ ایک سراسر خود غرضانہ جذبہ تھا۔ اختیارات اور مراتب کے محدودی کے لئے اور وہ بھی محض اس غرض سے کہ لوگ تباہ نہ کریں۔ چالیس مساحب ہر وقت گھیرے رہیں اور وہ عزت ہو جو عموماً برائے نام اعلیٰ خطاب یافتہ اور مشرور امرا کو حاصل ہوتی ہے۔

دونوں حالتوں میں جو تقاضے اس کا اندازہ ناظرین خود کر سکتے ہیں۔

کم و بیش دو گھنٹے ان عجیب و غریب خیالات میں مجھ بھنے کے بعد چارلس ہیریٹ فیملی کی اپنی اور اس کے والدین کی رافت کے سراسر سناٹا تھا۔ وہ سوئے کے لئے چارپائی پر لیٹ گیا۔ مگر نیند میں بھی عجیب و غریب نظامے اور طرح طرح کے تصورات اس کے دماغ میں بے جوڑ طریق پر پیش ہو کر مزید پریشانی کا موجب ثابت ہوتے رہے کبھی تو اسے پروٹیشا کی دلفریب صورت نیم غریانی کی حالت میں صوف پر لیٹی ہوئی نظر آتی۔ اور وہ اسے قریب آتا دیکھ کر شوق سے بازو پھیلا دیتی۔ کبھی وہ پرس آف سوٹونی کو گھوڑے پر سوار اپنے المکاروں سے گھرا ہوا۔ ہزاروں خلقت کے جھوم سے گزر رہا دیکھتا۔ لوگ اسے اپنا بے پروا تو ہی بہادر سمجھ کر لغو لگنے سختیں بلند کرتے تھے پھر یہ نظارہ بھی محو جاتا۔ اور اسے اپنے والدین اپنے قدموں میں دوڑاؤ بھی زار زار روتے نظر آتے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ وہ اس سے کوئی درخواست کر رہے ہیں۔ جسے یہ منظور نہیں کرتا۔ اس کے بعد اس نے یہ معلوم کیا کہ میں ایک دلفریب باغ میں پھر رہا ہوں۔ جہاں خوشنما درختوں پر چڑیاں چیمپانی ہیں۔ رنگارنگ کے پھول کھلے ہوئے ہیں۔ عطر نیر ہوا شام جان کو تازہ کر رہی ہے اور میں اپنی پروٹیشا کو ساتھ لے کر باغ کی روشوں پر پھر رہا ہوں۔ پروٹیشا نے اس قسم کا ڈھیلا اور مختصر لباس پہنا ہوا ہے جو علم الاصلہ کی فرنیچر دیسیوں سے مخصوص ہے۔ پروٹیشا کے بایں شان پر لباس میں ایک چمکدار این لگا ہوا ہے۔ لباس اس انداز سے آراستہ ہے کہ دائیں چھائی بالکل نیکی ہے اور کر کے قریب وہ ایک مٹی سے بندھا ہوا ہے۔ دو ذرا آہستہ چلتے ہوئے ایک گھدر کے قریب پہنچے۔ جہاں پروٹیشا پر ایک ملکہ کی طرح جلال طاری ہو گیا۔ وہ

اسے بانو سے پکڑ کر اُس سندر کے اندر لے گئی۔ اور اُس کے معبد میں دوزخو ہوئے پر مجبور کر کے اس کے سر پر پہلوں کا کاج پہنا دیا۔ اس کے ساتھ ہی اعلیٰ اطراف سے نکلے دلفریب کی آوازیں ستانی دینے لگیں۔

اس آخری خواب کے زیر اثر چارلس ہیٹ فیڈ ایک بیدار ہو گیا۔ بیداری میں بھی پر ڈیٹا کی تصویر ہی اُس کے ذہن پر حاوی تھی۔

اُس نے چارپائی سے اٹھ کر اہستہ بہتہ دھویا۔ اور وہ بانہ اپنی سجاوین پر غور کرنے لگا۔ اُس نے اُن تمام فرضی دلائل کو جن سے وہ پیشتر اپنی تسکین کر چکا تھا۔ دہرایا۔ اور اپنے دل کو نہ صرف اپنے والدین بلکہ بیٹی فرانسس الینگم کی طرف سے بھی سخت کر کے اس بات کا مصمم ارادہ کر لیا۔ کہ دو خواہشات کے حصول کی خاطر سب کچھ قربان کر دینے میں ہی اہل نہ ہونا چاہئے۔

اور وہ دو خواہشات کیا تھیں؟ ایک پر ڈیٹا۔ دوسرا عروج۔

ان خیالات کو دل میں لے کر وہ اُس کمرہ میں پہنچا۔ جہاں صبح کا ناشتہ رکھا ہوا تھا۔ اور ارل کو کوشش آف الینگم۔ لیڈی فرانسس۔ مٹھیٹ فیڈ اور لیڈی جارجیا پہلے سے سو جوتے۔ جن قدر ممکن تھا۔ چارلس نے اپنی صورت کو لٹاش بنانے کی کوشش کی۔ کیونکہ وہ چاہتا تھا۔ پر ڈیٹا سے شورہ کو نہ تکب خاندانی اسرار کے متعلق اپنی واقفیت اور اپنے منصوبوں کو پوشیدہ ہی رکھنا چاہئے۔ مگر باوجود بڑی کوشش کے وہ لیڈی فرانسس سے گفتگو کرتے وقت اُس پریشانی اور وحشت کو جو اُس پر طاری تھی۔ رفع نہ کر سکا۔ وہ معصوم حینہ اُس کی تموشی دیکھ کر اور اس کی باتوں سے شکر حیرت اور غم کی نظر سے دیکھتی رہی۔

حقیقت یہ ہے کہ چارلس کو خود اپنے دل میں اس بات پر سخت ندامت تھی۔ کہ میں نے اپنی عمر او بہن کے ساتھ بر سلو کی کی۔ یہی وجہ تھی۔ کہ وہ اُس کی طرف نظر بھر کر دیکھنے کی بھی جرات نہ کر سکتا تھا۔

اُس کی والدین خود لیڈی فرانسس اور اُس کے والدین نے بھی چارلس ہیٹ فیڈ سے بدنے ہوئے اطوار کو محسوس کیا۔ اور لیڈی جارجیا نے اپنے بیٹے کی طرف سے ارل کی دختر کے ساتھ اس سرد مہری کا سلوک دیکھ کر اتنی متعجب اور رنجیدہ ہوئی۔

وہ فوراً ہی اس بارہ میں سوالات پوچھنا چاہتی تھی۔ لیکن اُس کے شوہر نے اشارہ سے اس کو روک لیا۔ اور بات ہنگامی کہنے لگا۔ میں خود غریب معلوم کرنے کی کوشش کروں گا۔ کہ چارلس اس لڑکی کے متعلق جس کے ساتھ اُس کی شادی ایک طے شدہ امر سمجھی جاتی تھی۔ کیوں اس قدر سو دھری کا اظہار کر رہا ہے؟

چنانچہ جب کہانا ختم ہوا تو مشربٹ فیملی نے بیٹے کو اپنے پیچھے لائبریری میں آنے کا اشارہ کیا۔ چارلس کے دل میں خطرہ کا احساس پیدا ہو گیا۔ جو اُس کے اپنے ضمیر کا پیدا کردہ تھا۔ سوچنے لگا۔ شاید والد نے میری ساری بجاویر معلوم کر لی ہیں۔ اور اب وہ اُن کی وجہ سے مجھ پر اظہارِ ناراضگی کرنے کو ہے۔

لائبریری میں داخل ہو کر مشربٹ فیملی نے اسے اشارہ سے ہی اپنے قریب کرسی پر بیٹھنے کو کہا۔ پھر اپنی تیز نگاہ اُس کے چہرہ پر جا کر وہ پوچھنے لگا۔ چارلس کیا بتا رہے اور لیڈی فرانسس کے درمیان کسی طرح کی شکر بخشی پیدا ہو گئی ہے؟

”نہیں کم از کم مجھے اس کا علم نہیں۔“ چارلس نے جواب دیا اور اب یہ دیکھ کر کہ معاملہ نے خاف اُسید ایک اور ہی رخ اختیار کر لیا ہے۔ اُس کے دل کا بوجھ بڑی حد تک ہلکا ہو گیا ہے۔ پھر اُس نے اپنے والد سے کہا: ”نکراپ کو یہ خیال کیوں پیدا ہوا؟“

مشربٹ فیملی نے جواب دیا: ”اس لئے کہ دسترخوان پر مہتابا سڈک لیڈی فرانسس کے ساتھ بڑی سو دھری تکلف اور پریشانی کا تھا۔ خود اُس نے یہ بات محسوس کی۔ اور میں نے فرمایا۔ اس سے لارڈ اور لیڈی ایلیٹنگم کو بھی رنج ہوا۔ رہی مہتابی والدہ اسے جو رنج پہنچا۔ وہ ناقابلِ بیان ہے۔ اور میں تو مہتابی اس باسڈک کی کو دیکھ کر خاموش رہنا بھی گوارا نہیں کر سکتا۔“

والدہ مجھے مانوس ہے آپ کو رنج پہنچا لیکن... لیکن میں سچ کہتا ہوں مجھے اس کا مطلق علم نہ تھا۔ کہ لیڈی فرانسس کے ساتھ میری طرف سے ذرا بھی غیر معمولی سو دھری کا اظہار ہوا ہے۔“ چارلس نے رکتے رکتے کہا اس لئے کہ ابھی تک وہ مکر اور دیا کے معاملات میں بالکل نوا موز تھا۔

”تیرے بیٹے... میرے عزیز بیٹے۔ تم مجھے دھوکا دینے کی کوشش نہ کرو۔“ مشربٹ فیملی نے زور و لہجہ میں کہا۔ لیڈی فرانسس ایک نہایت صاف باطن

اور پاکباز لڑکی ہے۔ دیکھی کسی بات کو چھپا کر نہیں رکھتی۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے اپنی ماں کو شش آف ایٹنگم کو اس تمام گفتگو سے جو کل صبح سنا رہی تھی اور اس کے درمیان ہوئی مطلع کروایا۔ تم نے اس سے میری ہدایت کے مطابق شادی کی درخواست کی اور مجھے معلوم ہو چکا ہے۔ کہ اس کے والدین اس شادی پر خوشی ارحساند میں فی الحقیقت اور ان کا ارادہ کل سپر کو تم سے یہ ذکر چھپانے کا تھا۔ لیکن معلوم ہوا۔ کہ لیڈی فرانسس سے ملاقات کے بعد تم جلد ہی ہی باہر چلے گئے۔ اور دیر تک واپس نہیں آئے۔ یہ معلوم کرنا کہ سنا رادقت کہ ان برس جو تھے۔ میں اس لئے مناسب نہیں سمجھتا۔ کہ تم اب خدا کے فضل سے بالغ اور سمجدار ہو۔ لیکن میں اتنی درخواست کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ سب سے جلد ترارل سے مل کر اس کی دختر سے شادی کی درخواست کرنی چاہئے۔ تم جلد سے یہ فرض دیکھی طور پر ادا ہونا ضروری ہے۔ ورنہ ارل کی فطرت کو جانتے ہوئے میں کہہ سکتا ہوں۔ کہ اس طرف سے سرگز انکار نہ ہوگا۔

پیارے والد۔ چالیس نے جس کی قدرتی صاف بیانی ایسا پھر عود کر آئی تھی کہا اگر آپ سچ پڑھتے ہیں۔ تو میں نے لیڈی فرانسس سے شادی کی پہلی درخواست کرنے میں ہی بڑی جلد بازی کی۔ میری دلی خواہش ہے کہ کوئی دیر نہ الیا ہو کہیں اس درخواست کو واپس لے مکوں۔

سٹریٹ فیڈ ایک لمحہ فرط حیرت سے خاموش چالیس کی طرف دیکھتا رہا پھر سخت غضبناک ہو کر کہنے لگا۔ کیا میں یہ سمجھوں کہ تم ایک نیک دل نیک سیرت لڑکی کی محبت کو ایسی حقیر چیز خیال کرتے ہو۔ جس سے اس طرح کی بدسلوکی کی جاسکتی ہے؟ کیا تم ایک ایسی شادی سے انکار کرتے ہو۔ جو نہ صرف ہر پہلو سے قابل قدر ہے بلکہ جسے سنا رہی والدہ اپنی سب سے بڑی آرزو سمجھتی تھی۔

بچی لمں میں اس شادی کی عزت سے بڑے ادب کے ساتھ دست بردار ہوا ہوں۔ نوجوان نے اس قسم کی دلیری سے کام لے کے کہہ۔ جو خود اپنے حیرت میں لانے والی تھی۔

سٹریٹ فیڈ کے سینہ میں غصہ کے جذبات اس زور سے بھر گئے کہ وہ جیسے کہتے ہو آواز میں نکل سکتی تھی۔ اس نے بدقت کہا۔ چالیس تم جانتے ہو اس کی

یہ تمہارا طرز عمل ایک کینہ اور پامچی شخص کا ہے۔ کیا تم اپنی نسبت لوگوں کی زبانی یہ سننا چاہتے ہو۔ کہ جس نوجوان سے اتنی بڑی امیدیں وابستہ تھیں۔۔۔

”امیدیں؟۔۔۔ کس کو؟“ نامہ راہبر دار بیٹے نے غصہ میں بھر کر پوچھا۔ کیونکہ اب اپنی حقیقی یا فرضی شکایات کی بنا پر اس کے اندر بھی جوش و غضب پیدا ہو گیا تھا۔ ناظرین کو معلوم ہے کہ وہ اب تکتا ہی سمجھے ہوئے تھا۔ کہ میرے والدین نہ صرف ہمشیر مجھ سے بدسلوکی کرتے رہے ہیں۔ بلکہ اب بھی کر رہے ہیں۔

”کس کو؟“ مسٹر میٹ فیلڈ نے بیٹے کے لہجہ الفاظ اور اطوار سے سخت پریشان ہو کر کہا۔ ”ظاہر ہے۔ کہ ایسی امیدیں تمہارے اپنے والدین کے سوا اور کسے ہو سکتی تھیں؟“

میرے والدین! چارلس نے طنز آمیز طریق پر کہا۔ ”سب سے پہلے میرے والدین۔ یہ تو کہیں وہ مجھے علانیہ طور پر اپنا بیٹا کیوں تسلیم نہیں کرتے۔ اور میرے متعلق اپنی دولت کو تسلیم کرنے سے کیوں بچکے ہوئے ہیں؟“ کیا یہ امر واقف نہیں ہے کہ مجھے اپنی ولایت کا علم محض اتفاقیہ طور پر چھو گیا۔ اور کیا اگر وہ واقعہ پیش نہ آتا تو میرا آپ تک لاعلمی میں ہی رہتا جانتے ہیں قیاس نہ تھا؟

”اوہ! اسے خدا اکیا یہ میرے اپنے گناہوں کا بدلہ ہے؟“ مسٹر میٹ فیلڈ نے سخت پریشان ہو کر آگے کو جھٹکتے ہوئے وہ نوجوانوں سے من کو چھپا کر کہا۔

”عین اس وقت کہ وہ کا دروازہ کھلا اور لیڈی چارجیانہ جس کا چہرہ لاش کی طرح زرد تھا۔ اور جس کے اعضاء اس طرح کانپ رہے تھے کہ اس کے لئے سیدھا کھڑا ہونا بھی غیر ممکن تھا۔ مگر وہ کے اندر داخل ہوئی۔

دستر خوان پر لیڈی فرانسس کے متعلق چارلس کے اطوار کو بدلا ہوا دیکھ کر وہ سخت پریشان ہو گئی تھی۔ اور لیڈی فرانسس شش و پنج کی حالت کو ناقابل برداشت بنا کر اس خیال سے لا بشر بری کی طرف آئی۔ کہ باپ بیٹے میں کوئی ناگوار بحث نہ شروع ہو گئی ہو۔ مگر جس وقت دروازہ کے قریب پہنچی۔ وہاں اس نے چارلس کو بلند آواز سے

تلاش میں وہ الفاظ کہتے سنا۔ جو بطور بالائے آخری حصہ میں درج کئے گئے ہیں۔۔۔

”چنانچہ اس سوالات چودہ اپنے والد سے پوچھ رہا تھا تو لیڈی میٹ فیلڈ کو غش نے

اُس سردہری کے سلوک کو یاد کیا۔ جو چارلس نے دسترخوان پر لیڈی فرانسس کے ساتھ کیا تھا۔ تو اُس نے سجدہ کیا۔ کہ غصہ در اسے کسی دوسری جگہ محبت ہو چکی ہے۔
بیٹے کی طرف متوجہ ہو کر اندھوڑے اُس کے چہرہ کی طرف دیکھتے ہوئے اُس نے کہا
چارلس کیا تمہیں کسی اور عہدے سے محبت ہے؟

نوجوان کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ اور اُس کے منہ سے چند ناقابل فہم کلمات نکلے مگر اُس کے دماغ نے جلدی ہی قطع کلام کر کے کہا۔ اب ہم نے اصلیت معلوم کر لی۔ مگر میں یقین رکھتا ہوں کہ تم نے کسی ایسی جگہ دل نہ دیا ہو گا۔ جس کے لئے تمہیں شرمناک ہونا پڑے۔
یہ سن کر وہ عورت جس سے تمہیں محبت ہے۔ ہر لحاظ سے تمہارے لائق ہے۔ تو پھر تمہیں اُس کا نام ظاہر کرنے میں تامل کیوں ہے؟

چارلس تم خاموش کیوں ہو؟ کیوں اپنے باپ کے سوال کا جواب نہیں دیتے بلیدی جارجیانہ نے بیٹے کو دوسری طرف رخ دیکر کہتا ہوں دیکھ کر انتخاب کے لہجے میں کہا۔
اب اُس جوان کے دل میں پھر ایک بار خود سرائے خیالات پیدا ہونے لگے۔ اُسے اس بات سے سخت رنج ہوا کہ مجھ سے اُس قسم کے سوالات اُن والدین کی طرف سے پوچھے جا رہے ہیں جنہوں نے اس وقت تک مجھے اپنا بیٹا تسلیم نہیں کیا تھا۔ حتیٰ کہ مجھے انتہائی طور پر اس رائے کا علم ہو گیا۔ اور جواب بھی مجھے میرے جائز حقوق سے محروم رکھتے ہیں اس کے علاوہ میری عمر اب پچیس سال کی ہے۔ اور یہ عمر ایسی نہیں کہ مجھ سے بچوں کی طرح سلوک کیا جائے۔ ایک بڑی وجہ اسے اراض کرنے کی یہ بھی ہوئی کہ بارہ کا عمل ہو چکا تھا اور وہ نہیں چاہتا تھا کہ پڑوسی کے پاس وقت مقررہ سے ایک لمحہ بھی دیر کر کے پہنچے۔

اُسے خاموش دیکھ کر مسٹر بیٹ فیڈل نے اُس کے پاس جا کر دوبارہ کہا۔ چارلس تم کس لئے خاموش ہو۔ کیوں بدلے سوالات کا جواب نہیں دیتے۔ کیا باعث ہے تم اپنے والدین سے حقارت کا سلوک کرتے ہو؟

چارلس نے اب ضبط نہ ہو سکا اور وہ جھپٹ کر کہنے لگا۔ پہلے آپ مجھے یہ بتائیے کہ اُن والدین نے جن کے حقوق کو آپ اس درجہ فضیلت دے رہے ہیں۔ مجھے اپنا بیٹا بننا ظاہر کرنے میں بدسلوکی کیوں کی۔ اور کس لئے میری طرف سے تغافل برتاؤ پھر وہ ہمتی ہونے لگی چوٹی کے ساتھ کہنے لگا۔ کیا وجہ ہے کہ اب بھی وہ دنیا کے سامنے مجھے بھیجی

حیثیت پر تسلیم نہیں کرتے؟

لیڈی جارجیانہ نے ایک ملکی سی بیج مارا۔ دونوں باتوں سے منہ کو چھپا لیا۔ اور
سب بکلیں لیتا ہوا پیچھے کی طرف گری پر چمک گئی۔

تین ستر سیٹ فیملی نے جب بیٹے کو اس طرح جوش میں بھرا ہوا دیکھا تو اسے بھی
طیش آ گیا۔ اور وہ کہنے لگا: چارلس تم بدسلوکی اور تغافل کا ذکر کرتے ہو۔ کیا یہ فرمانبردار
بیٹوں کی سی باتیں ہیں؟ میں پوچھتا ہوں کیا تم فرمانبردار بیٹے نہیں ہو؟ اگر تم نامزدانی ہی
پر آمادہ ہو۔ تو یاد رکھو ہم نہیں اس عظیم دولت سے جو وقت پر ہوتا دیکھو وہ میں آتی ہوں
میں محروم کر سکتے ہیں۔

آہ ایہ دہکایاں! ان جوان نے اپنے باپ کی طرف رخ اور غصہ کی ایسی نظر سے
دیکھ کر کہا۔ کہ مسٹر سیٹ فیملی ہی چوک گیا۔ اور اس کے بعد وہ تیزی سے قدم اٹھا کر
سے باہر چلا گیا۔

”ٹھیکر و ٹھیکر“۔ لیڈی جارجیانہ نے چارلس کے پیچھے دروازہ کی طرف بڑھتے ہوئے کہا
مگر اس نے یا تو آواز کو سننا ہی نہیں یا اگر سننا تو اس کی برداشت کی۔ بیٹے کو اس
طرح منہ پھیر کر جانے دیکھ کر بد نصیب ماں فرط الم سے فرش زمین پر گر پڑی۔ جذبات
کے هجوم سے گلا رکھتا اور دل اس زور سے دستکڑتا تھا۔ گویا وہ ٹوٹنے کے قریب ہے۔
مسٹر سیٹ فیملی نے آگے بڑھ کر اپنی بیوی کو فرش سے اٹھایا۔ اور ایک کرسی پر
بٹھایا اور اس سے تسلی بخش الفاظ کہنے لگا۔ آخر جب وہ ذرا سنبھلی۔ تو وہ دونوں ہاتھ پیشانی
سے جوڑ کر اور اپنے شوہر کی طرف رونما کہہ لگا۔ سے دیکھ کر کہنے لگی۔ آہ ایہ جو کچھ ہو رہا
ہے۔ خواب ہے یا حقیقت؟

”افسوس کہ یہ ایک خوفناک حقیقت ہے“ مسٹر سیٹ فیملی نے دلی رنج و کرب

کے لہجہ میں کہا۔

مگر اس کا مطلب کیا ہے؟ لیڈی جارجیانہ نے وحشت آمیز لہجہ میں کہا کہ چونکہ
وہ اپنے بیٹے کے طرز عمل سے جو اس سے پہلے ہمیشہ اپنے والدین سے ادب و احترام
کا سلوک کیا کرتا تھا سخت متعجب تھی۔

اس کے شوہر نے کہا: ”سروست“ ایک مہاراجہ ہے جو حاکم وطن ہی حل کر سکتا

ہے۔ میں حیران ہوں۔ کیا اسے زمانہ ماضی کے متعلق کچھ حالات معلوم ہو گئے ہیں یا ان کی نسبت اس کے دل میں کچھ شعور پیدا ہو گیا ہے۔۔۔ مگر نہیں یہ غیر ممکن ہے اگرچہ اس کے ساتھ ہی میں دیکھتا ہوں کہ جب سے اسے اپنی ولایت کا علم ہوا ہے تبھی سے اس کی حالت بدلتی چلی ہے کبھی وہ خاموش افسردہ نظر آتا ہے اور کبھی بد مزاج اور جلد باز کبھی میں اسے خوش و خرم دیکھتا ہوں اور کبھی سخت پریشانی کی حالت میں۔ بہر حال میں نے اسے اتنا گناہ اور فرمایا نہ رہا جیسا وہ آج ثابت ہوا ہے۔ اس سے پیشتر کبھی نہیں دیکھا تھا۔

لیڈی جارجیانہ بولی میں خیال کرتی ہوں کہ اس کی پریشانی محض اس وجہ سے ہے کہ ہم نے آج تک اس کے متعلق اپنے صحیح رشتہ کو کیوں چھپائے رکھا۔ اور کچھ وہ اس وجہ سے بھی ناخوش ہے کہ ہم اسے بیٹا تسلیم کر کے لوگوں کے سامنے اپنا ہمیشہ زیادہ ہی ظاہر کرتے ہیں۔

تو کچھ ہی ہو یہ میرے اپنے گناہوں کا تہیازہ اور میری ابتدائی زندگی کی خطاؤں کی عبرت ناک سزا ہے۔ شریٹ فیلڈ نے دونوں تھمتے جوئے کیا۔

تیسرے پیارے شوٹر لیڈی جارجیانہ نے اب فکین کا فرض اپنے اوپر لیتے ہوئے کہا کہ اس طرح ہم عالم کو دل میں لگا نہ دے۔ میں امید کرتی چاہے کہ وہ جلدی ہی اپنی آج کی نافرمانی پر پشیمان ہو جائیگا۔

افسوس کہ مجھے اس کے اتنا برا کچھ نظر نہیں آتا۔ بالخصوص شریٹ فیلڈ نے کہا۔ میرا دل گواہی دیتا ہے کہ اس نے کسی کم حیثیت عورت سے تعلق پیدا کر لیا ہے لیکن بہر حال میں اپنے رنج پر قابو پا کر چاہے۔ کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ مجھ کے واقعہ کے اظہار سے ارل یا نیکول اسحق کو رنجیدہ ہونے کا موقعہ دوں۔

لیڈی جارجیانہ فکر مند لہجہ میں کہنے لگی۔ مگر سوال یہ ہے کہ لیڈی فرانسس اور چارلس کے درمیان جو شادی نے پایوانی تھی۔ اس کے متعلق ہم کیا کہیں؟

شریٹ فیلڈ نے جواب دیا بے شک دسترخوان پر لیڈی فرانسس کے ساتھ چارلس کا سلوک نمایاں سرد مہری کا تھا۔ مگر اس کے متعلق ہم کوئی عذر پیدا کر سکتے اور پھر میں بہت برا چارلس سے تنہائی میں لی کر اس ضمنوں پر سکون کے ساتھ بات کرتا ہوں۔

فسانہ لندن

سلسلہ اول

مکمل اُردو ترجمہ ۱۱ جلدوں میں

(از منشی پیر محمد رام صاحب فیروز پوری)

ریٹائٹ میں کے ناولوں میں سب سے دلچسپ، عبرت خیز، سنجی آموز ناول ہی ہے۔
تاج محل مصنف نے اس میں نیکی اور برائی کے دو راستے میں سے ایک میں اُردو نوجوان ایک ہی
وقت میں ان دو سرکوں پر ایک ہی منزل مقصود کا مسافری کی طرف رجحان ہوتے ہیں۔ پہلی سرک
دشوار گزار اور پرشور مقامات سے گزرتی ہے۔ مگر اس کے کنارے جا بجا سانس کشی فریاد گاہیں ہیں۔
دوسری سیدھی ڈھلوان اور بظاہر شاو آب گرجنے والے کے لئے ہر قسم کے خطرات سے
پرہیز مصنف یہ دکھانا چاہتا ہے کہ یہ وجود ہر قسم کی سوجھ بوجھ کی نیکی کی شاہراہ ہی انسان
کو منزل مقصود تک پہنچانے میں کامیاب ہوتی ہے۔

یہ اس ناول کا خاص پلاٹ ہے مگر چرخی طور پر اس پر متنوع ایسے عجیب اور اسٹے ہیرت خیز
کی کہ شامل کئے گئے ہیں کہ ان کی پڑتا ہے مگر سیر نہیں ہوتا۔ اور ایک بار شروع کر کے ختم کئے
بیضہ طبیعت کو چین نہیں آتا۔ غضب کا دلفریب ناول ہے اور اس پر مصنف کی جادو بیانی اور
مست طرز تحریر نے غضب کر دیا ہے نیکی اور برائی گناہ اور پاکبازی انفلاس و توال کے ہمنام
حیرت خیز نظارے پیش کئے ہیں۔ اس کتاب کا ترجمہ بڑی محنت سے کیا گیا ہے جو ہر لحاظ سے اصل
عبارت کے مطابق ہے مگر پھر بھی ترجمہ معلوم نہیں ہوتا۔ سیکڑوں مذاک خوشنودی و حصول
ہوئی ہیں۔ ضخامت ۳۴۸ صفحات ۳۴۸ صفحات سے زیادہ قیمت ۱۰ روپے مخصوص ڈاک ۱۰
جد جدا آٹھے ہی طلب کئے جاسکتے ہیں۔ حصہ اول کی قیمت ۱۰ روپے اور باقی ہر حصہ کی ۱۲
روپے وصول ڈاک ہے۔

۱۱ براہ برس کے پارسنر روڈ نو لکھنا۔ لاہور

دوبائیں

یا درکھنے اور ان پر عمل کرنے سے آپ باری تکلیف و تشویش سے بچیں گے

اول - امرت دھارا تقریباً ان کل امراض کا جو عام طور پر پگھروں میں - بوڑھوں - بچوں - جوانوں - مردوں یا عورتوں کو بلکہ مال مویشی کو ہوتی ہیں - چھکی علاج ہے اور لاکھوں ہستمال کرنے والوں میں سے

۲۳ ہزار

ایک دیکھ کر لوگوں نے جو نقلیں شروع کر دی ہیں - وہ سخت امراض میں دھوکا دیتی ہیں - ہمیشہ اصل کو خرید کر پاس رکھنا چاہیئے مفصل حالات کے واسطے رسالہ امرت مفت منگوائیں - قیمت دو روپے آٹھ آنے - (پیشہ) نمونہ صرف ۸ روپے -

دوم - امرت دھارا کے موجب کوئی دواؤں و سید بھوشن پنڈت ٹھاکر دت شرما و سید تین طبی اخباروں کے مدیر ہیں تین درجن کے قریب مفید عام کتب کے مصنف ہیں اور آپ کی زیر نگرانی شمالی ہندوستان کا سب سے بڑا اوشدھالیہ جس کی عمارت پر ۲ لاکھ روپیہ خرچ آیا ہے چل رہا ہے - امرت دھارا کے علاوہ لم سو کے قریب دیگر ادویات تیار رہتی ہیں - آپ دھاریوں کا نہایت سے علاج کرتے ہیں جہاں جس دوائی کی ضرورت ہو بھیجی جاتی ہے - آپ خفیہ امراض مردانہ - زنانہ کے بھی خاص علاج ہیں - اور نہرانا انسان خط و کتابت کے ذریعے سے علاج کر دیا کہ پھر سے ہی قوت حاصل کر چکے ہیں - نمونہ طبی اخبارات و پیشہ اچکارک و سید امرت فہمست طبی کتب سب سے ادویات کا رخاںہ در سالہ امراض مخصوصہ مردانہ ارکاٹکٹ برائے مخصوصہ لاک آنے پر مفت بھیجے جاتے ہیں -

المشاہدہ
بنجر کارخانہ امرت دھارا اوشدھالیہ - امرت دھارا بلڈ ٹنگس
امریتی دھارا سڑک - امرت دھارا ڈاکخانہ نمبر ۳۹ - لاہور

رینالڈس کے دو معرکہ آرا ناول ان کا ضرور مطالعہ کیجئے

انسرار حرم (ترجمہ لوزائف دی حرم) اس حیرت خیز ناول کے واقعات کا آغاز ۱۸۰۷ء
سلطان سلیم ثالث کے عہد سے ہوتا ہے۔

مصنف کا یہ فقرہ ناٹیں یہ کیا غضب ہے کہ ازلے باسفر میں آئے دن ایک نہ ایک نئی لاش
تلاش کرتی ہے۔ پڑنے والے کا سر پہاڑ کی نقش پڑا مادہ کرتا ہے جو اس میں سب سے زیادہ دلچسپی کا

ہے یہی ہمارا معلوم کرنے کے واسطے شاہی خاندان کا ایک زبردست مہرجس کا نام لو کہ اس پر جو بین
ملاقات کے وقت تحلیل معلوم ہوتا ہے ہمیں بدل کو نکلتا ہے خیال نے واقعات کا پتہ لگا دیا ہے۔

واسطے داستان گوئی کو اپنا بیٹہ بنایا۔ اور اس سلسلہ میں یکے بعد دیگرے ساٹھ کہانیاں
کہیں جن میں نہ صرف عثمان خاں بانی سلطنت ترکی کے زمانہ سے لیکر اس کے اپنے عہد کے کل و
آگے بلکہ کہانیوں کو زیادہ پر لطف بنانے کے واسطے ان میں حسن و عشق کے رنگ بھی شامل
کئے ہیں۔ ۲۱۰ صفحے قیمت ۱۰/-

گلستان کی ایک سن چھبیں کو کہیں میں معلوم ہوتا ہے بعد از نیات
طلسا (ترجمہ پوپ جان) پیدا کرنا خیال پیدا ہوا۔ ایک اور عجیب اس پر رونے لگے بہتر۔

بانع دکھائے اگر کبھی طرح کا سیلاب نہ ہوتی۔ تو کہا جاتا تحصیل ملکہ کے لیے یونان میں وہ ملک کی بہو کی تھی مردوں کا
بدل کر بل لگی۔ آجیتر کے درویشوں میں پہنچا کہ سب کی بیماریاں تھیں۔ پھر اپنے غم کی زیادت کے شور
روا کی سیر کرانی۔ آخر جب پوپ ایو پیا ہونے لگیں بندگیں تو باتفاق ملے اسے (مرد سمجھ کر) پوپ
کیا گیا۔ دو برس بعد وہ دن کی پہ لگی کے بعد ایک دن اس وقت جب رجا کو بدستور مردان لباس میں

کیا تھ جا ہی تھی چارے غصے سے لڑنے لگا۔ راز فاش کر دیا۔ روزہ اس شدت سے اٹھا کہ
ضبط کرنے میں جان نکل گیا اور کچھ دو نو سو بار مار گئے۔ اس تاریکی ناول کا منہ
ہسپانیہ اور اس کا زمانہ وہ ہے جس میں مسلمانوں کی حکومت کو اس ملک کا غرض تھا اور سلطان عبد
والے ہسپانیہ کے حرم میں ہر سال کئی سو بارہ غور میں بطور خراج داخل و باقی تھے۔ ۶۸

قیمت ۱۰/-
ملنے کا پتہ۔ لال برادر سلیٹر ز اور کب سلیٹر ز کے پار سٹریٹ وٹو نو لکھا لاہور

